جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

الحق

مباحثہ

مابین حضرت اقدسؑ و مولوی محمدؐ بشیر بھوپالوی بمقام

دہلی

و مباحثہ بذریعہ مراسلت مابین مولوی سید محمد احسن صاحب

امروہی و مولوی محمد بشیر مذکور

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حافظ حکیم فضل دین صاحب

مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا

تعداد اشاعت ۸۰۰ — تاریخ طبع جنوری سنہ ۱۹۰۵ء — قیمت ۸/

فہرست کتب موجودہ و زیر طبع

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حافظ حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اردو	۵ر
〃 حصہ دوم وسوم وچہارم ۔ دلائل		کل مجموعہ
حقیقت اسلام تفسیر چند آیات و رد	〃	
آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ		
سرمہ چشم آریہ ۔ آریوں کے رد میں ۔	〃	۱۲ر
برکات الدعاء ۔ دعا کے فوائد اور ضرورت ۔	〃	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ حقیقت	اردو عربی	
اسلام و تبلیغ رسالت حقہ ۔	مترجم فارسی	عہ
انوار الاسلام ۔ عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی		
پوری ہونے کی تفصیل و رد عیسائی	اردو	۴ر
تبلیغ دعوت و سناتن دھرم ۔ رد آریہ	〃	[illegible]
کتاب البریہ سوانح حضرت اقدس و چند پیشگوئیاں پورا ہونا		عہ
ایام الصلح } دعویٰ مع دلائل و	〃	۸ر
ایام الصلح } پیشگوئی طاعون ۔	فارسی	۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ ۔ نشان صدق		
مرسلین لوگوں کو ایک نعمت کی طرف دعوت ۔	اردو	۴ر
حضرت اقدس علیہ السلام کا ریویو ۔ عبد اللہ		
چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر	〃	۳ر
روئداد جلسہ دعا ۔ ٹرانسوال کی فتح کے		
لئے دعا اور حضرت اقدس کا لیکچر ۔	〃	۴ر
استفتاء ۔ لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا ۔	〃	۱ر
نور القرآن حصہ اول و دوم ۔ رد عیسائی و آریہ	〃	۶ر

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادوں کی آمین	نظم اردو	٠ر
ستارہ قیصرہ } شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اردو	٠ر
تحفہ قیصرہ } قیصرہ ہند اور اسکو دعوت اسلام	〃	۲ر
کرامات الصادقین ۔ تفسیر سورۃ فاتحہ ۔	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ حصہ اول ثبوت وفات مسیح و حیات نبوت	عربی مترجم اردو	۸ر
سیرۃ الابدال ۔ مقربین کی علامات ۔	عربی	۱ر
سچائی کا اظہار ۔ رد عیسائی ۔	اردو	٠ر
نور الحق حصہ اول و دوم ۔ عیسائی کی پیشگوئی		
خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مترجم اردو	۱۴
تحفہ بغداد ۔ ایک بغدادی مولوی کے اعتراضوں کا جواب	عربی	۲ر
سراج منیر ۔ چند پیشگوئیوں پورا ہونے کی تفصیل	اردو	۴ر
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس کے انتخاب	اردو فارسی	۵
〃 حصہ اول اشعار صرف	اردو	۱ر
حقیقۃ المہدی ۔ آنے والا مہدی صلح کار ہوگا	〃	۱ر
شرائط بیعت عشرہ تکمیل تبلیغ و عبارت		
جو بیعت کے وقت پڑھائی جاتی ہے	〃	ـــ
اعجاز المسیح ۔ تفسیر سورۃ فاتحہ اور پیر گولڑوی		
کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی ۔	عربی مترجم فارسی	۱۲
ازالہ اوہام حصہ اول و دوم جواب معترضین		
وفات مسیح حقیقت دجال یاجوج ماجوج و تفسیر چند آیات	اردو	عہ
حجۃ الاسلام ۔ رد عیسائی ۔	〃	۱ر
شحنہ حق ۔ رد آریہ ۔	〃	۴ر
فتح اسلام ۔ دعویٰ خود و ذکر پنج شاخ	〃	۲ر
توضیح مرام ۔ حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات	〃	۲ر
اتمام الحجہ ۔ مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی اردو	۲ر
انجام آتھم ۔ رد نصرانیت علماء کو دعوت ۔	اردو عربی مترجم اردو	عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی النبی الامی

الصادق المصدوق المطاع الامین

دہلی کے مباحثہ کی شیوع میں امید سے زیادہ توقف ہوا اس عرصہ میں بیقرار اور منتظر شائقین کو فرط تحیر سے طبعًا طرح طرح کے ظنون و اوہام کے پنجہ میں اسیر ہونا پڑا۔ مگر اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس التواء و توقف میں بھی بڑی مصلحتیں ثابت ہوئیں اور اب یہ دنیا میں اپنی پوری تجلی کے ساتھ آفتاب نصف النہار کیطرح چمکا ہے۔ بے شک ایک عالم کو انتظار لگ رہا تھا کہ اس جلیل القدر با ہیبت دعوے کے مقابلہ پر جو مرسل یزدانی امام ربانی حضرت غلام احمد قادیانی نے کیا ہے مستند اور مسلم فضلا سے کوئی شخص کھڑا ہو اور مسلمانوں کو دلی شوق تھا کہ قدیم نسل پرورده عقیدہ کو نہ چھوڑیں جبتک کسی زبردست مقابلہ کی محک پر کس کر اس کا ناسرہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ لودیانہ کے مباحثہ سے جو اصل دعوی مسیح موعود سے بالکل اجنبی واقع ہوا تھا مسلمانوں کی پیاس کو ایک قطرۂ آب بھی ہونٹ تر کرنے کے لئے نہ ملا تھا۔ گو ایک وجہ سے اہل حق متبصر کو اس سے بھی حضرت مرزا صاحب کا مؤید من اللہ ہونا صاف طور پر ثابت ہو چکا تھا۔ مگر عام لوگ جنکی نگاہیں مبادی سے متجاوز ہو کر مقاصد کی تہ در تہ باریکیوں پر پہنچ نہیں سکتیں کھلا کھلا ثبوت اور بین حجت کا ظہور چاہتے تھے سو رحیم کریم اللہ تعالی نے جو انسان کو حیرت و تردد کی ظلمتوں میں ابتلا کیوقت اپنی خاص رحمت سے چراغ ہدایت ہاتھ میں دیتا ہے اپنی دائمی سنت کیموافق اب بھی تقاضا فرمایا کہ ان فطری سعیدوں کو جن پر بعض بواعث سے آنی حجاب پڑ گئے ہیں اور جنہیں حقیقۃً قبول حق کی سچی اور پرجوش تڑپ لگی ہوئی ہے مگر وہ صدیقی ایمان کے خلاف قاطع حجت اور باہر دلیل دیکھ کر ایمان لانا پسند کرتے ہیں۔ اپنی مرضیات کی راہیں دکھانے کیلئے ایک خاص امر فارق بین الحق والباطل دکھلائے اس حکیم حمید اللہ تعالے نے اپنی زبردست حکمت کو پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کے دل میں سفر دہلی کا ارادہ القا کیا۔ آپ ۲۸ ستمبر کو مع الخیر وارد دہلی ہوئے۔ کل پنجاب اور ہندوستان کی آنکھیں بڑی بے صبری سے دہلی کی کارروائیوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کا یہ موروثی اعتقاد چلا آتا تھا کہ دہلی بڑے بڑے نامی علما اور اجلہ اولیا کا مسکن و ماوے ہے اسلئے وہاں کما ینبغی احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائیگا مگر افسوس وہ نہ جانتے تھے کہ ان کے حسن اعتقاد کے محرک و مرجع جنکی پاک اور برگزیدہ تصنیفات و تالیفات انکی دلکش تصاویر مرقع کی بجا قائم مقامی کر کے پڑھنے والوں کے دل میں سوسو حسرتیں چھوڑتی ہیں قبروں میں سو رہے ہیں اور ان کے سینوں کو روندنے والے اترا اترا کر چلنے والے وہ لوگ ہیں جو فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات

کے پورے مصداق ہو رہے ہیں بے شک بعض اب بھی ہیں جنہیں مقدس اسلاف کی سچی یادگاریں کہنا کچھ بھی
مبالغہ نہیں۔ الغرض حضرت مرزا صاحب اپنے مخدوم آقا اپنے مقتدا جناب ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام
کیطرح جبکہ وہ اہل مکہ سے ایذائیں سہکر طائف ایسے مہذب شاداب شہر کو تشریف لے گئے تھے کہ کہیں
اُن میں ہی کوئی طالب حق ملجائے ہندوستان کے مہذب شہر دہلی میں آئے۔ مگر کیا ہمیں اسبات کو اظہار
پر دلی رنج مجبور نہیں کرتا کہ اہل دہلی نے (الا ماشاء اللہ ومن شاء عصمہ) شاید اہل طائف کی تاریخ پڑھکر اور اپنی پر زور
نخوت رعونت پر اعتماد کرکر نہ چاہا کہ وہ ایک مرد خدا کیساتھ بدسلوکی کرنے میں اُن گذشتہ مخالفان راستی سے کوئی قدم
پیچھے رہجائیں خیر جو کچھ اُن سے بن پڑا انہوں نے کہا اور کیا اور ایک با امن۔ رحیم۔ مہذب اور
نیکی کے طرفدار گورنمنٹ کے پرسطوت و بارعب وقت میں جسقدر مخالفت کا وہ حوصلہ رکھتی تھی انہوں نے
کی مگر اُن کی متفق کوششوں سے نور اللہ بجھ نہ سکا بلکہ آخر انہی کے ہاتھوں اُنہی کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے
اس نور کی ترقی کا موجب بنایا مگر انہوں نے سخت غفلت کیوجہ سے نہ سمجھا شاید اب بہتیرے سمجھ جائیں یہاں
ہمیں ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ ہم دہلی کی کارروائی کے جزوی و کلی حالات مفصلاً لکھنے کی تکلیف اٹھائیں
اس امر کو ہمارے مکرم دوست منشی غلام قادر صاحب فصیح ضمیمہ پنجاب گزٹ مورخہ ۱۴۔ نومبر میں بڑی وضاحت اور
صداقت سے شایع کر چکے ہیں ہمارے نزدیک اتنا ہی کہنا ایک جامع مضمون کے قائم مقام ہے کہ اُن لوگوں نے ایک
مسلم مہمان کے ساتھ برتاؤ کرنے میں حقوق العباد میں سے کسی ایک حق کی بھی رعایت نہ کی لیکن اللہ تعالیٰ کو
منظور تھا کہ ہر طرح اُنپر حجت تمام کر دے گو میاں مولوی سید نذیر حسین صاحب اور اُنکے لشکر دن نے اللہ تعالیٰ
کے اتمام حجت کی راہ میں عمداً بڑی بڑی چٹانیں ڈالدیں اور ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے کہ اُنکا لشکر قیام بینہ سے بلا ک
نہ ہونے پائے اور جوں توں کرکے وہ پیالہ اُنسے ٹل جائے مگر اللہ تعالےٰ نے مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی
کو ایک دوست کی صورت میں اُن کا خانہ برانداز دشمن بھیجدیا یہ کہنا نادرست نہیں کہ مولوی صاحب کو دہلی کے
بعض پیروان میاں صاحب نے جو میاں صاحب سے بوجہ شدت صرم اور دیگر بلاؤں سے بوجہ فقدان قابلیت مایوس
ہو چکے تھے بڑے شوق سے بلایا اور یہ بھی بالکل حق ہے کہ مولوی محمد بشیر صاحب کو باغراض شتّی خود بھی خواہش
تھی کہ حضرت مرزا صاحب سے مباحثہ کریں بہر حال اس سادہ دل مولوی نے میاں سید نذیر حسین صاحب اور
اُن کے تابعین کے رحم انگیز زاری اور سخت سرزنش پر بھی مطلق کان نہ دہرکے بڑی جرأت سے حیات
مسیح علیہ السلام کا دعوے کیا اور اس دعوے کو کیونکر نبایا ناظرین اِن مضامین کو پڑھکر خود ہی سمجھ لیں گے گو

مولوی محمد بشیر صاحب نے کسی نیت پر اس میدان میں قدم رکھا ہو مگر ہم انھیں مبارک دیتے ہیں کہ انھوں نے
ہند و پنجاب کے علما کیطرف سے اپنے تئیں فدیہ دیا ہے واقعی وہ ایک زبردست کفارہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کی
طرف سے ہوئے ہیں اللہ تعالے نے انھیں اس لق و دق بیابان میں جہاں کوئی جادہ نہ ملتا تہا اور نہ جہاں
کوئی نقش پائے رہ رواں ہی نظر آتا تہا اس نشان کیطرح کھڑا کیا جس سے مسافر سمت کا پتہ لگاتے ہیں
اگرچہ اس میل (نشان) کو شعور نہ ہو کہ اس کا وجود اتنے بڑے فائدہ کا موجب ہے مگر ہم امید رکھتے ہیں
کہ شاید شاکر علیم خدا اُن کو بوجہ دال علی الخیر ہونے کے واقعی فہم بھی عطا کر دے تو کہ وہ اس فرستادہ خداوندی کو
طوعاً قبول کریں میرا ایکبار ارادہ تہا کہ میں معمولا ان مضامین پر کچھ نوٹ یا ایک مختصر سا ریویو کرتا مگر میرے
دلی دوست بلکہ مخدوم معظم مولوی سید محمد احسن صاحب نے مجھے اس فرض سے سبکدوش کر دیا انھوں نے جیسا
اس خدمت کو ادا کیا ہے درحقیقت انہی جیسے فاضل اجل کا حصہ تہا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا میرا یقین ہے کہ یہ
ایسا نیک کام اُن کے مبارک ہاتھ سے پورا ہوا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک اُن کے رفع درجات کے لئے ایک
یہی بس ہے مگر قوی امید ہے کہ ہمارے حضرت سید صاحب موصوف روح قدس سے موئید ہو کر اور بھی بڑی مفید
اور منتج ثواب کام کریں گے + الغرض مولوی محمد بشیر صاحب کے وجود کو ہم مغتنم سمجھتے ہیں جنہوں نے
غیر ضروری مباحث اور بخلاف ایک پنجابی ملا کے لاطائل اصول موضوعہ کو چھوڑ کر اصل امر کو بحث کا تختہ مشق بنایا
اور یوں خلق کثیر کے ہر روزہ انتظار جان کاہ کو رفع کر دیا گو اس پر بھی اس بات کے کہنے سے چارہ نہیں کہ
ہدایت ایک منجانب اقتدار ہے اور وہ سچا ہادی لامعلوم اسباب کے وسایط سے سعیدان ازلی
کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے مگر کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ راہ خوب صاف ہو گئی اور اس مضمون حیات ممات
مسیح ع کی بحث کی حجت قطعاً و حکماً تمام ہو گئی + ہم کمال ہمدردی اور اسلامی اخوت کی راہ سے
اہل دہلی کو اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ناحق کی ضد کو چھوڑ کر اس مامور من اللہ کو قبول کریں ورنہ اُن کا
انجام خطرناک معلوم ہوتا ہے ہم کانپتے ہوئے دل سے انھیں اتنا کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اُن کا جامع
مسجد دہلی میں حضرت مسیح موعود کے خلاف چھ سات ہزار آدمی کا مجمع کر کے طرح طرح کی ناسزا حرکات
کا مرتکب ہونا دیکھکر مجھے یاد آ گیا حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ جو کمالات عزیزی مطبوعہ
دہلی میں لکھا ہے جناب مولانا شاہ عبد العزیز جو واسطے نماز جمعہ کے جامع مسجد میں تشریف لیجاتے
تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے ایک شخص فصیح الدین نام جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا

کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں آپ نے کلاہ اتار کر اُن کے سر پر رکھدی ایک دفعہ ہی بے ہوش ہو گئے جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا سوسوا سو کی شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اُس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں اس باعث تو نہیں دیکھتا"۔

دہلی والو خدا کے لئے اس واقعہ سے عبرت پکڑو۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اسوقت بھی تم نے اپنی حرکات سے ثابت کر دیا ہے کہ تم میں بہت ہی تھوڑے ہیں جو اصلی انسانی صورت پر ہیں اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے اے اہل پنجاب! موقعہ ہے کہ تم اس دہلی کے واقع کو سنکر پوری نصیحت حاصل کرو۔ سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر عبرت پاتا ہے تم ان تکفیر باز خشک ملاؤں کو ان کی اپنی غضب حسد کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جلنے دو۔ ان سنگدل حقد مجسم صاحبان غرض کو کبھی بھی خلوص اور حق سے سروکار ہوا ہے جو اب ہوگا؟۔ اے علم خیز سرزمین لاہور کے رہنے والو ہوشیار ہو جاؤ تمہارا ایک بزرگ خطہ سارے پنجاب کا مرجع ہے۔ دیکھنا وہ پتھر جسے خود تم نے بڑی کوششوں کے ساتھ اپنی راہ سے ہٹایا ہے وہ پھر تمہاری ٹھوکر کا باعث نہ ہو۔ تم خوب جانتے ہو وہ شاخ کس جڑ سے پھوٹی ہے کس زمین میں اس کا نشوونما ہوا ہے۔ دیکھنا دیکھنا ابھی سے بھی تمہاری ہاتھ سے پھر اُس کی آبیاری نہ ہو! ایسا نہ ہو کہ دلّی کا اُلّو تمہاری دیواروں پر بھی بولنے لگے!

اے دانشمندو! تم ان کاغذی گڑیوں پر کیوں فریفتہ ہوتے ہو کیا یہ کفر کے فتوے غیر معصوم ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ظالم دلوں کے نتائج نہیں؟ کیا یہ ناشدنی سیاہ کارروائی کرنے والے خود ہی کاغذی پیرہن پہن کر دادخواہ نہیں ہوئے کہ اُنپر ناحق کفر کا فتوےٰ لگایا گیا؟ پس یہ سلسلہ کا فر ہی کیا کسی دوسرے کو کافر بنانیکا استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ دہوکے کی ٹٹّی ہے جو ان ملاؤں نے کھڑی کر رکھی ہے۔ اے صاف باطن حق کے طالبو اسکو پھاند کر آگے بڑھو اور دیکھو کہ وہ جسے یہ حاسد سیاہ غول ثابت کرنا چاہتے اور ڈھٹ بندی کر کے لوگوں کو ایک ڈراؤنی صورت دکھاتے ہیں وہ درحقیقت ایک عظیم الشان روشنی کا فرشتہ ہے۔ اے خدا اے ہدایت کے مالک خدا تو ان لوگوں کو توفیق عنایت فرما کہ وہ تیرے اس بندہ کو پہچانیں! آخر میں اس دل لبھانے والے عربی قصیدہ کی نسبت جس کی اشاعت کو بڑا ضروری اور مفید سمجھا گیا ہے میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے ایک نہایت برگزیدہ دوست کا لکھا ہوا ہے جسکے وجود کو ہم اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت سمجھتے ہیں۔ ہم کسی وقت بشرط ضرورت اُنکا حال بھی لکھینگے۔ امید ہے کہ اس قصیدہ کے اردو ترجمہ کو جو اکثر جگہ حاصل مطلب کے طور پر کیا گیا ہے دلچسپی سے خالی نہ پائینگے۔

اب ہم ان تکفیر بازوں کو حضرت امام ابن قیم کے چند شعر سنا دیتے ہیں شاید ان میں کوئی خدا ترس بات کی تہ کو پہنچکر اللہ تعالےٰ سے ڈر جائے۔

(۱) ومن العجائب انکم کفرتم — اهل الحديث وشيعة القرآن

(۲) الکفر حق الله ثم رسوله — بالنص يثبت لا بقول فلان

(۳) من کان رب العلمين وعبده — قد کفراه فذاك ذو کفران

(۴) فهلم ويحکم نحاکم الى — النصين من وحي ومن قرآن

(۵) وهناك يعلم اي حزبينا على الکفران حقا او على الايمان

(۶) فليهنکم تکفير من حکمت باسلام وايمان له النصان

(۷) ان کان ذاك مکفرا يا امة العدوان من هذا على الايمان

(۸) کفرتم والله من شهد الرسول بانه حقا على الايمان

(۹) کم ذا التلاعب منکم بالدين والايمان مثل تلاعب الصبيان

(۱۰) خسفت قلوبکم کما کسفت عقولکم فلا تزکوا على القرآن

(۱۱) يا قوم فانتبهوا لانفسکم وخلوا الجهل والدعوى بلا برهان

(۱) بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ تم نے اہل حدیث اور اہل قرآن کی تکفیر کی۔

(۲) تکفیر تو اللہ اور اُس کے رسول کا حق ہے (تمہیں کافر بنانے کا منصب کس نے دیا) وہ نص سے ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ فلاں کے کہنے سے

(۳) جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول کافر کہیں وہی کافر ہے۔

(۴) افسوس تم لوگوں پر! تو اب آؤ ہم تم کتاب و سنت پر اپنے مقدمہ کو عرض کرتے ہیں۔

(۵) وہاں چل کر کھل جائے گا کہ واقعی ایمان پر کون ہے اور کفر پر کون۔

(۶) اُن لوگوں کا کافر کہنا جنکی ایمان و اسلام پر کتاب و سنت گواہی دیں تمہیں مبارک ہو۔

(۷) سرکشو! اگر ایسے برگزیدہ لوگ عاملیں بہ کتاب اللہ کافر ہیں تو پھر مومن کون ہے۔

(۸) اللہ کی قسم تم دلیری کرکے ایسے کی تکفیر کر رہے ہو جسکی بنسبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایمان پر ہے

(۹) آؤ خدا کا خوف کرو کب تک بچوں کی طرح دین کو بازیچہ بنا رکھو گے؟

(۱۰) تمہارے دل اور عقلیں گہنا گئیں ہیں اب قرآن پر تو زیادتی نہ کرو۔

(۱۱) اے لوگو اپنی جان کے بچاؤ کے لئے بیدار ہو جاؤ اور اس جہل اور دعوے بلا دلیل کو چھوڑ دو۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على السيد الامين وعلى اله وصحبه اجمعين

قصیدہ

بتشریف المنظوم للشریف الامام الجلیل والهمام النبیل المجدد المسیح میرزا غلام احمد قادیانی ادام الله تعالیٰ ظله

بسم الله الرحمٰن الرحیم

إلى كم تمادى الهجر يلعب بالصّبّ
وحتّام يبلو الزّمان بذا النّكب

فهل للمعنّى زورة ينطفي بها
تباريح وجدٍ توقد النّار في الجنب

ألا هل علمتم ما حملت بحبّكم
وأوزارها من بعدكم أنقضت صلبي

أبيت على جمر الغضا متقرّعا
ودمعي طويل الليل يشرح للغرب

حرامٌ على جفني الكرى فاسئلوا به
نجوم الدجى والهدب يجفو عن الهدب

(۱) تمہیں معلوم ہجر کی درازی کب تک عاشق کو ستاتی رہیگی + اور زمانہ اس کو ان دکھوں میں کب تک مبتلا رکھیگا

(۲) کبھی دُکھ سہنے والے (عاشق) کو بھی ایک بار ملاقات میسّر ہوگی جس سے وہ عشق کی اس جلن کو بجھا سکے جس نے اس کے پہلو میں آگ مشتعل کر رکھی ہے +

(۳) ہائے تمہیں کیا خبر ہے؟ کہ میں نے تمہارے عشق میں کیا کیا اٹھایا۔ اس کے بوجھوں نے تمہاری جدائی میں میری پیٹھ توڑ دی +

(۴) میں چوب غضا کی دہکتی کوئلو پر کروٹیں لیتے لیتے راتیں کاٹتا ہوں اور میرے آنسو رات بھر رگ آب چشم کو کھولتے رہتے ہیں۔

(۵) نیند میری آنکھوں پر حرام ہے تم اسکی بابت تاریکی کے ستاروں سے دریافت کرلو کیا مجال جو پلک سے پلک لگی ہو۔

كذا حال مسلوب القرار متيّمٍ	۶	عديم اصطبارٍ واثق فى الهوى صلب
حليف الضنى مستوحشٍ ذى كآبةٍ	۷	طويل اغتراب نازح الاهل والحبّ
هل العيش الا فى وصال احبّةٍ	۸	نأت دارهم لكن عن الجسم لا القلب
فان بعدوا عنى فان حديثهم	۹	يخفف اشجانى وينهى عن النحب
بلانى الليالى ويلها من صروفها	۱۰	بما صرفنه جاء الفكر واللبّ
والهى عن الانشاء والشعر بعدما	۱۱	تعوّدت شعرًا والكتابة من طبى
كانى ماكنت امرأ ذا فطانةٍ	۱۲	ولا ورثت نفسى الفصاحة من كعب
هموم وتنكيد وأسر وغربةٌ	۱۳	وفى سفهاء النّاس دارى وهم كربى
فقدت سرورى مذ فقدت احبتى	۱۴	كرام اناسٍ خلّفوا الهمّ فى العقب

۶ عاشق بے قرار۔ سوختہ دل۔ بے صبر۔ شیدا اور عشق میں ثابت قدم کا ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے۔

۷ وہ عاشق جس نے بیماری سے دائمی دوستی کا عہد باندھ رکھا ہے۔ لوگوں کی صحبت سے گریزاں۔ دکھی۔ مدتوں کا مسافر۔ اہل وعیال اور دوستوں سے جدا ہے۔

۸ زندگی کا لطف تو بس اُن پیاروں کی صحبت میں ہے جنکا وطن جسم سے دور۔ پر قلب کے نزدیک ہے۔

۹ وہ جو مجھ سے دور ہیں تو مضایقہ ہی کیا ہے کیونکہ اُنکی پیاری باتیں میرے دکھ درد کو ہلکا کرتی اور مجھے گریہ وزاری سے روکتی ہیں۔

۱۰ مجھے جدائی کی راتوں نے سخت ستایا۔ اُنکی گردشوں اور حادثوں پر افسوس! میری تو اس میں عقل و فکر چکر کھا گئی ہے۔

۱۱ مجھے انشاء اور شعر گوئی سے بالکل غافل کر دیا حالانکہ شعر گوئی اور اعلے درجہ کا لٹریچر لکھنا تو میری عادت تھی۔

۱۲ اب میری یہ حالت ہے کہ گویا میں کبھی بھی زیرک شخص نہ تھا۔ اور جیسے میں کعب (صاحب قصیدہ بانت سعاد) سے فصاحت کا وارث ہی نہیں ہوا۔

۱۳ رنج و غم۔ گرفتاری اور سفر میں مبتلا۔ بیوقوف لوگوں میں مکان ہے جنکے ہاتھوں دکھ سہ رہا ہوں۔

۱۴ میری خوشی اور عیش مفقود ہو گئی جب سے اپنے پیارے دوستوں سے جدا ہوا۔ وہ کیا ہی برگزیدہ لوگ تھے ان کے پیچھے میرے حصہ میں تو اب غم ہی غم ہے

حفالنهم بقيت فيها اذ امضوا	۱۵	فامسيت احيى بالطغام و بالقحب
بُليتُ باهل الجهل وكل لامهم	۱۶	مضرتهم ادهى من الذئب والكلب
يعادون اهل العلم والعلم كله	۱۷	لما همهم في لذة الفرج والشرب
اقاسي الاذى من جهلهم ومرائهم	۱۸	وشدتهم بالسبع كالطعن والخلب
على غربة فيها هموم وكربة	۱۹	وانواعُ اسقام وفقد اخي الحب
وما لانسي في ذي البلاد مواسياً	۲۰	ولم يتيسر اسياً من فتى ندب
وحيدوا اصناف الخطوب ينوبني	۲۱	تعددت البلوى على عادم الصحب
الالي مع الاوغاد يستصحبونني	۲۲	اُعلّم غير الاهل كالقرد والدب
لقد ضاق صدري بالانا منعندهم	۲۳	وسوء جوار العابس الوجه ذي قطب

۱۵ وہ برگزیدے تو چلے گئے اور میں ردّی سا پیچھے رہ گیا۔ اب کمینوں قلاشوں میں مجھے زندگی بسر کرنی پڑ گئی۔

۱۶ جاہلوں سے میرا پالا پڑ گیا۔ اُن کی جلنے والی پر افسوس۔ یہ تو کتوں اور بھیڑیوں سے بھی بڑھکر موذی ہیں۔

۱۷ فسق و فجور اور مے خواری کے دل دادہ ہیں اس لئے علم اور اہل علم سے بَیر رکھتے ہیں۔

۱۸ مجھے اُن کے ناحق کے جھگڑے۔ جہالت اور گالی گلوچ سے سدا تکلیف رہتی ہے۔

۱۹ مزید برآں پردیس۔ اور پھر ہر طرح کے رنج و غم اور بیماریاں اور محبّوں کا نہ ہونا۔

۲۰ افسوس ان دیسوں میں مجھے کوئی غم خوار نہ ملا اور نہ کوئی جوانمرد فیاض غم گسار ہاتھ آیا۔

۲۱ میں اکیلا ہوں اور اس پر طرح طرح کے مصائب مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ جس کے دوست نہوں اُس پر بہت سی مصیبتیں وارد ہوا ہی کرتی ہیں۔

۲۲ میرا یہ حال ہو رہا ہے کہ فرومایہ لوگوں سے سنگت نصیب ہو رہی ہے۔ اور بندروں اور ریچھوں کے ایسے نا اہلوں کا معلّم بنا ہوا ہوں۔

۲۳ ان بدمزاج۔ بدخو۔ ترش رو ہم نشینوں میں رہنے اور اُن کی سنگت سے میرا دل اکتا گیا ہے۔

إلى الله أشكو قارعات تصيبني	٢٤	من الدهر قد ضاقت بها سعة الحب
ومن مفتر يرمي بأنواع تهمة	٢٥	وتلبيس مغتاب ومستهزئ سب
وعلماء السوء يدعون أسوة	٢٦	على فرط جهل بالحقائق والكتب
عمائم والجبات والقمص واللحى	٢٧	بها فخرهم لكنها الجهل لا تخبي
يكلم سمع البلمعي حديثهم	٢٨	ورؤيتهم تقذي بها عين ذي لب
فوالله إني ما هجرت خلاطهم	٢٩	لغير جفاء ليس من شيمة النجب
وجهلهم المزري بعلمي ولومهم	٣٠	ورغبتهم فيما يناسب بالوغب
يلومونني إلى اعاف لقائهم	٣١	وكيف ألاقي جاهلا ليس من حزبي
فكم بين ذي لب أديب وجاهل	٣٢	وشتان بين الماجد الحر والوشب
من الجهل أن تلقى وتكرم جاهلا	٣٣	للحيته أو جبة أو عظم السب
عذيري من الأيام من جور أهلها	٣٤	أتاموا أجبال الفادحات على قلبي

٢٤ زمانہ کے مصائب سے جنہوں نے میرے بسیط سینہ کو بھی تنگ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکوہ کرتا ہوں۔

٢٥ اور اس مفتری سے جو طرح طرح کی تہمتیں لگاتا ہو اور غیبت کرنیوالے کے دھوکے اور ٹھٹھہ باز گالی دینے والے کی۔

٢٦ اور برے عالموں سے جو باوجود حقائق و معارف و علوم کے نہ جاننے کے اپنے تئیں نمونے سمجھتے ہیں۔

٢٧ آہ کے ان کا مایہ ناز عمامے ۔ جبے ۔ قمیصیں اور ڈاڑھیاں ہیں مگر ان سے جہل کیونکر چھپ جائے

٢٨ سمجھدار ان کی گفتگو کو سننا گوارا نہیں کرتا۔ اور دانشمند ان کے دیکھنے سے گھن کرتا ہے۔

٢٩ بخدا میں نے جو ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تو ان کی جفا کے باعث جو شریفوں کا شیوہ نہیں۔

٣٠ اور ان کے جہل کے باعث جسکی وجہ سے وہ میرے علم کو حقیر جانتے اور ان کی فرومایگی اور رذیلا کمینی عادات سے مانوس ہونے کے باعث۔

٣١ وہ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں انہیں دیکھنا روا نہیں رکھتا ہے ہے۔ میں کیونکر جاہل سے ملوں جو میری جماعت سے نہ ہو

٣٢ دانا۔ ادیب۔ اور جاہل۔ نجیب۔ و شریف اور کمینے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

٣٣ کسی جاہل سے ملنا اور اس کی بڑی پگڑی اور لمبی ڈاڑھی اور جبہ کے باعث اسکی عزت کرنا بھی جاہل ہی کا کام ہے

شرفت بابك اي اللئام وشرهم	۳۵	وفتنتهم لا بالملام ولا العتب
لعمري هذي النائبات اخفها	۳۶	اشد على الانسان من وقع القضب
رعى الله طيفا قد اتاني بفرحة	۳۷	تكاد بها انجو من الهم والنصب
فاني بليل بين هدء ورقدة	۳۸	اذا شيم برق الشرق في اسرع الوثب
اضاء به الآفاق والارض كلها	۳۹	وخال البرايا فيه خوفا من الخطب
فقالوا بما شاؤا ولم يتفكروا	۴۰	لفرط اختباط بالضجيج وبالصخب
وكم مدع للعلم من فرط جهله	۴۱	تأوله بالهرج والطعن والضرب
تأنقت فيه غير يوم وليلة	۴۲	اراقب ما يبدي الزمان من العجب
وقد اجتلي آثار خير ورحمة	۴۳	من الجانب الشرقي مستوطن الخصب
وانشق من ريح الصبا كل سحرة	۴۴	روائح تروي القلب كالغصن الرطب

۳۵ مین خبیث طینت لوگوں کے شرّ وفتنہ سی نہ اُن کی ملامت وعتاب سے سخت تنگ آگیا ہوں۔

۳۶ بخدا یہ ایسی مصیبتیں ہیں کہ اُن مین سی ہلکی بھی انسان پر تلوار کی ضرب سی زیادہ شدید ہیں۔

۳۷ اللہ تعالےٰ اُس خیال کا حافظ وناصر ہو جو میرے پاس ایسی بشارت لایا جس سی امید پڑتی ہی کہ مین غم والم سے نجات پاجاؤں گا۔

۳۸ اُس کا واقعہ یوں ہی کہ میں ایک رات کچھ بیداری اور نیند کے درمیان تہا کہ **شرقی** بجلی اس زور سی گوندتی نظر آئی۔

۳۹ کہ ساری دنیا اُس کی روشنی سی منور ہوگئی اور لوگ حیران ہوکر کہنے لگے کہ کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا چاہتا ہی۔

۴۰ جو کچھ کسی کے مُنہ میں آیا بولتا رہا۔ مگر کسی کو بھی شدت اضطراب اور شور وغل کیوجہ سی سوچنے کا موقعہ نہ ملا۔

۴۱ بعض مدعیان علم نے بڑی جہالت سے اُسکی یہ تاویل کی کہ کوئی بڑا فتنہ اور جنگ ہونیوالی ہی۔

۴۲ میں بھی اس امر مین کئی رات دن غور کرتا رہا اور منتظر تہا کہ زمانہ کیا عجیب واقعہ ظاہر کیا چاہتا ہی۔

۴۳ مگر میں اپنے زعم میں مبارک سرزمین **مشرق** کیطرف سے رحمت وخیر کے آثار کا منتظر تہا۔

۴۴ اور مشرقی ہوا سے ہر سحر مجھے ایسی خوشبو آتی۔ جو شاخ تر کی طرح دل کو تر وتازہ کرجاتی۔

وتُهدى له من نفحةٍ عنبريّةٍ	۴۵	فحنّ لذكر الشرق شوقاً الى القرب
وأُلقي فيه انّ بالشرق قدوةً	۴۶	تفوح انفاس له موجب الجذب
فقد جاءنا من قاديانَ مبشّرٌ	۴۷	بخيرٍ اماما منتظرناه مذ حقب
وأخبر ان اضحى غلامٌ لاحمدٍ	۴۸	خليفته فينا ومنا بلا ريب
اماماً هماماً نائب الشرع ملهمٌ	۴۹	من الله ربّ العرش عافٍ عن الذنب
مجدد دين الله في امّةٍ غوت	۵۰	وصاحب هذا العصر حقاً بلا كذب
جليل جميل احسن الناس كلّهم	۵۱	كريم المحيّا اسمر اللون ذو الرعب
وقور حليم ربعةٌ ربّ وفرةٍ	۵۲	له شعر سبط كما قال من نبّ
سميّ صفيّ بيّن الوصف ماجد	۵۳	حميد السجايا وافر العلم واللب
هو الحجة البيضاء لله في الورى	۵۴	كشمس الضحى قد ضاء شرقاً الى الغرب

۴۵ اور اُسے بوئے عنبر تحفۃً دیتی جس سے میرے دل کو یاد شرق اور اُس کے قرب کا اشتیاق لگ گیا۔

۴۶ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ مشرق میں ایک برگزیدہ ہے جسکے دم مبارک کی ہوا ایک کشش کر رہی ہے۔

۴۷ اتنے میں قادیاں سے ایک بشارت دینے والا آیا کہ جس برگزیدہ امام کا تم برسوں سے انتظار کرتے تھے وہ آگیا۔

۴۸ اور اُس نے اطلاع دی کہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ایک خادم و غلام ہم میں اور ہم میں سے اُس کا جانشین ہوا ہے۔

۴۹ مبارک امام۔ نائب شرع اور اللہ رب عرش کیطرف سے ملہم اور گناہوں سے پاک۔

۵۰ بھٹک گئی ہوئی امت میں از سر نو اللہ کے دین کو بحال کرنے والا اور لاریب اس زمانہ کا صاحب۔

۵۱ صاحب جلال و جمال اور حسن میں سب لوگوں سے برتر۔ کریمانہ بشرہ والا۔ گندم گون اور صاحب رعب۔

۵۲ باوقار حلیم۔ میانہ قد اور بڑا سخی ہے۔ اُسکے نیچے لٹکنے والے بال ہیں جیسی کہ جناب نبوت مآب نے خبر دی۔

۵۳ عالی قدر۔ برگزیدہ۔ جس کی وصف عیاں ہے۔ بڑی شرافت والا۔ جس کی تمام عادتیں ستودہ ہیں بڑے علم و دانش والا۔

۵۴ وہ جہان میں اللہ تعالےٰ کی روشن حجت ہے۔ آفتاب نیمروز کیطرح شرق و غرب میں درخشاں ہے۔

علیم باسرار الشریعة عامل	۵۵	بموجبها فی محکم الفرض والندب
بشیر بفوز بالمنی لمن اقتدی	۵۶	نذیر لمن ولی من البوس والکرب
قوی مهیب اشجع القوم باسل	۵۷	شدید علی الکفار کالصارم العضب
محب لمن ود الرسول وصحبه	۵۸	عدو لاهل الغی والجبت والنصب
عفیف تقی اورع الناس خیرهم	۵۹	واصدقهم فیما یقول وما ینبی
حیی ستیر ذو المروة والوفا	۶۰	عفو صبور هین لین القلب
وضیئ طلیق الوجه بشر مبارک	۶۱	کریم رحیب الباع ذو المنزل الرحب
سریع الی الحسنی نفور عن الخنا	۶۲	بعید عن الایذاء والزجر والسب
امین علی حق مطاع محدث	۶۳	بکل الذی یقضی ویسطر فی الکتب
یعین بنی الامال بالمال والعطا	۶۴	ویغنی ذوی الافلاس بالجود والوهب

۵۵ شریعت کے اسرار کا جاننے والا۔ فرض وندب میں شریعت کے موجبات پر عمل کرنے والا۔

۵۶ اپنے پیرو کو حصول آرزو کی بشارت دینے والا۔ اور منکر کو دکھ درد سے ڈرانے والا۔

۵۷ زبردست۔ باہیبت۔ شجاع ترین قوم۔ جوان مرد۔ کافروں پر شمشیر تیز سے زیادہ تیز۔

۵۸ جناب رسولؐ اور اُن کے دوستوں کے دوست کا دوست۔ گمراہوں اور غیر اللہ کے پوجنے والوں کا دشمن

۵۹ پاک دامن تقوے شعار سب لوگوں سے برگزیدہ۔ اور پرہیزگار اور اپنی تمام باتوں اور پیشگوئیوں میں سچّا۔

۶۰ بڑی حیا و شرم والا۔ بڑی مروت و وفا والا۔ درگذر کرنے والا۔ برداشت کرنے والا۔ بڑا ہی نرم دل۔

۶۱ روشن رو۔ کشادہ بشرہ والا۔ نیکی رساں مبارک۔ کریم بڑا ہی مہمان نواز جسکا مکان سدا مہمانوں کیلئے کھلا رہتا ہے۔

۶۲ نیکی کرنے میں جلد باز۔ اور بدکاری سے بھاگنے والا۔ کسی کو سرزنش کرنے دکھ دینے اور دشنام دہی سے کوسوں دور۔

۶۳ مانا گیا۔ خدا کی ہم کلامی سے مشرف۔ اور جو کچھ اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھتا ہے اس سب میں امین برحق۔

۶۴ امیدواروں کی داد و دہش سے اعانت کرتا ہے۔ اور مفلسوں کو جود و کرم سے غنی کرتا ہے۔

يضيف مساءً وافديه وغدوةً	۶۵	ويدعى ابا الاضياف في الخصب والجدب
تسير اليه الوفد من كل وجهة	۶۶	ويقصده الركبان ركباً على ركب
حليف التقى يهدى الانام الى التقى	۶۷	ويسعى لمرضاة المهيمن والقرب
طبيب بامراض القلوب مبصّر	۶۸	ينقّي من الاهواء والذنب والثلب
مشيد قصور الدين من بعد ما وهت	۶۹	اساطينه فيها عن الثلم والشعب
تصدى لاصلاح المفاسد في الورى	۷۰	بنفحته يدعو الى السلم لا الحرب
واذن اني قد بعثت مؤيداً	۷۱	بارشاد من في الحضر منهم وفي السهب
يصنف في هذا رسائل جمة	۷۲	ويرسلها جهراً الى العجم والعرب
واعلن في الآفاق دعوة بيعة	۷۳	فشدوا اليه الرحل حزباً على حزب
يزفون من بدوٍ اليه وحضرة	۷۴	ثباناً واشتاتاً من الشيب والشب

۶۵ صبح شام مہمانوں کی مہمانی میں مصروف رہتا ہے۔ اسی لئے گرانی اور ارزانی میں اسے مہمانوں کا باپ کرکے پکارا جاتا ہے۔

۶۶ ہر سمت سے جماعتوں کی جماعتیں اسکے پاس آتی ہیں اور گروہ در گروہ ٹرینوں میں بھر کر اسکے پاس حاضر ہوتے ہیں

۶۷ بڑا ہی پرہیزگار اور پرہیزگاری کی راہ خلقت کو دکھانے والا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور قرب میں کوشش کرتا رہتا ہے۔

۶۸ دل کی بیماریوں کا طبیب۔ بڑی پہچان والا جو ہر قسم کے عیب۔ ننگ اور بری خواہشوں سے پاک صاف کرتا ہے۔

۶۹ دین کی عمارت کا مضبوط کرنیوالا۔ جب کہ رخنے پڑ پڑ کر اس کی دیواریں ڈھینے پر آرہی تھیں۔

۷۰ خلقت کی بگاڑوں کی اصلاح کا بیڑا ایسی نفع رسانی کی پر اٹھایا ہے جسکی ہر آہٹ صلح کیجانب ہے نہ لڑائی کیطرف۔

۷۱ اور اشتہار پر اشتہار دیئے ہیں کہ میں تائید یافتہ از خدا آیا ہوں تاکہ ان سب کو جو دیہاتوں اور شہروں میں رہتے ہیں راہ حق دکھاؤں۔

۷۲ اس بارہ میں متعدد رسالے تصنیف کرکے علانیہ طور پر اطراف و اکناف عالم میں بھیجتا ہے۔

۷۳ عالم میں بیعت کی دعوت کا اعلان دیدیا ہے اور جوق جوق لوگ تیاریاں کر کر اسکے قدموں میں حاضر ہوتے ہیں

۷۴ دیہات سے شہر سے ہر سمت سے الگ الگ اور مل مل کر زائرین اس کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔

یبایعہ من کل حزب عریفہ	۷۵	علی طاعۃ الرحمٰن فی السہل والصعب
تراہم خضوعًا خاشعین لربہم	۷۶	قلوبہم ملأی من الشوق والحب
نفوع یفید الناس من نفثاتہ	۷۷	ویسبی قلوب الخلق من خلقۃ العذب
رحیم بہم کالوالد البر مشفق	۷۸	یفسح عنہم کربۃ الجہل والعجب
وبحر علوم تقذف الدر موجہ	۷۹	الی الناس طرًّا لا یذود عن النہب
یحلق اہل العلم والفضل عندہ	۸۰	صباحًا مساءً وہو کالبدر فی الشہب
قعودًا لدیہ تسقط الطیر فوقہم	۸۱	کانہم استولت علیہم ید الرہب
یدورون فی اخذ المکارم حولہ	۸۲	مثال النجوم الدائرات علی القطب
وکم من کتاب جاءنا منہ معجب	۸۳	لہ درجات عالیات علی الکتب
براہینہ تہدی البرایا کحلہ	۸۴	یجلی عیون الشک والجہل والعصب

۷۵ ہر گروہ کے شناسا آدمی اُس سے بیعت کرتے ہیں کہ وہ ہر حال میں راحت و رنج میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں گے۔

۷۶ ان بیعت کرنیوالوں کو تم دیکھو (وہ کیسے ہیں!) وہ اپنے رب کے آگے گڑگڑانے والے ہیں۔ اُن کے دل شوق و محبت الٰہی سے بھرپور ہیں۔

۷۷ وہ نفع رساں ہے۔ خلقت کو اپنے کلام سے فائدہ بخشتا ہے اور اپنے خلق شیریں سے خلقت کے دل مٹھی میں کر لیتا ہے۔

۷۸ اُن پر مہربان باپ کی طرح رحیم و مشفق ہے۔ اور جہل اور خود بینی کی بلاؤں کو اُن پر سے ٹالتا ہے۔

۷۹ وہ علوم کا سمندر ہے جس کی موجیں تمام لوگوں کی طرف موتی پھینکتی ہیں اور پھر لوٹنے سے کسی کو روکتا نہیں۔

۸۰ صبح و شام اہل علم و فضل اُس کے گرد حلقہ کئے رہتے ہیں اور وہ اُن میں ایسا ہے جیسے ستاروں میں بدر۔

۸۱ وہ اہل علم اُس کے حضور میں ایسے محو ہو کر بیٹھے رہتے ہیں کہ انہیں بیجان خیال کر کے پرندے اُن پر بیٹھ جاتے ہیں گویا ہیبت کا نفاذ اُن لوگوں پر غالب ہے۔

۸۲ جس طرح بنات النعش قطب کے گرد گھومتے ہیں اسی طرح یہ اہل علم تحصیل معارف کیلئے اُس کے گرد گھومتے ہیں۔

۸۳ اُس کی کئی بڑی بڑی عجیب کتابیں بھی ہمیں ملیں جنہیں اور کتابوں پر بڑی بھاری فضیلت اور ترجیح ہے۔

۸۴ اُس کی براہین (احمدیہ) خلقت کی ہادی ہیں اور سرمہ چشم آریہ جہل شک اور تعصب کی آنکھوں کو جلا دیتا ہے۔

وتوضيحه تجلو ظلام غوايةٍ	۸۵	وما الفتح إلا مفتح الفتح والغلب
وكم معجزات النظم قد تبهر النهى	۸۶	تغادر من باراه أحير من ضبّ
يروق عيوناً حسنها ونظامها	۸۷	وتسمو نفوساً كلها نشوة الشرب
قصائد فيها النور والصدق والهدى	۸۸	تدل على الإحسان والفوز بالقرب
تكاد النجوم الزاهرات من السما	۸۹	تخر إليها ساجداتٍ على الترب
يلذ على الأسماع حسن كلامه	۹۰	ولطف معان فيه الألباب يسبي
نفيس لرائي من نفائس سرّه	۹۱	دقائق علم لا ينال عن الكسب
وأعجز من إعجاز أنفاسه العدى	۹۲	وقد باء من أحداه بالخسر والتبّ
شياطين إنس منه فرّوا وجنّةٍ	۹۳	كأن له من أنفاس شهب الثقب
أقرّ له الأعداء بالفضل والعلى	۹۴	وذلّ لديه كل ذي العز والنصب

۸۵ توضیح مرام گمراہی کی تاریکی کو کھول دیتی ہے۔ اور فتح اسلام تو فتح و غلبہ کی کنجی ہے۔

۸۶ اور آپ کی منظومات کے معجزے عقل کو حیران کر دیتے اور مقابلہ کرنے والے کو سوسمار سے بھی زیادہ سراسیمہ کر ڈالتے ہیں۔

۸۷ آن کا حسن و نظام آنکھوں کو سرور بخشتا اور سخن فہموں کے دلوں کو سرشار بھی کر دیتا ہے۔

۸۸ قصائد میں تو نور۔ صدق۔ ہدایت۔ توحید۔ اور قرب الہی کے حصول کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔

۸۹ کچھ عجب نہیں جو آسمان کے نورانی تارے اُن قصائد کے آگے سجدہ کرنیکے لئے زمین پر آرہیں۔

۹۰ آپ کا لطیف کلام کانوں کو لذت دیتا اور اُسکے معانی کی خوبی تو ہماری دانشوں کو اسیر ہی کر لیتی ہے۔

۹۱ آپ کی ذات مبارک نے عجائبات اسرار الہیہ سے ہمیں ایسے دقایق معارف دکھلائے ہیں جو کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

۹۲ اپنے کلمات طیبات سے مخالفوں کو عاجز کر دیا ہے اور معارضہ کرنیوالے کے پلے زیان اور وبال کے سوا کچھ نہیں پڑا

۹۳ تمام شیاطین انس و جن اُسکے ظہور سے رفوچکر ہو گئے ہیں گویا آپ کے انفاس اُنکے حق میں شہاب ثاقب ہو گئے۔

۹۴ دشمن بھی آپکی فضیلت کا اقرار کر چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے صاحب اختیار لوگ بھی آپ کے سامنے سر نیچا کر دیتے ہیں۔

دعا أمة من ههنا ثم ههنا	۹۵	فقال سويداء القلوب لها لبي
يؤثر في أتباعه ما يقوله	۹۶	ويكثرهم يوما فيوما ولا يكبي
ويحمده من شط منه ومن دنا	۹۷	سوى من يرى في الدين غيرا ولي الارب
وكم من كبير القوم أصغى وإنما	۹۸	حذارا على الدنيا الى جنبه اجتنب
فلم يبق الا من تعدى بجهله	۹۹	يماري مراء عن غوايته ينبي
إذا قيل برز واختبره مناظرا	۱۰۰	يفر ويهذي بالوقاحة والجهب
وأكبر منه من غره نشوة جهله	۱۰۱	بانكاره من يدعي العلم عن كذب
يميل الى الطاغوت طورا وتارة	۱۰۲	الى الرفض ثم النيچر الكفر كالضب
ويتبع طورا ووقتا مقلد	۱۰۳	وعبد النصارى مرة ناصر الصلب
تزيا بزي الكفر يشري به الهدى	۱۰۴	ويبغي رضى الكفار في سخط الرب

۹۵ اُس نے قوم کو ہر سمت سے آواز دی جسے سُن کر سویدائے دل نے کہا کہ اُسے مان ہی لو۔

۹۶ آپکا کلام معجز نظام پیرؤوں کے دلوں میں پوری تاثیر کرتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہی کہ انھیں روز افزوں ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ تنزل نہیں۔

۹۷ سب ہی نزدیک و دور آپکی مدح سرائی کرتے ہیں۔ سوائے اُس بدقسمت کی جسے دین سے کوئی غرض واسطہ نہ ہو۔

۹۸ بڑے بڑے سرداران قوم کو آپکی باتیں دل میں لگ جاتی ہیں۔ مگر پھر دنیا سے ڈر کر آپ سے الگ ہو جاتے ہیں۔

۹۹ اب سوائے جاہل بے انجام کے اور کوئی نہیں رہا جو ناحق کے جھگڑوں سے اپنی گمراہی کا ثبوت دیتا ہی۔

۱۰۰ جب اُسے کہو میدان میں نکل اور مناظرہ کر کے حضرت مثیل کو آزمالے تو توک دم بھاگتا اور ناگفتنی باتیں [illegible]

۱۰۱ اور سب سے بڑھکر ایک جاہل ہی جو نادانی کے نشے میں چور ہو کر انکار پر کھڑا اور علم کا جھوٹا دعوے کرتا ہی۔

۱۰۲ کبھی تو وہ پاگل آدمی کیطرح طاغوت کیطرف جھک پڑتا ہی کبھی رافضی بن جاتا اور کبھی فرقہ ضالہ نیچریہ کا پہلو اختیار کر لیتا ہے۔

۱۰۳ وہ گرگٹ کیطرح رنگ بدلتا رہتا ہی کبھی ادہر کبھی ادہر کبھی کبھی نصارا کا غلام صلیب کا حامی بھی بن جاتا ہی۔

۱۰۴ کفر کا لباس پہن کر دین کو بیچتا ہی۔ اور اپنے مولا کی ناراضی میں کفار کو خوش کرنا چاہتا ہی۔

وماهاجه شيء سوى حسد له	۱۰۵	وذاك داء لا يعالج بالطب
إذا بهت المرتاب عند حجاجه	۱۰۶	تبادر للبهتان والشتم والقشب
ولم يدر أن الله ينصر عبده	۱۰۷	على الجاهل المرتاب والمبطل الخب
ومن يخذل المبعوث يخذله ربه	۱۰۸	ويجعله في خلقه عالي الكعب
ومن لم يعاونه سيبك تأسفا	۱۰۹	ويلق أثاما بالمذلة والكرب
هلموا عباد الله واستمعوا له	۱۱۰	وقوموا جميعا قومة الجحفل اللجب
أعينوه بالأموال وافدوه بالنفوس	۱۱۱	تنجوا من الآفات في الخلف والنجب
عليكم عليكم باتباع إمامكم	۱۱۲	فنعم إمام جاء فيكم من الرب
يقودكم نحو الهدى فاقتدوا به	۱۱۳	ووالوه بالإخلاص والصدق والرغب
أتاكم ببرهان وما فيه مرية	۱۱۴	فلا تبطلوه بالممارأة والشغب

۱۰۵ اُس کی مخالفت کی اور کوئی وجہ سوائے حسد کے نہیں۔ اور اس بیماری کا علاج تو طبیب بھی نہیں۔

۱۰۶ جب وہ اللہ کی باتوں میں شک لانے والا مباحثہ میں ہار کر بغلیں جھانکنے لگا تب گالی گلوچ جھوٹ اور بہتان لئے بولیگا

۱۰۷ اور یہ نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بہ مقابلہ جاہل شکی مبطل دہوکے باز کے اپنے بندہ کا ناصر ہے۔

۱۰۸ اصل یہی کہ جس نے بھیجے ہوئے کو چھوڑا اس کو اس کا رب بھی ضرور چھوڑیگا اور وہ اسی خلقت میں ذلیل کریگا۔

۱۰۹ جس نے آج اُسکی مدد نہ کی کل وہ افسوس کہا کر روئے گا۔ اور بڑی ذلت و رسوائی کے علاوہ سخت گنہگار ہوگا۔

۱۱۰ آو۔ اے خدا کے بندو! اس کی باتیں سنو۔ اور جرار لشکر کیطرح سب کے سب اُٹھ کھڑے ہو۔

۱۱۱ مالوں سے اُسکی مدد کرو۔ جانوں کو اُس پر فدا کرو تو تم تمام دکھ درد کی آفتوں سے نجات پاؤ گے۔

۱۱۲ اس اپنے امام کی پیروی کو فرض سمجھو۔ کیونکہ رب تعالےٰ کیطرف سے یہ خوب امام تم میں آیا ہے۔

۱۱۳ وہ تمھیں ہدایت کیطرف لیجاتا ہے اس کے پیچھے آؤ اور اخلاص صدق اور رغبت سے اسکو پیار کرو۔

۱۱۴ تمہارے پاس واضح برہان لایا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اب ناحق کے جھگڑوں فساد سے اُس کا ابطال نہ کرو۔

هو النعمة العظمی من الله فاشکروا	۱۱۵	ولا تکفروها بالتمرد والنکب
هو الغیث فیکم فاقدروا حق قدرہ	۱۱۶	یروی البرایا کالصبیب من السحب
هو النور بین الرشد والغی فی الوری	۱۱۷	به تنجلی سود الاساءة والذنب
وللہ عینا من رآه فانه	۱۱۸	علی شرف اعلی وقد فاز بالحسب
عجبت لمن لم یستبن بعد امرہ	۱۱۹	وقد بلغ الابکار فی الخدر والحجب
ویا عجبی ممن اساء ظنونه	۱۲۰	به وهو یهدیهم الی خالص الحب
ابی الله الا ان یرید اعتلاءه	۱۲۱	ومن یتحی ما شاء للمحو والقلب
ابی الله الا ان یضیئ سراجه	۱۲۲	ومن ذا الذی یطفیه بالنفخ والحصب
لحی الله من ولاه بالبغی مدبرا	۱۲۳	یثیر علیه الناس بالویل والحرب
لک الله قد ارسلت فینا مکرما	۱۲۴	فاهلا وسهلا مرحبا بک یا محبی

۱۱۵ وہ اللہ کیطرف سے بڑی نعمت ہے - اس کی قدر کرو شکر کرو - اور روگردانی سے کفران نعمت کے ملزم نہ ہو-

۱۱۶ وہ تم میں ابر رحمت ہے اس کی پوری قدر کرو - یہ آسمانی باران کیطرح مخلوقات کو سیراب کرتا ہے-

۱۱۷ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنیکے لئے عالم میں ایک نور ہے اسی سے بدکاریوں اور گناہوں کی تاریکی دور ہوگی-

۱۱۸ مبارک ہو وہ آنکھ جس نے اُسے دیکھا کیونکہ اُسے بڑا ہی شرف اور بڑا ہی اجر حاصل ہوا-

۱۱۹ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جس پر اب تک اس امام کا معاملہ واضح نہیں ہوا حالانکہ پردہ نشین کنواریوں تک تو یہ دعوت پہونچ گئی ہے-

۱۲۰ اس پر تو بڑا ہی تعجب ہے جو اب تک اُس پر بدظنی رکھتا ہے حالانکہ وہ تو خالص حب آلہی کی انھیں راہ دکھاتا ہے-

۱۲۱ اللہ تعالے نے قطعی فیصلہ کرچکا ہے کہ اس امام کی عظمت و قدر بڑھے گی - اور جسے خدا قائم رکھنا چاہے اُسے کون مٹا سکے یا ادل بدل کر سکے-

۱۲۲ اللہ تعالے نے ضرور اُس کے چراغ کو منور رکھنے والا ہے - کون ہے جو پھونکوں اور کنکروں سے اُسے بجھا دے ؟-

۱۲۳ خدا کی پھٹکار اس پر جو اُس سے روگرداں ہوتا اور سفلہ لوگوں کو اُسکے مقابلہ کیلئے جوش دلاتا ہے -

۱۲۴ اللہ تعالے نے تیرے سر پر تھا ہو! تو ہم میں مکرم و معظم بھیجا گیا ہے - آئیے آئیے اے فیاض کریم ہمارے سر آنکھوں پر بیٹھیے-

واشقى عباد الله من صار جاحدا	۱۲۵	لفضلك واستهواه ابليس فى الشغب
فاخزاه فى الدنيا وسود وجهه	۱۲۶	وقدامه يوم الندامة والسعب
دعانى الى ذا النظم صدق مودة	۱۲۷	وفرط اشتياق كان مستوطن القلب
فهاك امام المومنين حديقة	۱۲۸	منضرة الاشجار مخضرة القضب
ودونك منى روضة مستطابة	۱۲۹	سقاها الحيا سقى السحائب لا الغرب
يروق عيون الناظرين ابتسامها	۱۳۰	اذا سرحت فيها قلوبهم يطبى
قواف تزيد السامعين اشتياقكم	۱۳۱	اذا انشدوها نحوا عتابكم يصبى
احن اليكم والديار بعيدة	۱۳۲	وشوق لقاء يجد العين بالسكب
تهز النسيم القلب حين هبوبها	۱۳۳	كهز لسانى بالثناء بما ارطب
سقام وبعد ثم عذر ووحدة	۱۳۴	فكيف الحدور والسهل فى المرتقى العصب

۱۲۵ بڑا ہی شقی بندہ ہے جو تیری فضیلت کا منکر ہوا۔ اور اُسے شیطان نے وادیٔ ضلالت میں پھینک دیا

۱۲۶ خدا نے اُسے دنیا میں ذلیل اور روسیاہ کر دیا اور عاقبت میں اسکے سامنے دخول جہنم اور ندامت ہے۔

۱۲۷ میں نے یہ قصیدہ مدحیہ محض اخلاص محبت اور کمال اشتیاق سے جو میرے دل میں جاگزین ہے لکھا ہے۔

۱۲۸ اے امام المومنین لیجئے یہ ایک باغ ہے جس کی شاخیں اور درخت سب سرسبز ہیں۔

۱۲۹ میری طرف سے یہ باغ عجیب تحفہ قبول فرمائیے۔ یہ باغ سدا سرسبز رہنے والا ہے اور کبھی خزاں کا منہ نہ دیکھے گا۔

۱۳۰ اس کی شگفتگی ناظرین کی آنکھوں کو خنک کر دیتی ہے اور جب اُن کے دل اس میں سیر و تفریح کریں تو انھیں خوش و خرّم کرتی ہے۔

۱۳۱ یہ ایسے اشعار ہیں کہ جب پڑھے جائیں گے تو سامعین کے دلوں میں اشتیاق پیدا کریں گے پھر وہ شوق حضور کی آستان بوسی کی طرف انھیں مائل کرے گا۔

۱۳۲ میں آپ کا مشتاق ہو رہا ہوں۔ ملک بہت دور ہے اور شوق ملاقات میں میری آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں۔

۱۳۳ جب نسیم چلتی ہے میرے دل کو جنبش دیجاتی ہے جسطرح میری زبان حضور کی مدح و ثنا میں ہمیشہ حرکت کرتی رہتی ہے۔

۱۳۴ بیماری۔ دوری۔ عذر اور تنہائی اور اس پر دشوار گزار بیابان اور کٹھن منزلیں میری راہ میں حائل ہیں۔

واشكو عدواً لا يزال بمرصد	١٣٥	يراقبني فيما اقول وما انبي
مداج يهيج الشر من اي وجهة	١٣٦	ويرشقني ارشاق من ريع بالسلب
يحرق انيابه على عداوة	١٣٧	كأني اوجعت المنافق بالغصب
بمقدمك الميمون طابت بشارة	١٣٨	واسفرت الدنيا لكل اخي لب
وزالت بها الاتراح عن قلب مكمد	١٣٩	وقام به داعي المسرة والرحب
فلا زلت للاسلام عوناً وعزة	١٤٠	يهابك من يأباه في الشرق والغرب

١٣٥ میں ایک دشمن کی شکایت کرتا ہوں جو برابر گھات میں لگا ہوا میرے اقوال کو تاکتا رہتا ہے۔

١٣٦ وہ ایک منافق ہے جو ہر طرح شر اٹھاتا رہتا ہے۔ اور مجھے یوں تیر مارتا ہے جیسے وہ شخص جسے اُسکا اسباب لوٹنے کی دہمکی دی جاوے۔

١٣٧ وہ مارے بغض کے مجھ پر دانت پیستا رہتا ہے جیسے میں نے اُس کا کچھ چھین کر اسے ستایا ہے۔

١٣٨ حضور کے قدوم مبارک سے دنیا بشارت پاکر خوش ہوگئی ہے اور عقلمندوں کو روشن نظر آنے لگی ہے۔

١٣٩ اُس بشارت کو پاکر آزردہ دلوں کے رنج دور ہوگئے اور بجائے اس کے دلوں میں خوشی اور فراخی کے ولولے پیدا ہوگئے۔

١٤٠ میری دعا ہے کہ حضور اسلام کے مددگار اور باعث عزت رہیں! اور منکران اسلام شرق و غرب سے آپ سے خوف کھاتے رہیں۔

مابین

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ

اور

مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی

دہلی میں

پرچہ نمبر (۱)

مولوی محمد بشیر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد ارباب علم و دین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعویٰ جناب مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونے کا ہے لیکن جناب ممدوح کے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام میں منظور کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب جناب مرزا صاحب کا مدعی کا ہے لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلہ حیات مسیح علیہ السلام تحریر کرے اور اس میں بحث صعود و نزول وغیرہ کا خلط نہ کیا جائے فاقول بحول اللہ وقوتہ وما توفیقی الا بہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ جاننا چاہیے کہ دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام کی پانچ آیتیں ہیں۔ **دلیل اول** یہ ہے قال اللہ تعالٰی فی سورۃ النساء وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیٰمۃ یکون علیھم شھیدًا۔ وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمنن میں نون تاکید کا آیا ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے ماضی اور حال کی تاکید کے لئے نون نہیں آتا ہے ازہری التصریح میں لکھتا ہے ولا یؤکد بھما الماضی لفظًا ومعنی مطلقًا لانھما یخلصان مدخولھما للاستقبال وذالک ینافی المضی انتہی اور دوسری جگہ لکھتا ہے

ولا یجوز تأکیدہ بھما اذا کان منفیا او کان المضارع حالا کقراءۃ ابن کثیر لاقسم بیوم القیٰمۃ - و
قول الشاعر یمینا لابغض کل امرء + یزخرف قولا ولا یفعل + فاقسم فی الاٰیۃ والبغض فی البیت
معناھما الحال لدخول اللام علیھما وانما لم یؤکدا بالنون لکونھا تخلص الفعل للاستقبال وذلک
ینافی الحال انتھٰی + فوائد ضیائیہ میں ہے تختص ای نون بالفعل المستقبل فی الامر والنھی والاستفھام والتمنی
والعرض والقسم - وانما اختصت ھذہ النون بھذہ المذکورات الدالۃ علی الطلب دون الماضی
والحال لانہ لا یؤکد الا ما یکون مطلوبا انتھٰی - عبد الحکیم تکملہ میں کہتے ہیں لان النون تخلص المضارع للاستقبال
فکرھوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمۃ واحدۃ معنی میں ہے ولا یؤکد بھما الماضی مطلقا واما
المضارع فان کان حالا لم یؤکد بھما وان کان مستقبلا اکد بھما وجوبا فی نحو واللّٰہ لاکیدن
اصنامکم انتھٰی - شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے - واعلم ان الاصل فی نون التاکید ان تلحق
باٰخر فعل مستقبل فیہ معنی الطلب کالامر والنھی والاستفھام والتمنی والعرض نحو اضربن زیدا
ولا تضربن وھل تضربنہ ولیتک تضربن فتفلح فتحقیق - واختص بما فیہ معنی الطلب لان
وضعہ للتاکید والتاکید انما یلیق بما یطلب حتی یوجد ویحصل فیعتنی بوجدان المطلوب
ولا یلیق بالخبر المحض لانہ قد وجد وحصل فلا یناسبہ التاکید واختص بالمستقبل لان الطلب
انما یتعلق بما لم یحصل بعد لیحصل وھو المستقبل بخلاف الحال والماضی لحصولھما
والمستقبل الذی ھو خبر محض لا تلحق نون التاکید باٰخرہ الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما
یدل علی التاکید کلام القسم وان لم یکن فیہ معنی الطلب لان الغالب ان المتکلم یقسم
علی مطلوبہ انتھٰی - اور ایسا ہی بلا اختلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے قرآن مجید اور سنّت مطہرہ میں بھی
نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کے لئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا
اس مقام پر چند آیات نقل کیجاتی ہیں سورہ بقر میں ہے فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف
علیھم ولا ھم یحزنون اور بھی اسی میں ہے فلنولینّک قبلۃ ترضٰھا اور اسی میں ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف
والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات - سورہ آل عمران میں ہے واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیّن
لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور بھی اسی میں ہے
لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی

کثیراً اور بھی اسی میں ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ۔ اور بھی
اسی میں ہے۔ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنہم سیئاتھم
ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر سورہ نساء میں ہے ولاضلنھم ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن
آذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ سورہ مائدہ کے رکوع گیارہویں میں ہے لتجدن اشد الناس عداوۃ
للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ اسی سورہ کے
تیرہویں رکوع میں ہے یا ایھا الذین آمنوا لیبلونکم اللہ بشیء من الصید سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے
لیجمعنکم الی یوم القیمۃ لاریب فیہ۔ سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن
المرسلین فلنقصن علیھم اسی سورۃ کے چودہویں رکوع میں ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف
ثم لاصلبنکم۔ اسی سورہ کے اکیسویں رکوع میں ہے۔ واذ تاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیمۃ
من یسومھم سوء العذاب۔ سورہ ابراہیم کے دوسرے رکوع میں ہے ولنصبرن علی ما آذیتمونا سورہ
ابراہیم کے تیسرے رکوع میں ہے۔ وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا
فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین ولنسکننکم الارض من بعدھم سورہ نحل کے تیرہویں رکوع
میں ہے ولیبینن لکم یوم القیمۃ ما کنتم فیہ تختلفون اسی میں ہے۔ ولتسئلن عما کنتم تعملون۔ اسی میں ہے
من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم بنی اسرائیل کے پہلے رکوع
میں ہے۔ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علواً کبیراً۔ سورہ حج کے
چھٹے رکوع میں ہے۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ سورہ نور کے ساتویں رکوع میں ہے۔ وعد
اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من
قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ سورہ
نحل کے دوسرے رکوع میں ہے۔ لاعذبنہ عذاباً شدیداً او لااذبحنہ او لیاتینی بسلطان مبین۔ سورہ عنکبوت
کے ساتویں رکوع میں ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ سورہ محمد کے ۴ رکوع میں ہے ولتعرفنھم
فی لحن القول۔ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے۔ قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبئون بما عملتم۔ انشقت
کے ہے لترکبن طبقاً عن طبق۔ اگر جناب مرزا صاحب ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا
پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو یا کوئی عبارت کسی معتبر کتاب نحو کی جس میں

تصریح امر مذکور کی ہو تو میں اپنے اس مقدمہ کو بغیر صحیح تسلیم کر لونگا بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ حضرت عیسی کے پہلے مرنے حضرت عیسی سے اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آیندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ سب اہل کتاب اُس میں حضرت عیسی علیہ السلام پر حضرت عیسی علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاوینگے یہی ایک معنے اس آیت کے موافق محاورۂ عرب و قواعد نحو اور محاورہ کتاب و سنت کے صحیح ہیں اور اس کے ماعدا جتنے معنے ہیں سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤمنن کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا وہ چار معانی ہیں۔ اوّل وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہے کہ موتہ کے ضمیر کتابی کیطرف عائد ہے اور معنے یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسی پر اپنے مرنے سے پہلے یعنے نزع روح کیوقت اس تقدیر پر لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے نہونا ظاہر ہے اس لئے یہ معنے باطل ہیں دوسرے معنے وہ ہیں جو جناب مرزا صاحب نے کشفی طور پر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ میں لکھے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر اہل کتاب ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان رکھتا ہے قبل اس کے کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مرگیا فقط۔ یہہ معنے بھی بسبب اس کے کہ اس تقدیر پر لیؤمنن خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے باطل ہیں اور اس معنی کشفی کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں مگر ان کو اس بحث سے علاقہ نہیں ہے اس لئے ہم انکو یہاں بیان نہیں کرتے انشاء اللہ تعالے ان وجوہ کا ذکر ازالۂ اوہام کے رد میں بہ بسط بسیط کیا جائے گا۔ تیسرے وہ معنی ہیں جو جناب مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھے ہیں وہ یہہ ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شکت شبہ کے یہود و نصارے کے دلوں میں چلے آتے ہیں فقط۔ یہہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤمنن اس تقدیر پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا بلکہ ماضی کے لئے ہوجاتا ہے چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرید مخلص مرزا صاحب نے القول الجمیل کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مرجانے سے پیشتر ہی تسلیم کرے فقط اس عبارت کا مطلب اگر یہہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے یعنے یہہ جملہ انشائیہ ہے جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل اس پر قرینہ ہے تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس مقام پر غلط فاحش

فاحش کا مصدر ہوا ہے کیونکہ لیومنن میں لام مکسورہ لام الامر سمجھا ہے حالانکہ قرآن خوان اطفال بھی جانتے ہیں کہ
قرآن مجید میں لام مفتوحہ لام تاکید ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے
مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے یعنے یہ جملہ خبریہ ہے تو اس وقت لیومنن خالص استقبال کیلئے نہیں رہتا ہے
اس لئے یہ معنے غلط ہوئے اور وہ معنے اس آیت کے جو خاکسار نے اول بیان کئے سلف میں سے ایک
جماعت کثیر اسی طرف گئی ہے ان میں سے ہیں ابوہریرہ اور ابن عباس اور ابو مالک اور حسن بصری و قتادہ و عبد الرحمن
بن زید بن اسلم تفسیر ابن کثیر میں ہے حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته - قال قبل موت عیسی بن مریم و
قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلك قال ابو مالك فی قوله الا لیؤمنن به قبل موته قال ذلك عند
نزول عیسی بن مریم علیه السلام لا یبقی احد من اهل الکتاب الا آمن به وقال الضحاك عن ابن عباس
وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته یعنی الیهود خاصة وقال الحسن البصری یعنی النجاشی
واصحابه رواهما ابن ابی حاتم وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیة حدثنا ابو رجاء عن الحسن
وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسی وانه لحی الآن عند الله ولکن اذا
نزل آمنوا به اجمعون وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان اللاحقی حدثنا جویریة بن
بشیر قال سمعت رجلا قال للحسن یا ابا سعید قول الله عز وجل وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن
به قبل موته قال قبل موت عیسی ان الله رفع الیه عیسی وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاما یؤمن
به البر والفاجر وکذا قال قتادة وعبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد وهذا القول هو الحق کما
سنبینه بعد بالدلیل القاطع انشاء الله وبه الثقة وعلیه التکلان انتهی - اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے مخفی نہ رہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس معنی پر جسکو ہمنے صحیح اور مختار
کہا ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۶۸ - اور صفحہ ۳۶۹ میں چار اعتراض کئے ہیں ان سب کا جواب مسکت
بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے - اعتراض اول آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر
ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ
کرتا ہو - فقط جواب اس کا بدو وجہ ہے اول یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقیلہ موجود ہے جو آیت کو خاص زمانہ

مستقبل ہی داسطے کرتا ہے دوم یہ کہ ابن نعیم کے موافق آپ کے معنی اول جو ازالۃ الاوہام میں لکھے گئے ہیں بھی باطل ہوئے جاتے ہیں کیونکہ آپکے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں ان سب اہل کتاب کو بھی شامل ہی جو مسیح کے وقت میں اُن کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے حالانکہ اُن کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا قبل اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا غیر منصور ہی اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنے بھی باطل ہوئے جاتے ہیں وھذا غیر خفی علی من لہ ادنے تامل۔

اعتراض دوم احادیث صحیحہ بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہیں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مرینگے فقط جواب اس کا بدو وجہ ہے اول یہہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آوینگے بلکہ آیت میں تو صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اُن پر ایمان لے آوینگے پس ہوسکتا ہی کہ جن کفار کا علم الہی میں مسیح کے دم سے کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔ دوم ہوسکتا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی جیسا کہ آپ کے دونوں معنے کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہی بلکہ یقین مراد ہے

اعتراض سوم۔ مسلمانوں کا یہہ عقیدہ مسلم ہی کہ دجال بھی اہل کتاب میں سے ہوگا اور یہہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا فقط اس کا جواب بھی انہیں دو وجہوں سے ہی جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں اعادہ کی حاجت نہیں۔ اعتراض چہارم۔ مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہجائیں گے پھر قیامت آئے گی اگر کوئی کافر نہیں رہیگا تو وہ کہاں سے آجاوینگے فقط۔ یہہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے کیا مرزا صاحب یہ نہیں خیال فرماتے کہ یقینا دنیا میں ابتداءً ایک ایسا زمانہ بھی ہوچکا ہے کہ کوئی کافر نہ تھا پھر یہہ کفار جو اب تک موجود ہیں کہاں سے آگئے جیسی یہ کفار ہوگئے ایسا ہی بعد عیسی علیہ السلام کے بھی ہوجاوینگے۔ **دلیل دوسری**۔ یہ آیت سورہ آل عمران کی ہی۔

ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصلحین اس آیت سے علما نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے تفسیر ابو السعود میں ہے وبہ استدل علی انہ علیہ السلام سینزل من السماء لما انہ علیہ السلام رفع قبل التکھل قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ارسلہ اللہ تعالی وھو ابن ثلاثین سنۃ ومکث فی رسالتہ ثلثین شہرا ثم رفعہ اللہ تعالی الیہ تفسیر کبیر میں ہے قال الحسین بن الفضل

وفی ہذہ الآیۃ نص فی انہ علیہ الصلوۃ والسلام سینزل الی الارض ۔ بیضاوی میں ہے
وبہ استدل علی انہ سینزل فانہ رفع قبل ان اکتہل ۔ جلالین میں ہے ۔ یفید نزولہ قبل الساعۃ
لانہ رفع قبل الکہولۃ معالم میں ہے وقیل للحسین بن الفضل ہل نجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال
نعم قولہ وکہلاً وہو لم یتکہل فی الدنیا وانما معناہ وکہلاً بعد نزولہ من السماء انتہی ۔ یہ آیت
اگرچہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح نہیں ہے مگر بانضمام آیہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ
کے قطعی الدلالۃ ہوجاتی ہے اور اس پر ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے کہ جیسا کلام فی المہد ایک
آیت اور معجزہ ہے ایسا ہی کلام فی الکہولۃ معجزہ ٹھہرتا ہے کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام
وشراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے ورنہ کلام فی الکہولۃ تو سب ہی کہول
کیا کرتے ہیں حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہوا جسکو اللہ تعالے نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے
دلیل سوم ۔ سورہ نساء میں ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما ۔
یہ آیت بھی فی نفسہا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر اس سے رفع الروح مع الجسد ہے کیونکہ ما قتلوہ
اول و ثانی اور ما صلبوہ کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے بس یہ امر دال ہے اس پر کہ رفعہ
کے ضمیر منصوب کا بھی روح مع الجسد ہی علی الخصوص جب آیت وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ اس کے ساتھ
ضم کیجاوے تو یہ بھی قطعی الدلالۃ ہوجاتی ہے **دلیل چہارم** سورہ زخرف میں ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا
تمترن بہا واتبعون ہذا صراط مستقیم یہ آیت بھی فی نفسہا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے
مگر ظاہر یہی ہے کیونکہ ارجاع ضمیر انہ کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق و سباق ہے بس ضرور
مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہوئے اب یہاں تین احتمال ہیں یا حدوث مقدر رکھا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول
اول باطل ہے اس لئے کہ ہمارے آنحضرت صلعم کا حدوث علامتہ قربیہ قیامت کے ہے جیسا کہ حدیث صحیح
میں وارد ہے بعثت انا والساعۃ کہاتین پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور
ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے کیونکہ معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالیٰ میں برابر ہیں پھر تخصیص
معجزات عیسویہ کی کیا ہے بس متعین ہوا کہ مراد نزول ہے خاصکر جب کہ آیت وان من اہل الکتاب
جو قطعی الدلالۃ ہے اور احادیث صحیحہ بخاری و مسلم اس کی تفسیر واقع ہوگئی ہیں تو اس حیثیت سے یہ آیت
بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہوگئی **دلیل پنجم** آیت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

ہوا فقط اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں
جنکا تواتر جناب مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم فرمایا ہے اُن میں سے حدیث متفق علیہ
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن
ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی
لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوہریرۃ فاقرؤا ان
شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الآیۃ معنے حقیقی ابن مریم کے عیسیٰ بن مریم ہیں
اور صارف یہاں کوئی موجود نہیں بلکہ آیت وان من اہل الکتاب اس معنی کی تعیین کر رہی ہے پس نزول
عیسیٰ علیہ السلام متعین ہو گیا اس سے ظاہر ہی ہے کہ وہ زندہ ہیں ابن کثیر میں ہے وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی
حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ
قال فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ یہ حدیث اگرچہ
مرسل ہے لیکن آیت وان من اہل الکتاب اس کی صحت کی عاضد ہے یہ اخیر چار آیات اگرچہ ہر واحد
ان میں سے تنہا دلیل قطعی حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں ہے مگر تاہم بہ نسبت اُن تیس آیات کے جو جناب
مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام میں واسطے اثبات وفات حضرت مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں یہ آیات قوی
الدلالۃ حیات مسیح پر ہیں باقی رہا یہ امر کہ جناب مرزا صاحب نے تیس آیات واسطے اثبات وفات مسیح علیہ السلام
کے لکھی ہیں سو اُن کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہ آیات تین قسم کی ہیں اول وہ جن میں لفظ توفی بالتخصیص
حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے دوم وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی
ہیں سوم وہ آیات کہ نہ ان میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً صرف جناب مرزا صاحب نے
اُن سے محض اجتہاداً استنباط وفات کیا ہے قسم اول کا جواب یہ ہے کہ بعد فرض و تسلیم اس کے لفظ
توفی کے معنے حقیقی موت و قبض روح کے ہیں اور دوسرے معنے مجازی ہیں ہم کہتے ہیں کہ آیۃ وان من
اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہے حیات حضرت مسیح علیہ
السلام کی ثابت ہو گئی تو اب یہ آیت صارف ہو گئی آیات مذکورہ کی معنی حقیقی سے اس لئے آیات توفی
معنے مجازی پر محمول کیجاویں گی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہو سکتی ہیں وہ اخذ تام و قبض ہے جسکو اردو

ہیں پورا لینا کہتے ہیں اور توفی کا استعمال اخذ تام و قبض لغت سے ثابت ہے قاموس میں ہے وافی
علیہ اشرف وفلانا حقہ اعطاہ وافیا کتوفاہ واوفاہ فاستوفاہ وتوفاہ اور صحاح میں ہے اوفاہ حقہ
ووفاہ بمعنی اسے اعطاہ حقہ وافیا واستوفی حقہ وتوفاہ بمعنی مصباح المنیر میں ہے وتوفیتہ واستوفیتہ
بمعنی مجمع البحار میں ہے واستوعب حقہ ای اخذہ تاما صراح میں ہے ایفاء گزاردن حق کسے تمام وتقال
منہ اوفاہ حقہ ووفاہ استیفاء توفی تمام گرفتن حق اور قسطلانی میں ہے التوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت
نوع منہ انتہی۔ اور دوسرے معنے مجازی اماتت ہیں جنکو اردو میں سلا دینا کہتے ہیں اور توفی بمعنی اماتت
قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالے نے سورہ زمر میں اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم
تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری۔ اور فرمایا سورہ انعام میں ھو الذی
یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی اور قسم دوم کا جواب
بعد تسلیم عمومات کے یہہ ہے کہ آیت وان من اہل الکتاب جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے ان آیات کی
مخصص واقع ہوئی ہے اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ فی نفسہا ان معانی
کے محتمل ہیں جو جناب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں لیکن آیت وان من اہل الکتاب جو قطعی الثبوت
وقطعی الدلالۃ ہے ان احتمالات کو رد کرتی ہے لہذا وہ معانی باطل ہوئے صحیح معانی اُن آیات کے وہ ہیں
جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت وان من اہل الکتاب کے اور جواب تفصیلی ان آیات
کا جنکو مرزا صاحب کے واسطے ثبوت وفات کے پیش کیا ہے ازالۃ الاوہام کے جواب مین

انشاء اللہ بہ بسط بسیط لکہا جاوے گا واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والصلوۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم
۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ہجری روز جمعہ

محمد بشیر عفی عنہ

حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ اما بعد چونکہ مولوی محمد بشیر صاحب نے اس عاجز سے سلسلہ بحث کا جاری کر کے بارادہ اثبات حیات حضرت مسیح ابن مریمؑ ایک طولانی تقریر لکھی ہے اس لئے میرے پر بھی واجب ہوا کہ اظہار حق کی غرض سے اُس کا جواب لکھوں۔

سو پہلے میں صفائی بیان کے لئے اسقدر لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کا خیال ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو یہہ طے شدہ بات ہے کہ دعوے کا ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کسی کی وفات یا حیات کی نسبت جھگڑا ہو تو مدعی اُس کو قرار دیا جائے گا جو امور مسلمہ فریقین کو چھوڑ کر ایک نئی بات کا دعوے کرے مثلاً یہ بات فریقین میں مسلم ہے کہ عام قانون قدرت خدا تعالےٰ کا یہی جاری ہے کہ اس عمر طبعی کے اندر اندر جو انسان کیلئے مقرر ہے ہر یک انسان مرجاتا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی قرآن کریم کے کئی مواضع میں اس بات کو بتصریح بیان کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا یعنے تم پر دو ہی حالتیں وارد ہوتی ہیں ایک یہہ کہ بعض تم میں سے قبل از پیرانہ سالی فوت ہوجاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہونچتے ہیں یہانتک کہ صاحب علم ہونے کے بعد محض نادان ہوجاتے ہیں۔ اب اگر خلاف اس نص صریح کے کسی کی نسبت یہہ دعویٰ کیا جائے کہ باوجود اس کے کہ عمر طبعی سے صدہا حصے زیادہ اُس پر زمانہ گذر گیا مگر وہ نہ مرا اور نہ ارذل عمر تک پہونچا اور نہ ایک ذرہ امتداد زمانہ نے اُس پر اثر کیا تو ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا اس شخص کے ذمہ ثبوت ہوگا جو ایسا دعوے کرتا ہے یا ایسا عقیدہ رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم نے تو کسی جگہ انسانوں کے لئے یہہ ظاہر نہیں فرمایا کہ بعض انسان ایسے بھی ہیں جو معمولی انسانی عمر سے صدہا درجہ زیادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زمانہ اُن پر اثر کر کے اُنکو ارذل عمر تک نہیں پہنچاتا اور ننکسہ فی الخلق کا مصداق نہیں ٹھیراتا پس جب کہ یہہ عقیدہ ہمارے آقا و مولےٰ کی عام تعلیم سے صریح مخالف ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اس کا مدعی ہو ثبوت اُسی کے ذمہ ہے غرض حسب تعلیم قرآنی عمر طبعی کے اندر اندر مرجانا اور زمانہ کے اثر سے عمر کے مختلف حصوں میں گوناگوں تغیرات کا لحاظ ہونا یہاں تک کہ

بشرط زندگی ارذل عمر تک پہونچنا یہہ ایک فطرتی اور اصلی امر ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے جس کے بیان میں قرآن کریم بھرا ہوا ہے سو جو شخص اس اصلی امر کی مخالف کسی کی نسبت دعوے کرتا ہے اثبات دعویٰ اس کے ذمہ ہے مثلاً زید جو تین سو برس سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت دو شخصوں کی کسی قاضی کی عدالت میں یہہ بحث ہو کہ ایک اس کی نسبت یہہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور دوسرا یہہ بیان کرتا ہے کہ ابتک زندہ ہے اب ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کرے گا جو خوارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے اب ہمارے اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ دراصل ہمارے ذمہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وفات جو ہر یک انسان کے لئے حد مقررہ فطرت تک ایک طبعی امر ہے اس کا ثبوت دیں بلکہ ہمارے فریق مخالف کے ذمہ یہہ بار ثبوت ہے کہ ایک شخص حد مقررہ فطرۃ اللہ تک فوت نہیں ہوا بلکہ دراصل ابتک زندہ ہے اور صدہا برس کے مرور زمانہ نے اس پر ذرہ اثر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں کئی انبیاء وغیرہ کا ذکر کر کے ان کی موت کا کچھہ بیان نہیں کیا تو کیا اس سے یہہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ابتک زندہ ہیں بلکہ زندگی کسی کی جب ہی ثابت ہوگی کہ جب زندگی کا ثبوت دیا جائے گا ورنہ موت حیات کے ترک ذکر سے موت ہی سمجھی جائے گی۔

اب جب کہ یہہ بات فیصلہ پا چکی ہے کہ ہمارے ذمہ یہہ بار ثبوت نہیں کہ مسیح ابن مریم جو اور دوں کی طرح انسان تھا دوسرے نبیوں اور انسانوں کی طرح عمر طبعی کے دائرے کے اندر اندر فوت ہو گیا بلکہ حضرت مولوی صاحب کے ذمہ یہہ بار ثبوت ہے کہ مسیح ابن مریم انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر ابتک برخلاف نصوص عامہ قرآنیہ و حدیثیہ و برخلاف قانون فطرت مرنے سے بچا ہوا ہے اور زمانہ نے اس پر اثر کر کے ارذل عمر تک بھی نہیں پہونچایا۔ تو اب دیکھنا چاہئے کہ مولوی صاحب نے اس بارہ میں کیا ثبوت دیا ہے۔ اور کن آیات قطعیۃ الدلالۃ اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ کے کھلے کھلے منطوق سے اس عظیم الشان دعوے کو پایہ ثبوت پہونچایا ہے * * * سو واضح ہو کہ مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ دلیل پیش کی ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت کہ۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شہیدا حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی پر شاہد ناطق ہے اور چونکہ حضرت مولوی صاحب موصوف کے دل میں یہہ دہڑکا تھا کہ یہہ آیت تو ذوالوجوہ ہے اور تمام مفسرین کئی معنے اس کے کر گئے ہیں اور کسی مبسوط تفسیر میں اس کو ایک ہی معنے میں محدود نہیں رکھا گیا لہذا حضرت مولوی صاحب نے اس کو قطعیۃ الدلالت بنانے کے لئے

بہت سی کوشش کی ہے اور پوری جانفشانی سے ناخنوں تک زور لگایا ہے لیکن افسوس کہ وہ اس قصد میں ناکام رہے اور قطعیۃ الدلالت نہ بنا سکے بلکہ اور بھی شبہات ڈالدئے۔

مولویصاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہوجائے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ لیومنن میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کو لئے کردیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر کئے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جنکی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہوگیا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مولویصاحب نے اس تفتیش میں ناحق وقت ضائع کیا کیونکہ اگر فرض کے طور پر یہہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ لیومنن استقبال کے ہی معنے رکھتا ہے تاہم بھی کیونکر یہہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعیۃ الدلالت ہوسکتی ہے کیا استقبالی طور پر یہہ دوسرے معنے بھی نہیں ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا دیکھو یہہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریح ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الا لیومنن بہ قبل موتہم جس کا ترجمہ یہہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آوینگے اب دیکھئے کہ قبل موتہ کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کیطرف پھیرتے ہیں دوسری قرأت سے یہہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح کیطرف نہیں بلکہ اہل کتاب فرقہ کی طرف پھرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنے زیادہ تر قبول کئے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہوں اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یہہ آیت جسکی دوسری قرأت آپ کے خیال کو بکلی باطل ٹھیرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالۃ ٹھیر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے آپنے جو نون ثقیلہ کا قاعدہ پیش کیا ہے وہ سراسر مخدوش اور باطل ہے۔ حضرت ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لئے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں اگرچہ یہہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں۔ لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنے قائم رہے ہیں بلحال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشتراکی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کیطرح مراد لئے گئے ہیں یعنے ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہا تک بلا انقطاع برابر چلا گیا۔

پہلی آیات کی نظیر یہہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولنولینّك قبلۃ ترضٰہا فول وجھك شطر المسجد الحرام۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال ہی مراد ہے کیونکہ بمجرد نزول آیت کے بغیر توقف اور تراخی کے خانہ کعبہ کیطرف موںہہ پھیرنے کا حکم ہو گیا یہانتک کہ نماز ہی میں موںہہ پھیر دیا گیا۔ اگر یہہ حال نہیں تو پھر حال کسکو کہتے ہیں۔ استقبال تو اس صورت میں ہوتا کہ خبر اور ظہور خبر میں کچہہ فاصلہ بھی ہوتا اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ ہم تجکو اس قبلہ کی طرف پھیرنے میں جسپر تو راضی ہے سو تو مسجد حرام کیطرف مُنہ کر۔ اور ایسا ہی یہ آیت۔ وانظر الی الٰھك الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنّہ۔ الخ یعنے اپنے معبود کی طرف دیکہہ جسپر تو معتکف تہا کہ اب ہم اس کو جلاتے ہیں۔ اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں۔ کیونکہ استقبال اور حال میں کسیقدر بعد زمان کا ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسیکو یہ کہے کہ میں تجہے دس روپیہ دیتا ہوں سو لے مجہہ سے دس روپیہ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اُس نے استقبال کا وعدہ کیا ہے بلکہ یہہ کہا جائے گا کہ یہ سب کارروائی حال میں ہی ہوئی۔

اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمراری طور پر مشتمل ہیں ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ (۱) پہلی یہ آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور کرینگے ہم اُن کو اپنی راہیں دکھلا رہے ہیں اور دکھلائیں گے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جائے تو اس سے معنی فاسد ہو جائینگے اور یہہ کہنا پڑے گا کہ یہ وعدہ صرف آیندہ کے لئے ہے اور حال میں جو لوگ مجاہدہ میں مشغول ہیں یا پہلی مجاہدات بجا لاچکے ہیں وہ خدا تعالےٰ کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ بلکہ اس آیت میں عادت مستمرہ جاریہ دائرہ بین الازمنۃ الثلثہ کا بیان ہے جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہماری یہی عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں۔ کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں بلکہ سنت مستمرہ دائرہ سائرہ کا بیان ہے جسکے اثر سے کوئی زمانہ باہر نہیں۔

(۲) دوسری یہ آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے خدا مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوتے رہیں گے یہ آیت بھی ہر ایک زمانہ میں دائر اور عادت مستمرہ الٰہیہ کا بیان کر رہی ہے۔ یہ نہیں کہ آیندہ رسول پیدا ہونگے اور خدا اُنھیں غالب کرے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی زمانہ ہو حال یا استقبال یا گذشتہ سنت اللہ یہی ہے کہ رسول آخر کار غالب ہی ہو جاتے ہیں۔

(۳) تیسری آیت یہ ہے من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ

ولنجزینہم اجرہم باحسن ما کانوا یعملون یعنے ہماری یہی عادت اوریہی سنت ہی کہ جو شخص عمل صالح بجالاوے مرد ہو یا عورت ہو اور وہ مومن ہو ہم اسکو ایک پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اس سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں - اب اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبل سے وابستہ کردیا جائے تو گویا اس کے یہ معنے ہوں گے کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آئندہ اگر کوئی نیک عمل کرے تو اس کو یہ جزا دی جائے گی - اس طور کے معنوں سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالے نے آیت کے نزول تک نیکوکاروں کو وہ طیبہ عنایت نہیں کی تھی فقط یہ آئندہ کے لئے وعدہ تھا - لیکن جس قدر ان معنوں میں فساد ہے وہ کسی عقلمند پر مخفی نہیں - (۴) چوتھی آیت یہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز - یعنے وہ جو خدا تعالے کی مدد کرتا ہے خدا تعالے اُس کی مدد کرتا ہے - اب حضرت یہی آیت کے لفظ لینصرن کے آخر میں نون ثقیلہ ہے - لیکن اگر اس آیت کے یہ معنے کریں کہ آئندہ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہماری مدد کرے گا تو ہم اس کی مدد کرینگے تو یہ معنے بالکل فاسد اور خلاف سنت مستمرہ الہیہ ٹھہرینگے کیونکہ اللہ جل شانہ کے قدیم سے اور اُسی زمانہ سے کہ جب بنی آدم پیدا ہوئے یہی سنت مستمرہ ہی کہ وہ مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے یوں کیونکر کہا جائے کہ پہلے تو نہیں مگر آئندہ کسی نامعلوم زمانہ میں اس قاعدہ کا پابند ہو جائے گا اور ابتک تو صرف وعدہ ہی ہے عمل درآمد نہیں - سبحانہ ھذا بہتان عظیم -

(۵) پانچویں آیت یہ ہی والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنہم فی الصلحین - یعنے ہماری یہی سنت مستمرہ قدیمہ ہے کہ جو لوگ ایمان لاویں - اور عمل صالح کریں ہم اُنکو صالحین میں داخل کرلیا کرتے ہیں - اب حضرت مولوی صاحب دیکھئے کہ لندخلنہم میں نون ثقیلہ ہی - لیکن اگر اس جگہ آپ کی طرز پر معنی کئے جائیں تو اس قدر فساد لازم آتا ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہی کہ یہ قاعدہ آئندہ کے لئے باندھا گیا ہے اور اب تک کوئی نیک اعمال بجالاکر صلحاء میں داخل نہیں کیا گیا - گویا آئندہ کے لئے گنہگار لوگوں کی توبہ منظور ہے اور پہلے اس سے دروازہ بند رہا ہے - سو آپ سوچیں کہ ایسے معنے کرنا کس قدر مفاسد کو مستلزم ہے - حضرت قرآن کریم میں اس کے بہت نمونہ ہیں کہ نون ثقیلہ کے ساتھ مضارع کو بیان کر کے ازمنہ ثلاثہ اس سے مراد لئے گئے ہیں - مجھے امید ہے کہ آپ اس سے انکار کر کے بحث کو طول نہیں دینگے کیونکہ یہ تو اعلیٰ بدیہیات میں سے ہے انکار کی کوئی جگہ نہیں -

اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ نخواہ اور ہر ایک

جگہ بالخصوص طور پر استقبال کے معنے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسر قدیم وجدید جنہیں
میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمنن کے لفظ میں حال کے معنے بھی کرتے ہیں معالم وغیرہ
تفسیریں آپ کو معلوم ہیں حاجت بیان نہیں وہ لوگ بھی تو آخر قواعد دان اور علم ادب اور محاورہ عرب سے
واقف تھے۔ کیا وہ آپ کے اس جدید قاعدہ سے بے خبر رہے۔ اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے
جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اُس کے نزول کے بعد اُس پر ایمان نہیں
لاویگا یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ اوّل تو آپ سے آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ
کا مطالبہ ہے اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے نزول سے کہاں سمجھا جاتا ہے جو آسمان سے نزول ہو
خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے انزلنا الحدید کہ ہمنے لوہا اُتارا ہمنے لباس[1] اُتارا ہمنے نبی[2] اُتارا ہمنے چارپائے[3]
گھوڑے گدھے وغیرہ اُتارے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ سب آسمان سے ہی اُترے تھے۔ کیا کوئی حدیث
صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ سب درحقیقت آسمان سے ہی اُترے ہیں۔ پھر ہم نے
تسلیم کیا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں نزول کا لفظ آیا ہے مگر حضرت میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس لفظ سے کیا فائدہ
اٹھا سکتے ہیں مسافر کے طور پر جو ایک شخص دوسری جگہ جاتا ہے اسکو بھی نزیل ہی کہتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح
رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیا تھا موصوفہ بالا کے اُن معنوں پر وارد ہوتے ہیں
جو آپ کرتے ہیں اُٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کیا آپ کے نون
ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور لیؤمنن کے لفظ کی تعمیم بدستور قایم رہی اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنے کئے
جائیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جسقدر اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو ہریرہ
سے آپنے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ تسلیم کر چکے
ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے نزول کے بعد ہزارہا لوگ کفر کی حالت میں مرینگے اب اگر آپ ان کفار کو جو
کفر پر مر گئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا
ہے حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا اُن کا لکھا ہے یہ آپنے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا ہے کہ کفر پر تو مرینگے
مگر اُن کو حضرت عیسیٰ کی رسالت پر یقین ہوگا اور کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان

---

[1] قد انزلنا علیکم لباسا۔ [2] انزل اللہ ذکرا رسولا۔ [3] وانزلنا من الانعام ثمنیة ازواج

سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ یقین مراد ہے ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے اور صرف
عن الظاہر کے لئے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیے۔ جب کہ لفظ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت
قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوئی۔ اگر آپ لیومنن سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لینگے تو آپ کے مخالف
کا حق ہوگا کہ وہ حقیقی معنی مراد لیوے آپکو سوچنا چاہیے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت
کیا ٹھہری ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بدبخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل
سے یقین کر جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم
یعنے انہوں نے موسیٰ کے نشانوں کا انکار کیا لیکن اُن کے دل یقین کر گئے۔ اور ہمارے سید و مولے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنے کافر لوگ جو اہل کتاب ہیں ایسی
ایسے یقینی طور پر اس کو شناخت کرتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پس اگر ایمان سے مراد ایسا ہی ایمان ہے
جو جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم کا مصداق ہے تو پھر ہمارے علماء نے کیوں شور مچا رکھا ہے کہ اس
وقت اسلام ہی اسلام ہو جائے گا بلاشبہ قرآن شریف کا یہ منشاء نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے
اس تاویل کو خود رکیک سمجھکر اسی وجہ سے یہ دوسرا جواب دیا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے
پہلے ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب اُنپر ایمان لے آوینگے اور اس زمانہ سے پہلے
کفر پر مرنے والے کفر پر مرینگے۔ اب حضرت آپ انصافاً فرماویں۔ کہ ان معنوں کو آپ کے اُن معنوں
سے جو آیت لیومنن کی نسبت آپ بیان فرماتے ہیں موافقت ہے یا مخالفت ابھی آپ قبول کر چکے ہیں
کہ مسیح کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آوینگے اور اب آپ نے اس قبول کردہ بات سے
رجوع کر کے یہ نئے معنے نکالے کہ نزول کے بعد ضروری نہیں کہ تمام کفار ایمان لے آویں بلکہ بہتیرے
کفر پر بھی مرینگے حضرت آپ اس جگہ خود سوچیں کہ ان کا حرف کل اہل کتاب کو ایمانداروں میں شامل
کرتا ہے یا کسی کو باہر رکھتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اِنْ کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے
کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہجائے تو یہ لفظ بیکار اور غیر موثر ہو جاتا ہے۔ اوّل تو آپ نے اِنْ کے لفظ سے زمانہ
قبل از نزول کو باہر رکھا پھر آپ نے زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔ تو پھر اس
لفظ لانے کا فائدہ کیا تھا اور یہ تاویلیں آپ کو کسی حدیث یا آیت سے ملیں یا حضرت کا اپنا ہی ایجاد ہے
یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں شاید خدا تعالےٰ انہیں کا اثر آپ کے دل پر ڈالے۔ اللہ جل شانہ

فرماتا ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اب دیکھئے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فریق متبعین اور کفار کے باقی رہیں گے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ درمیان میں کوئی ایسا زمانہ بھی آوے کہ کفار بالکل زمین پر سے نابود ہو جائیں۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ یعنے قیامت کے دن تک ہم نے یہود اور نصاریٰ میں عداوت ڈالدی ہے اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے بھی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جائے تو پھر عداوت کیونکر قایم رہیگی حضرت ان نصوص صریحہ بینہ سے تو صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کفر کو اختیار کرنے والے قیامت کے دن تک رہیں گے۔ پھر اس کے یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ کچھ سوچکر جواب دیں۔

دوسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ یکلم الناس فی المھد وکھلاً اور آپ کہل کے لفظ سے درمیانی عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنے جوان مضبوط کے لکھے ہیں اور یہی معنے قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں موجود ہیں اور سیاق آیات کا بھی انہیں معنوں کو چاہتا ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس کلام سے مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خوردسالی کے زمانہ میں کلام کر کے اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا پھر ایسا ہی جوانی میں پہنچکر اور مبعوث ہو کر اپنی نبوت کا اظہار کرے گا سو کلام سے مراد وہ خاص کلام ہے جو حضرت مسیح نے اُن یہودیوں سے کیا تھا جو یہ الزام اُن کی والدہ پر لگاتے تھے اور جمع ہو کر آئے تھے کہ اے مریم تو نے یہ کیا کام کیا۔ پس یہی معنے منشاء کلام الٰہی کے مطابق ہیں اگر ادھیڑ عمر کے زمانہ کا کلام مراد ہوتا تو اس صورت میں یہ آیت نعوذ باللہ لغو ٹھہرتی گویا اس کے یہ معنے ہوتے کہ مسیح نے خوردسالی میں کلام کی اور پھر پیرانہ سالی کے قریب پہونچکر کلام کرے گا اور درمیان کی عمر میں بے زبان رہے گا مطلب تو صرف اتنا تھا کہ دو مرتبہ اپنی نبوت پر گواہی دے گا منصف کے لئے ایک بخاری کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ پھر جس حالت میں آپ خود مانتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں اور جس آیت کا سہارا آپکو دیا گیا تھا وہ آپ کی مخالف ثابت ہو گئی تو پھر یہ آیت جو خود آپ کے اقرار سے قطعیۃ الدلالت نہیں کیا فائدہ آپکو پہونچا سکتی ہے

تیسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ سورت نساء میں ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ آپ اس میں بھی قبول کرتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں مگر باوجو

اس لئے آپ کے دل میں یہ خیال ہے کہ اس رفع سے رفع مع الجسد مراد ہے کیونکہ ما قتلوہ وما صلبوہ کے ضمیر کا مرجع بھی روح مع الجسد ہے۔ لیکن حضرت آپکی یہ سخت غلطی ہے۔ نفی قتل اور نفی مصلوبیت سے تو صرف یہ مدعا اللہ جل شانہ کا ہے کہ مسیح کو اللہ جل شانہ نے مصلوب ہونے سے بچالیا اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ اس وعدہ کے ایفا کیطرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور اس آیت کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھنے کے لئے اس آیت کو بغور پڑھنا چاہیئے جس میں رفع کا وعدہ ہوا تھا اور وہ آیت یہ ہے یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ۔ حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا تھا یہ وہی وعدہ ہے جو آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں پورا کیا گیا اب آپ وعدہ کی آیت پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ اس کے پہلے کون لفظ موجود ہیں تو فی الفور آپ کو نظر آجائے گا کہ اس سے پہلے انی متوفیک ہے اب ان دونوں آیتوں کے ملانے سے جن میں سے ایک وعدہ کی آیت اور ایک ایفا وعدہ کی آیت ہے آپ پر کھل جائے گا کہ جس طرز سے وعدہ تھا اسی طرز سے وہ پورا ہونا چاہیئے تھا یعنے وعدہ یہ تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اس سے صاف کھل گیا کہ ان کی روح اٹھائی گئی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی اٹھائی جاتی ہے نہ کہ جسم۔ خدا تعالے نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ میں تجھے آسمان کیطرف اٹھانے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جو لوگ موت کے ذریعہ سے اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اسی قسم کے لفظ ان کے حق میں بولے جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالے کیطرف اٹھائے گئے یا خدا تعالے کیطرف رجوع کر گئے جیسا کہ اس آیت میں بھی ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چوتھی دلیل آپنے یہ پیش کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا اس جگہ بھی آپ مان گئے ہیں کہ یہ آیت آپ کے مطلب پر قطعیۃ الدلالت نہیں ہے۔ لیکن میں آپکو محض للہ یاد دلاتا ہوں کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں ایک فرقہ صدوقی نام تھا جو قیامت سے منکر تھے پہلی کتابوں میں بطور پیشین گوئی کے لکھا گیا تھا کہ ان کو سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپ کے ہوگی۔ اور یہ انکے لئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ جلّ شانہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ولنجعلہ آیۃ للناس

اس جگہ الناس سے مراد وہی صدوقی فرقہ ہے۔ جو اس زمانہ میں بکثرت موجود تہا چونکہ توریت میں قیامت کا ذکر بطاہر کسی جگہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے یہ فرقہ مردوں کے جی اٹھنے سے بکلی منکر ہو گیا تہا۔ ابتک بائیبل کے بعض صحیفوں میں موجود ہے کہ مسیح اپنی ولادت کے رو سے بطور علم الساعۃ کے ان کے لئے آیا تہا۔ اب دیکھئے اس آیت کو نزول مسیح سے تعلق کیا ہے اور آپکو معلوم ہے کہ مفسرین نے کسقدر جدا جدا طور پر اس کے معنے لکھے ہیں ایک جماعت نے قرآن کریم کیطرف ضمیر انہ کی پھیری ہی کیونکہ قرآن کریم سے روحانی طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں اور اگر خواہ نخواہ تحکم کیطور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول اُن لوگوں کے لئے جو آنحضرت صلعم کے عہد میں تھے نشان قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لایق ہوگا اور جسکو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کرکے قیامت کا نشان ٹھہرے گا۔! تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوئے۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابہی موجود نہیں پہر یہ کہنا کسقدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ شک مت کرو ہم نے دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی۔ دلیل پنجم آپنے بیان فرمائی ہی کہ حدیث بخاری اور مسلم میں مسیح کے نزول کے بارے میں لکھا ہے۔ اور ابو ہریرہ نے اس تقریب پر فرمایا ہے فاقرأوا ان شئتم وان من اھل الکتاب۔ الخ حضرت یہہ کچھہ دلیل نہیں نزول مسیح موعود سے کسکو انکار ہے اور ہم ابو ہریرہ حجت کی لایق نہیں اور ابو ہریرہ نے فاقرأوا ان شئتم میں شک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ وہی صحابی ہیں جو حدیث دخول فی النار کو سنکر اس دہوکہ میں پڑے رہے جو ہم میں سے سب سے آخر مرنے والا دوزخ میں پڑے گا پیشگوئی کو اجتہادی طور پر سمجہنے میں انبیا نے بہی غلطی کہائی فذھب وھلی کی حدیث آپکو یاد ہوگی پہر ابو ہریرہ نے اگر غلطی سے پیشگوئی کے الٹے معنے سمجہہ لئے تو کیا حجت ہو سکتی ہی۔

پہر آپ ابن کثیر سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حسن سے روایت ہی کہ ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم یہ حدیث مرسل ہی پہر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی ماسوا اس کے یہہ بخاری کی حدیث صحیح مرفوع متصل سے جو حضرت عیسیٰ کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہی۔ پہر کیونکر سند کی لایق ہے۔

بعد اس کے آپنے میرے دلایل وفات مسیح پر جرح کیا ہی۔ یہہ جرح سراسر آپکی عدم توجہ پر دلالت کرتی ہی میں اسوقت ایسے دلایل پیش کرنا نہیں چاہتا تہا۔ آپکے دلایل حیات مسیح کا فیصلہ کرکے پہر پیش کروں گا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً کل شیء فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

پرچہ نمبر (۲) مولوی محمد بشیر صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً مسلماً۔ اللھم انصر من نصر الحق و اخذل الباطل واجعلنا منھم واخذل من خذل الحق و نصر الباطل ولا تجعلنا منھم۔ امابعد واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور اصل در عمدہ بحث خاکسار کی تحریر میں نون تاکید کی ہی۔ جناب مرزا صاحب اُس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ اُن عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں کچھ جرح کی فقط اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیح علیہ السلام پر آیت اولیٰ ہے میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہی۔ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جناب مرزا صاحب کو چاہیئے کہ اصل بحث آیت اولیٰ کی رکھیں دوسری ابحاث کو تبعی واستطرادی تصور فرما دیں فقط۔

قولہ۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہی۔ کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو

اقول۔ اس میں کلام ہے بچند وجوہ۔ **اوّل** یہ کہ جب حسب ارشاد آپکے بار ثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔ **دوم** بار ثبوت وفات کا آپ کے ذمہ نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعوے کیا ہے کہ حضرت مسیح دنیا میں نہ آوینگے اور جو دلیل اُس پر پیش کی ہی حاصل اُس کا یہ ہی کہ مسیح وفات پا چکے اور جو کوئی وفات پا چکتا ہی وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہی اور جو جنت میں داخل ہو جاتا ہی وہ جنت سی نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کی ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہی۔ **سوم** آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب ع۱۲ میں لکھا ہی۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہی اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے سو پہلا اور اصل امر الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہی کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعوے ہے اس لئے بار ثبوت وفات آپ کے ذمہ ہی۔ بالجملہ بار ثبوت وفات دو حیثیت سی آپ کے ذمہ ہی۔ ایک اس حیثیت سی کہ یہ اصل دعوے آپ کا ہی۔ دوسرے اس حیثیت سی کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے کی

دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے **چہارم** اگر بار ثبوت آپکے ذمہ نہیں ہے تو یہہ کام عبث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلہ وفات مسیح توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قولہ ۔ مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہو جاوے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے ۔ کہ آیت کے لفظ لیؤمنن میں نون تاکید ہے ۔ اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے ۔ **اقول** اس قاعدہ کو جدید قاعدہ کہنا نہایت محل استبعاد ہے ۔ اگر مرزا صاحب یہ میری ہی تحریر کو غور سے پڑہتے تو معلوم ہو جاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبد الحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے ۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا ۔ یہاں تک کہ مبتدی خوان اطفال بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بمعنی استقبال کر دیتا ہے ۔

قولہ ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کیلئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جنکی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہو گیا ہے ۔ **اقول** ۔ خاکسار کی اصل دلیل اتفاق ائمہ نحات کا ہی اس قاعدہ پر اس کا جواب مرزا صاحب نے مطلق نہیں دیا ۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کیلئے البتہ لکھی گئی ہیں مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کے توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں ۔ **قولہ** کیا استقبال کے طور پر یہہ دوسرے معنے ہی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لاوے گا **اقول** مخفی نہ رہے کہ آیت کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کیوقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جسکو وہ نہ جانتا تھا جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے ۔ یعنے نزول آیت کے قبل کے زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے کیجئے گا تو یہہ شبہ ہوگا کہ یہ امر زمانہ ماضی و حال کو شامل نہیں ہے اور یہہ خلاف نفس الامر ہے پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے انکو ایمان پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید و تحریض سے وہی اہل کتاب منتفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں نہ وہ جو پہلے مرچکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں ہیں اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ اختیار کیا جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو بھی وعید و تحریض ان اہل کتاب کی حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں

اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا۔ یعنے بجائے لیؤمنن کے لفظ یؤمن اختیار کیا جاتا یعنے یوں کہا جاتا وان من اھل الکتب الا لیؤمن بہ قبل موتہ یہ عبارت ایسی عمدہ ہو کہ اس میں وعید و تحریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہو اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہو اور اختصار بھی حاصل ہو یعنے لام و نون نہیں ہے پس قرآن مجید کی بلاغت کی جو حد اعجاز کو پہونچگئی ہو خلاف ہو کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمنن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ اور یہ سب محذور خالص معنی استقبال پر حمل کرنے ہی پیدا ہوتا ہے۔ محصل کلام اس مقام پر یہ ہو کہ منشاء وہم آیت کے یہہ تقدیر باطل ہیں اگر خالص استقبال پر محمول کیجئے تو کلام حق تعالے جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہونچ چکا ہی بلاغت سے گراجاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہی قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے

قولہ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہی جو بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے الا لیؤمنن بہ قبل موتہم۔ **اقول**۔ اس میں کلام ہو بچند وجوہ۔ اوّل یہ کہ اس قرأت کی بنا پر بھی معنے دوم صحیح نہیں ہوتے ہیں کیونکہ لیومنن کو یا تو خالص استقبال پر محمول کیا جائے گا تو کلام حق تعالے جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہونچگیا ہی۔ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہی اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہی قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے **دوم** یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف نہیں ہی کیونکہ اس قرأت پر یہ معنے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لاوے گا اور یہ معنے معنے اول کیساتھ جمع ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام مراد لیا جاوے **سوم** یہ کہ یہہ قرأت غیر متواترہ ہے اور قرأت غیر متواترہ عموماً قابل احتجاج نہیں ہو بلکہ جب بسند صحیح متصل منقول ہو اور یہاں سند متصل صحیح اس کی مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمائی مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس کی سند بیان فرماویں اور اس کی سب رجال کی توثیق کریں و دونہ خرط القتاد۔ **چہارم** یہ کہ مرزا صاحب نے قبل موتہ کی ضمیر توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں جو الہامی ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع کی ہو اور یہ قرأت اس خیال کو بکلی باطل ٹھرا رہی ہے۔ مرزا صاحب یہ تو خیال فرماویں کہ وہ معنی کہ جس کی تصحیح و تقویت کے وہ آپ درپے ہیں۔ اور یہہ محض بغرض توڑنے دعوے اس خاکسار کے ہو وہ خود نفس الامر میں اُن کے نزدیک غیر صحیح ہیں کیونکہ اس تقدیر پر استدلال اُن کا موت مسیح پر آیت وان من اھل الکتب سے مطلق غیر صحیح ٹھرتا ہے پس کیا یہی مقتضائے دیانت و انصاف ہو کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر

ہیں جنہوں نے ترجیح جانتی ہیں اُس کو بمقابلہ خصم صحیح بتاویں یہہ تو مناظرہ نہ ہوا محض مجادلہ ٹھہرا۔

قولہ۔ پہلی آیات کی نظیر یہہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولنولینک قبلۃ ترضیہا فول وجہک
شطر المسجد الحرام۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال مراد ہے **اقول** قرآن مجید میں فلنولینک ہے نہ
ولنولینک جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں یہاں ارادہ حال غلط محض ہے بلکہ یہاں خالص مستقبل مراد ہے بچند
وجوہ۔ اول یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے فول وجہک اصرف وجہک شطر المسجد الحرام نحوہ عبد الحکیم
اصرف وجہک کے تحت میں لکھتے ہیں ولیجعلہ من المتعدی الی المفعولین بان یکون شطر مفعولہ
الثانی لان ترتبہ بالفاء وکونہ انجازا للوعد بان اللہ تعالی یجعل النبی مستقبلا القبلۃ او قریبا من
سمتہا بان یامرہ بالصلوۃ الیہا یناسب ان یکون النبی مامورا بصرف الوجہ الیہا لا بان یجعل نفسہ
مستقبلا ایاھا او قریبا من جہتہا۔ انتہی۔ اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالے نے اپنے قول
فلنولینک میں وعدہ فرمایا۔ اور قول وجہک کے ساتھہ اُس کا انجاز کیا۔ دوم یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جاوے
تو فلنولینک کے یہ معنے ہونگے پس البتہ پھیرتے ہیں ہم تجکو اور پھیرنے سے یہ تو مراد ہی نہیں کہ ہم تجکو ہاتھہ پکڑکے
قبلہ کیطرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہہ ہے کہ ہم تجکو قبلہ کیطرف پھیرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر قول اللہ تعالی
کا فول وجہک زاید ولاطایل ہوگا۔ سوم یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب و شاہ عبد القادر
صاحب نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنے مستقبل کیا ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہہ ہے۔ پس البتہ متوجہ
گردانیم ترا بآن قبلہ کہ خوشنود شوی۔ لفظ شاہ رفیع الدین کا یہہ ہے پس البتہ پھیرینگے ہم تجکو اس قبلہ کو کہ پسند کرے
اُس کو۔ لفظ شاہ عبد القادر کا یہہ ہے سو البتہ پھیرینگے تجکو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے **قولہ** اور ایسا ہی
یہہ آیت وانظر الی الٰہک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنہ **اقول** ارادہ حال اس آیت میں
غلط ہے بدو وجہ اول یہ کہ آیت میں وعید ہے اور جس چیز کی وعید کیجاتی ہے وہ اس کے بعد متحقق ہوتی ہے پس استقبال
یہاں متعین ہوا۔ دوم یہ کہ تراجم ثلثہ سے معنے استقبال واضح ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ ہے
البتہ بسوزانیم ترا پس پراگندہ سازیم ترا۔ لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہہ ہے البتہ جلادینگے ہم اسکو پھر اڑادینگے
ہم اسکو۔ لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہہ ہے ہم اسکو جلادینگے پھر بکھیر دینگے۔ ان دونوں آیتوں میں جو مرزا
صاحب نے حال کے معنے سمجھے تو منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے ایک استقبال قریب
دوسرا استقبال بعید مرزا صاحب استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجھہ گئے ہیں وھذا بعید من

شان المحسنین۔ واضح ہو کہ آپ نے جو آیات مذکورہ میں سے بعض کو حال پر اور بعض کو استمرار پر محمول
کیا ہے اس میں آپ منفرد ہیں اور محض اپنی رائے سے فرماتے ہیں یا سلف و خلف امت میں سے کسی نے یہ
معنے کئے ہیں۔ بینوا توجروا۔ **قولہ** اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ
پر استمرار کیطرح پر مشتمل ہیں۔ ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں پہلی یہ آیت والذين جاهدوا فينا لنهدينهم
سبلنا۔ **اقول** اس میں کلام ہے بدو وجہ اول یہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ اللہ تعالے کی یہ عادت مستمرہ
ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصود
بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب نے آیت وان من
اهل الكتاب کے معنے دوم کی تائید میں تصریح خالص استقبال کی کی ہے حالانکہ اہل کتاب کا ایمان مسیح
کیوقت اممات لانا امر مستمر ہے خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تراجم ثلثہ تعیین استقبال
کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ ہے۔ وآنانکہ جہاد کردند در راہ ما البتہ دلالت کنیم ایشاں را براہہا
خود۔ عبارت شاہ رفیع الدین یہ ہے اور جن لوگوں نے کہ محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھاویں گے
ہم انکو راہیں اپنی۔ عبارت شاہ عبد القادر صاحب کی یہ ہے اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے
ہم سجھاوینگے انکو اپنی راہیں۔ **قولہ** دوسری یہ آیت كتب الله لاغلبن انا ورسلی۔ **اقول** یہاں ارادہ
استمرار قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین بدو وجہ اول یہ کہ بیضاوی میں لکھا ہے كتب الله
فی اللوح لاغلبن انا ورسلی بالحجة۔ ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جب لکھا ہے یہ اسوقت اور اس
سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے کیونکہ غلبہ کے لئے غالب و مغلوب ضروری ہیں اسوقت نہ رسل تھے نہ ان کی امت
تھی یہ سب بعد اُن کے ہوئے ہیں۔ دوم تراجم ثلثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہ صاحب
کا یہ ہے حکم کرد خدا البتہ غالب شوم من و غالب شوند پیغمبران من۔ لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے
لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آؤنگا میں اور پیغمبر میرے۔ لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہ ہے اللہ لکھ
چکا کہ میں زبر ہونگا اور میرے رسول۔ **قولہ** تیسری آیت یہ ہے من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مؤمن
فلنحيينه حيوة طيبة ولنجزينهم باحسن ما كانوا يعملون۔ **اقول** اس آیت میں بھی استقبال
مراد ہے بچند وجوہ اول یہ کہ یہ وعدہ ہے تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے هذا وعد من الله تعالى
لمن عمل صالحا وهو العمل المتابع لكتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم

من ذكر او انثى من بني آدم وقلبه مؤمن بالله ورسوله وان هذا العمل المامور به
مشروع من عند الله انه الله حيوة طيبة في الدنيا وان يجزيه باحسن ما عمله
في الدار الآخرة - انتهى + اور جسکا وعدہ ہوتا ہے وہ چیز وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے - دوم - تراجم ثلثہ سے
استقبال معلوم ہوتا ہے - لفظ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ ہے کہ ہر کہ عمل نیک کرد مرد باشد یا زن و او مسلمان
است ہر آئینہ زندہ کنیمش بزندگانی پاک - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے جو کوئی کرے اچھا مرد ہو
یا عورت اور وہ ہوا ایمان والا پس البتہ زندہ کرینگے ہم اسکو زندگی پاکیزہ - عبارت شاہ عبد القادر
صاحب کی یہ ہے جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہے تو اسکو ہم جلا دینگے ایک اچھی
زندگی **قولہ** چوتھی آیت یہ ہے ولينصرن الله من ينصره ان الله لقوي عزيز **اقول** یہاں استقبال
مراد ہے بچند وجہ - اول یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین و انصار سے ہے قال البیضاوی وقد انجز وعده بان
سلط المهاجرين والانصار على صناديد العرب واكاسرة العجم وقياصرتهم واورثهم ارضهم
وديارهم انتهى - اور جسکا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے - دوم - یہ کہ تراجم
ثلثہ میں استقبال مصرح ہے - عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ ہے والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را
کہ قصد نصرت دین وے کند - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے اور البتہ مدد دیویگا اللہ اس کو کہ مدد
دیتا ہے اس کو - لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہ ہے اور اللہ مقرر مدد کریگا اس کی جو مدد کریگا اسکی
قولہ پانچویں آیت یہ ہے والذين آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنهم في الصالحين
اقول یہاں بھی مستقبل مراد ہے بدو وجہ اول یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ
وقت وعدہ کی متحقق نہیں ہوتی ہے بعد کو پائی جاتی ہے - دوم تراجم ثلثہ اسپر دال ہیں - عبارت شاہ
ولی اللہ صاحب کی یہ ہے وآنانکہ ایمان آوردند وکارہای شایستہ کردند - البتہ در آریم ایشاں را در زمرہ شایستگان
لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کرینگے ہم ان کو
بیچ صالحوں کے - لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہ ہے اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے ہم ان کو
داخل کرینگے نیک لوگوں میں آپ کا مقصود جب لازم آوے کہ یہ بیان ہو عادت کا بلکہ یہ تو وعدہ ہے -
قولہ اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ
خاص طور پر استقبال کے معنے ہی ہوا کرتے ہیں - **اقول** بالا معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں

سب میں مراد صرف معنی مستقبل ہیں نہ حال اور نہ استمرار **قولہ** اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم وجدید جنہیں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمنن کے لفظ کے حال کے معنے بھی کرتے ہیں **اقول** ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہی محتمل ہے کہ اُن کی مراد استقبال ہو جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں۔ کیا استقبال کیطور پر دوسرے معنے بھی نہیں ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا دیکھو یہہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ پہر اس دوسرے معنے کا رد قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا۔ تو جواب یہہ ہی کہ بیشک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ رد نہو سکے گا۔ بلکہ اس کا رد منوط ہوگا۔ امر آخر پر جسکا ذکر اوپر ہوچکا یعنے یہ کہ اس صورت میں کلام الہی اعلےٰ درجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے فلیتامل فانہ احرے بالتامل۔ **قولہ** اور آپنے تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھہ مفید نہیں الی **قولہ** اور پہر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے **اقول** اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ میرا مطلب وہ نہیں ہی جو آپ سمجھے ہیں میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہہ معنے جو میں نے اختیار کئے ہیں بطرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہی اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے۔ چنداں غور کا بھی محتاج نہیں ہی **قولہ** واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں اُٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا **اقول** میرے ادلہ کا قوی ہونا بھی ثابت ہوچکا۔ پس یہہ آپ کا فرمانا بجائے خود نہیں ہی **قولہ** آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہوچکا **اقول** آپنے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھہ تحریر فرمایا وہ سب ہباءً منثورا ہوگیا۔ **قولہ** اور لیؤمنن کے لفظ کی تعمیم بدستور قایم رہی۔ **اقول** جب یہہ امر ثابت ہوگیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قایم رہی۔ **قولہ** اب فرض کیطور پر اگر آیت کے یہہ معنے لئے جاویں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جسقدر اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہوجائیں گے۔ جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے بروایت کیا ہی تو مجھے مہربانی فرماکر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹہر سکتے ہیں **اقول** آپنے اُس معنے کی تقریر میں جو میرے نزدیک متعین ہیں تھوڑی سی خطا کی ہی۔ آیت کا مطلب یہہ نہیں ہی کہ حضرت عیسیٰ کے

نزول کے بعد جسقدر اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہوجائینگے - مطلب یہہ ہے کہ حضرت عیسی
کے نزول کے بعد اور اُن کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت کے اہل کتاب
سب مسلمان ہوجائیں گے اور ابو مالک کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے -

قولہ آپ تسلیم کرچکے ہیں **الی قولہ** تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے **اقول** حضرت من
اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا اس لئے میں پھر اس کی تقریر کا اعادہ
کرتا ہوں امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آجائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا - حاصل میری
کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے اول یہ کہ آیت سے یہہ نہیں ثابت ہوتا ہے
کہ مسیح کے نزول کے بعد فوراً سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیحؑ اور قبل موت مسیح
ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اُس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے - پس احادیث صحیحہ اُس
کی منافی نہ ہوئیں کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنیوالے ہوں گے وہ پہلے مریں گے باقیماندہ سب ایمان
لے آوینگے دوم یہ کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی اس تقدیر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے
اس معنی کی معارض نہیں ٹھہرتی ہیں الحاصل مقصود دفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنے اور احادیث
کے سمجھنے میں پیدا فرمایا ہے آپ تسلیم میں کہاں سے کہاں چلے گئے غور کرکے جواب لکھا کیجئے - اب یہ انصاف
سے غور کرکے فرمائیے کہ آپ کا یہہ فرمانا کہ اِنْ کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر
ایک فرد بھی باہر رہجاوے - تو یہہ لفظ بیکار اور تعبیر غیر مؤثر ٹھہرتا ہے کیسا بے محل ہے کیونکہ جس زمانہ کے لئے
یہ حصر کیا گیا ہے اُس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہہ فرمانا کہ اول تو آپ نے اِنْ کے لفظ سے
زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس
لفظ کے لانے سے فائدہ ہی کیا تھا محض بے موقع ہے کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر
نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا بلکہ یہہ تو مقتضے نون ثقیلہ و لفظ بعد
موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے - اور ایسا ہی آپ کا یہہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے
مومن ٹھیراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے -
محض بے ربط ہے کیونکہ خاکسار اس مقام پر نہ مدعی اُنکے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان
سے یقین ہے مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپنے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے اس امر

کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد فاضل حکیم نورالدین صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے **قولہ** یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں الی **قولہ** اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے وقت تک دونوں فرقے متبعین اور کفار باقی رہیں گے۔ **اقول** اس میں کلام ہے بدو وجہ اول یہ کہ آیت وان من اہل الکتٰب میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب اہل کتاب مومن ہو جائیں گے پس یہ آیت مخصص ہے آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کے دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں گے تب قیامت قائم ہوگی پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے **قولہ** پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت کے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر قائم رہے گی **اقول** یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے مخصص اس کی آیت وان من اہل الکتٰب ہے **قولہ** دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے۔ کہ تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ **اقول** کہل کے معنے میں فی الواقع اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ اسی واسطے اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا نہیں کہا گیا بلکہ قطعیۃ الدلالۃ لغیرہا کہا گیا یعنے بانضمام آیت وان من اہل الکتٰب جو قطعیۃ الدلالت ہے یہ بھی قطعی ہو جاتی ہے اور آپ نے جو شبہ وان من اہل الکتٰب کے قطعیۃ الدلالت ہونے میں کیا ہے وہ بالکلیہ مرتفع ہو گیا **قولہ** صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنے جوان مضبوط کے ہیں **اقول** عبارت بخاری یہ ہے وقال مجاہد الکھل الحلیم اب آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کسطرح سمجھا جاتا ہے **قولہ** حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا ہے یہ وہی وعدہ تھا جو آیت بل رفعہ اللہ میں پورا کیا گیا۔ **اقول** مسلّم ہے کہ آیت انی متوفیک ورافعک میں جو وعدہ تھا وہ آیت بل رفعہ اللہ میں پورا کیا گیا۔ لیکن انی متوفیک میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اول میں لکھ چکا ہوں اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا **قولہ** نزول مسیح موعود سے کسکو انکار ہے **اقول** آپ کو نزول عیسیٰ ابن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اول میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم کے معنے حقیقی عیسیٰ ابن مریم کے موجود ہے

اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا **قولہ** اور فہم ابوہریرہ حجت کے لائق نہیں **اقول** فہم ابوہریرہ کو میں حجت نہیں کہتا ہوں استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے **قولہ** یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی **اقول** اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا ہے صرف تائید کے لئے لائی گئی ہے **قولہ** یہ بخاری کی حدیث صحیح مرفوع متصل ہے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے **اقول** آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمائیے تاکہ اس میں نظر کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلم ہے ومن یدعی فعلیہ البیان وآخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

محمد بشیر عفی عنہ تاریخ ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۲۔ حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین

امابعد واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے اپنے جواب الجواب میں باوجود اس کے کہ اپنی ذمہ بار ثبوت حیات مسیح علیہ السلام قبول فرما چکے تھے۔ پھر اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وفات ابن مریم علیہ السلام کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ کی طرف سے یہ مستقل دعوٰے ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے اور اصل امر آپ کے الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اگر آپ کے ذمہ بار ثبوت نہیں تھا تو یہ عبث کام آپ نے کیوں کیا کہ توضیح مرام وازالہ اوہام میں دلائل وفات مسیح بہ بسط تمام بیان کئے۔

میں کہتا ہوں کہ اثبات کو ادنےٰ استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر متنازعہ فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار

کرکے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اُسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے سو وہ اپنے پہلے اقرار سے ہی پکڑا جاتا ہے اور اس مواخذہ کی لائق ٹھہر جاتا ہے کہ جس امر کو وہ کسی دوسری صورت یا دوسرے وقت اور مقام میں آپ ہی مانتا اور قبول کرتا تھا اب اس سے کیوں انکار کرکے ایک مستحدث اور نئے دعوے کیطرف رجوع کر گیا ہے سو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی کا لفظ اُس شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے پہلے اقرار سے منحرف ہو کر ایک نئے اور جدید امر کا دعوے کرتا ہے اور اسی وجہ سے بار ثبوت اُسپر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے منہ کے اقرار سے ہی اپنی جدت دعوے کا قایل ہوتا ہے یعنے اُس نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہوا ہوتا ہے کہ یہ دعوے اُسکا نیا ہے اور اس کے اس قدیم اقرار سے قطعاً مخالف ہے جس سے اب بھی اس کو انکار نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسی عدالت میں دعوے کرتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار روپیہ قرضہ لینا ہے اور خود اس بات کا اقرار کر دیتا ہے کہ فلاں تاریخ میں نے اُسکو بطور قرضہ روپیہ دیا تھا اور اُس تاریخ سے پہلے میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں تھا اور یہ میرا دعوے نیا ہے جو فلاں تاریخ سے پیدا ہوا سو اسی وجہ سے وہ مدعی کہلاتا ہے اور ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ بعد اس اقرار کے کہ فلاں تاریخ سے پہلے فلاں شخص میرا قرضدار نہیں تھا پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعوے کرتا ہے کہ فلاں تاریخ سے وہ میرا قرضدار ہے پس اس سے عدالت اسی وجہ سے ثبوت مانگتی ہے کہ وہ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتا ہے اور اس کے دعوے میں ایک جدت ہے جسکا وہ آپ ہی قایل ہے کیونکہ وہ خود قبول کر چکا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب کہ وہ شخص جسکو اب مقروض ٹھہرایا گیا ہے مقروض نہیں تھا سو اس اقرار کے بعد انکار کرکے وہ اپنی گردن پر آپ بار ثبوت لے لیتا ہے غرض واقعی اور حقیقی طور پر اسی شخص کو مدعی کہتے ہیں جو ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کرکے پھر اُسی بات کا انکار کرتا ہے اور بار ثبوت اُس پر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے اقرار کیوجہ سے پکڑا جاتا ہے تمام عدالتیں اسی اصول محکم کو پکڑ کر مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز کرتے ہیں اگر یہ اصول مدنظر نہ ہو تو ایسا حاکم اندھے کیطرح ہوگا اور اسکو معلوم نہیں ہوگا کہ واقعی طور پر مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون ہے خلاصہ کلام یہ کہ مدعی ہونے کی فلاسفی یہی ہے جو ہم نے اس جگہ بیان کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ بار ثبوت اُسی پر ہوگا جو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی ہو یعنے ایسی حالت رکھتا ہو کہ ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کرکے پھر دوسری صورت میں برخلاف اُس اقرار کے بیان کرے

اب اس معیار کو نظر کے سامنے رکھکر ہر یک منصف دیکھ لے کہ کیا واقعی طور پر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں اس عاجز کا نام مدعی رکھنا چاہیے۔ یا حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے ہم خیال مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں مدعی ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو ہم مدعی کی تعریف ابھی بیان کر چکے ہیں یعنے یہ کہ حقیقی اور واقعی مدعی کیلئے ایسی حالت کا پایا جانا ضروری ہے کہ ایک صورت میں ایک بات کا بطیب خاطر و بوجہ بصیرت ہمیشہ کے لئے اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اسی بات کا انکار کرے۔ یہ تعریف میرے پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ میرا بیان تو اس طرز پر نہیں کہ پہلے میں حضرت مسیح ابن مریم کی بے حیثیت طبعی حیات قبول کر کے پھر اس سے انکار کر گیا ہوں تا بوجہ جدت دعوے اور مخالفت پہلے اقرار کے بار ثبوت میرے پر ہو۔ لیکن مدعی ہونے کی یہ تعریف حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے گروہ پر صادق آتی ہے کیونکہ پہلے اُن کو اب تک اس بات کا اقرار ہے کہ یہ حیات مسیح کی جسکی نسبت دعوے ہے ایک غیر طبعی حیات ہے جو اللہ تعالٰی کے عام قانون قدرت اور دائمی سنت اللہ سے مغائر و مخالف پڑی ہوئی ہے اور نہ صرف سنت اللہ کے مخالف بلکہ نصوص صریحہ بیّنہ قطعیہ قرآن کے بھی مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم نے جو عام طور پر انسان کی بے ثباتی ہستی کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے وہ یہی ہے جو انسان اپنی عمر طبعی کی حد کے اندر مر جاتا ملتا ہے اور اگر جوانی اور درمیانی حالت میں نہیں تو ارذل عمر تک پہونچکر اُس کا خاتمہ ہوتا ہے اور زمانہ اُس پر اثر کر کے اور انواع اقسام کے تغیرات اس پر وارد کر کے ارذل عمر تک اُسکو پہونچاتا ہے یا وہ شخص پہلے ہی مر جاتا ہے اس اقرار کے بعد مولوی صاحب موصوف اور اُن کے گروہ کا یہ بیان ہے کہ مسیح ابن مریم جو انسان تھا اور انسانوں میں بلا کم و بیش داخل تھا اب تک نہیں مرا بلکہ صدہا برس سے زندہ چلا آتا ہے بڈھا بھی نہیں ہوا اور نہ ارذل عمر تک پہونچا اور نہ زمانہ نے کچھ بھی اُس پر اثر کیا سو مولوی صاحب موصوف نے پہلے جس بات کا اقرار کیا تھا اُسی بات کا پھر انکار کر دیا۔ اس لئے حسب قاعدہ متذکرہ بالا حقیقی اور واقعی طور پر وہ مدعی ٹھہر گئے۔ کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقی اور واقعی طور پر مدعی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ کسی امر کی نسبت ایک صورت میں اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اُسی امر کا انکار کر دیوے۔ کیا مولوی صاحب فقہ کے قوانین پر نظر ڈال کر یا دنیوی عدالتوں کے مقدمات پر نگاہ کر کے کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ کسی شخص کو حقیقی طور پر مدعی تو کہا جائے۔ مگر وہ اس تعریف سے باہر ہو۔ اور اگر اس عاجز نے مسیح ابن

مریم کی وفات پر دلائل لکھے ہیں یا اس کی وفات کی نسبت اپنا الہام بیان کیا ہے تو اس کو حقیقی طور پر
مدعی ہونے سے کیا تعلق ہے۔ وہ تمام دلائل تو محض بطریق تنزل لکھے گئے جیسے ایک مدعا علیہ کسی مدعی
کا افترا ظاہر کرنے کے لئے کسی عدالت میں ایسی سند پیش کر دیوے جس سے اور بھی اس مدعی کی پردہ
دری کا ہو تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا۔ کہ درحقیقت اُسی پر وہ تمام ثبوت پیش کرنا واجب ہو گیا۔ جو ایک
واقعی اور حقیقی مدعی پر واجب ہوتا ہے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس مسئلہ شناخت مدعی و مدعا
علیہ پر نظر غور نہیں کی۔ حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو قاضیوں اور حکام اور علماؤں کو دھوکوں اور لغزشوں
سے بچاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوے تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی مسیح ابن مریم
آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کرینگے۔ لیکن بحث کے وقت اس دعوے سے نومیدی پیدا ہو گئی اس
لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ
نہیں۔ لہذا مولوی صاحب کو یاد رہے کہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ حقیقی اور واقعی طریق
عدالت یہی ہے کہ جو شخص حیات غیر طبعی مسیح ابن مریم کا مدعی ہے اسی پر واجب ہے کہ وہ آیات قطعیۃ الدلالت
اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے حضرت مسیح کی حیات جسمانی ثابت کرے اور اگر ثابت نہ کر سکے تو
یہی امر دلیل ہو گی کہ مسیح فوت ہو گیا بلاشبہ قوانین عدالت کے رو سے حقیقی اور واقعی طور پر آپ مدعی
ہیں کیونکہ طبعی اور مسلّم امر کو چھوڑ کر ایک ایسا عقیدہ آپ نے اختیار کیا ہے جسکا ماننا اور قبول کرنا محتاج
دلیل ہے۔ لیکن کسی انسان کا اپنی عمر طبعی تک مر جانا۔ اور صدہا برس تک زندہ نہ رہنا محتاج دلیل
نہیں بلکہ اُس کے مرنے پر قانون قدرت اور سنت اللہ خود محکم دلیل ہے۔ غور فرماویں کہ اگر مثلاً کسی
مفقود الخبر کی اٹھارہ سو برس تک خبر نہ ملے کہ وہ مرا ہے یا نہیں تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ
اب تک زندہ ہے اور کیا شریعت غرّا محمدیہ کسی تنازع کے وقت اس کی نسبت وہی احکام صادر
کرے گی جو ایک زندہ کی نسبت صادر کرنے چاہئے۔ بینوا۔ توجروا۔

پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بیّنہ قرآن اور حدیث سے نومید ہو کر دوبارہ آیت لیومنّن کے
نون ثقیلہ پر زور مارا ہے اور جمہور مفسّرین اور صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام
کیوجہ سے استقبال پر زور دیا ہے کہ یہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے جسکے
فقط یہی ایک معنے ہو سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد کسی خاص زمانہ کے لوگ سب کے

سب آپ ہی ایمان لے آئینگے اور ان معنوں پر سند دینے کے وقت آپ نے اپنی اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی جو قال اللہ و قال الرسول سے باہر نہیں جائینگے اور نہ ان بزرگوں کی عزت اور مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ صرف اور نحو ایک ایسا علم ہے جسکو ہمیشہ اہل زبان کے محاورات اور بول چال کے تابع کرنا چاہیے اور اہل زبان کی مخالفانہ شہادت ایک دم میں نحو و صرف کے بناوٹی قاعدہ کو رد کر دیتی ہے ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیدیں۔ کہ باوجودیکہ ہمیں کافی اور کامل طور پر کسی آیت کے معنے کھل جائیں اور اسپر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت ملجائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ یا نحو کو ترک نکریں اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ اللہ اور رسول اور صحابہ کرام ایک صحیح معنے ہمکو بتلادیں۔ نحو اور صرف کے قواعد اطراد و بعد الوقوع ہے اور یہ ہمارا مذہب نہیں کہ یہ لوگ اپنے قواعد تراشی میں بکلی غلطی سے معصوم ہیں۔ اور ان کی نظریں اُن گہرے محاورات کلام الٰہی پر پہونچگئی ہیں جس سے آگے تلاش اور تتبع کا دروازہ بند ہے میں جانتا ہوں کہ آپ بھی انکو معصوم نہیں سمجھتے ہونگے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان ھذان لساحران بھی آیت موجود ہے۔ لیکن کیا آپ نظیر کیطور پر کوئی قول عرب قدیم کا پیش کر سکتے ہیں جس میں بجائے ان ہذین کے اِن ہذان لکھا ہو۔ کسی نحوی نے آجتک یہ دعوےٰ بھی نہیں کیا کہ ہم قواعد صرف و نحو کو ایسے کمال تک پہونچا چکے ہیں۔ کہ اب کوئی نیا امر پیش آنا یا ہماری تحقیق میں کسی قسم کا نقص نکلنا غیر ممکن ہے۔ غرض التزام قواعد مخترعہ صرف نحو کا حجج شرعیہ میں سے نہیں۔ یہ علم محض از قبیل اطراد بعد الوقوع ہے اور ان لوگوں کی معصومیت پر کوئی دلیل شرعی نہیں مل سکتی۔ خواص علم لغت ایک دریا ناپیدا کنار ہے افسوس کہ ہماری صرف و نحو کے قواعد مرتب کرنے والوں نے بہت جلد ہمت ہار دی اور جیسا کہ حق تفتیش کا تھا بجا نہیں لائے۔ اور کبھی انہوں نے ارادہ نہیں کیا اور نہ کر سکے کہ ایک گہری اور عمیق نظر سے قرآنی وسیع المفہوم الفاظ کو پیش نظر رکھکر قواعد نامہ کاملہ مرتب کریں اور یوں ہی ناتمام اپنے کام کو چھوڑ گئے ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہم کسیطرح قرآن کریم کو ان کا تابع نہ ٹھہراویں بلکہ جیسے جیسے خواص وسیع المفہوم قرآن کریم کے الفاظ کے کھلتے جاہیں اُسی کے مطابق اپنے پورانی اور ناتمام نحو کو بھی درست کریں یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک زبان ہمیشہ گردش میں رہتی ہے اور گردش میں رہے گی۔ جو شخص اب

ملک عرب میں جاکر مشاہدہ کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ کسقدر پہلی زبانوں سے اب عربی زبان میں فرق آگیا ہے یہانتک کہ افعل کی جگہ اگد بولا جاتا ہے ایسا ہی کئی محاورات بدل گئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں صرف ونحو کی قواعد مرتب کرنے کے لئے توجہ کی گئی وہ زمانہ کسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے فرق کر گیا تھا اور کیا کچھ محاورات میں تبدل واقع ہو گیا تھا۔ نحوی اور صرفی اس بات کے بھی تو قائل ہیں کہ باوجود ترتیب قواعد کے ایک حصہ کثیرہ خلاف قیاس الفاظ اور خلاف قیاس ترتیب الفاظ کا بھی ہی جسکی حد ابھی غیر معلوم ہے جو ابھی تک کسی قاعدہ کے نیچے نہیں آسکا۔ غرض یہ صرف اور نحو جو ہمارے ہاتھ میں ہے صرف بچوں کو ایک موٹی قواعد سکھلانے کے لئے ہے اس کو ایک رہبر معصوم تصور کر لینا اور خطا اور غلطی سے پاک سمجھنا انھیں لوگوں کا کام ہے جو بجز اللہ اور رسول کے کسی اور کو بھی معصوم قرار دیتے ہیں اللہ جل شانہ نے ہمیں یہ فرمایا ہے فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول یعنے اگر تم کسی بات میں تنازع کرو تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کیطرف رد کرو۔ اور صرف اللہ اور رسول کو حکم بناؤ نہ کسی اور کو اب یہ کیونکر ہوسکے کہ ناقص العلم صرفیوں اور نحویوں کو اللہ اور رسول کو چھوڑ کر اپنا حکم بنایا جائے کیا اسپر کوئی دلیل ہے۔ تعجب کہ متبع سنت کہلا کر کسی اور کیطرف بجز سرچشمہ طیبہ مطہرہ اللہ رسول کے رجوع کریں آپ کو یاد رہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں۔ یا بہمہ وجوہ متمم ومکمل ہیں۔ اگر آپ کا یہ مذہب ہے تو اس مذہب کی تائید میں تو کوئی آیت قرآن کریم پیش کیجئے یا کوئی حدیث صحیح دکھلائیے ورنہ آپ کی یہ بحث بے مصرف فضول خیال ہے حجت شرعی نہیں میں ثابت کرتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انھوں نے سخت غلطی کی ہے قرآن کریم اُن کی غلطی ظاہر کر رہا ہے اور اکابر صحابہ اسپر شہادت دے رہے ہیں حضرت انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں آپ حدیث اور قرآن کو چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لیومنن بہ میں غلطی کرتے ہے ابھی میں انشاء اللہ القدیر آپ پر ثابت کروں گا کہ آیت لیومنن بہ آپکے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی نسبت قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتوے لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم

کو بھی اُن میں داخل کر دیا جائے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور کوئی تقوے شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعوے میں آپکے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی صلعم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانہ ھذا بھتان عظیم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنے لکھے ہیں سو واضح ہو کہ کشاف صہ ۱۹۹ میں لیؤمنن بہ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔ جملۃ قسمیۃ واقعۃ صفۃ لموصوف محذوف تقدیرہ وان من اھل الکتب احد الا لیؤمنن بہ قبل موتہ بعیسی وبانہ عبد اللہ ورسولہ یعنی اذا عاین قبل ان تزھق روحہ حین لا ینفعہ ایمانہ لانقطاع وقت التکلیف وعن شھر بن حوشب قال لی الحجاج اٰیۃ ما قرأتھا الا تخالج فی نفسی شئ منھا یعنی ھذہ الایۃ انی اضرب عنق الاسیر من الیھود والنصارٰی فلا اسمع منہ ذالک فقلت ان الیھودی اذا حضرہ الموت ضربت الملائکۃ دبرہ ووجھہ وقالوا یا عدو اللہ اتاک عیسٰی نبیا فکذبت بہ فیقول اٰمنت انہ عبد نبی وتقول للنصرانی اتاک عیسٰی نبیا فزعمت انہ اللہ وابن اللہ فیؤمن انہ عبد اللہ ورسولہ وعن ابن عباس انہ فسرہ کذلک فقال لہ عکرمۃ فان اتاہ رجل فضرب عنقہ قال لا تخرج نفسہ حتی یحرک بھا شفتیہ قال عکرمۃ وان خر من فوق بیت او احترق او اکلہ سبع قال یتکلم بھا فی الھواء ولا تخرج روحہ حتی یؤمن بہ فتدل علیہ قراءۃ ابی الا لیؤمنن بہ قبل موتھم بضم النون علی معنی وان منھم احد الا لیؤمنون قبل موتھم وقیل الضمیران لعیسی یعنی وان منھم احد الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی اھم اھل الکتب الذین یکونون فی زمان نزولہ روی انہ ینزل فی اخر الزمان فلا یبقی احد من اھل الکتب الا یؤمن بہ حتی تکون ملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام وقیل الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ تعالٰی وقیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ یعنی لیؤمنن بہ جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لئے صفت ہے اور محذوف کو ملانے کے ساتھ اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنی جبکہ جان کندن

کا وقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا - اور شہر بن حوشب سے روایت ہی کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہی کہ جب کبھی میں نے اُسکو پڑھا - تو اُس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذرا یعنے یہی آیت اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور میں یہود یا نصاریٰ کی گردن مارتا ہوں اور میں اُس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسیٰ پر ایمان لایا - ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودی پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُس کی تکذیب کی پس وہ کہتا ہی کہ اب میں عیسیٰ پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُسکو خدا اور خدا کا بیٹا کہا تب وہ کہتا ہی کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے اور ابن عباس سے روایت ہی کہ اس نے ایک موقعہ پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دیجائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسیٰ کی نبوت کا اقرار کرے گا تب ابن عباس نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلیگی جب تک اس کی لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہولے پھر عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ گھر کے چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اسکو کہا لیوے تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسیٰ کا اُسکو موقعہ ملے گا تب ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں یہ اقرار کر دے گا - اور جب تک یہ اقرار نکر لے تب تک اُس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیومنن بہ قبل موتھم بضم النون یعنے دوسری قرأت میں بجائے قبل موتہ کے قبل موتھم لکہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موتہ کی ضمیر اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کیطرف - اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہی کہ دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی حضرت عیسیٰ کیطرف پھرتی ہیں جسکا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب اُنکی نبوت پر ایمان لے آوینگے اور ایک قول یہ بھی ہی کہ ضمیر بہ کی اللہ تعالےٰ کیطرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ضمیر بہ کی پھرتی ہے -

پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے ذھب کثیرون بل الاکثرون الی ان الضمیر فی ایۃ الا لیومنن بہ یعود الی اھل الکتب ویؤید ھذا ایضاً قرأۃ من قرأ قبل موتھم یعنے بہت سے

لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الا لیومننّ بہ میں بہ کی ضمیر اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے اور اسی کی موید قرأت قبل موتہم ہے۔

پھر تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے والمعنی ما من الیہود والنصاریٰ احد الا لیومننّ قبل موتہ بعیسیٰ وبانہ عبد اللہ ورسولہ وروی ان الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ او الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والضمیر الثانی الی الکتابی یعنے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ کیطرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیومننّ بہ بیان تفسیر کیا ہے والمعنی ما من الیہود والنصاریٰ احد الا لیومننّ بان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ قبل ان یموت ویؤید ذالک ان قری الا لیومننّ بہ قبل موتہم وقیل الضمیران لعیسیٰ یعنے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور قبل موتہم کی قرأت انہیں معنوں کی موید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کیطرف پھرتی ہیں۔ اور تفسیر مظہری کے صفحہ ۱۷۱ اور ۲۳۷ میں زیر آیت موصوفہ یعنے لیومننّ بہ کے لکھا ہے۔ روی عن عکرمۃ ان الضمیر فی بہ یرجع الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقیل راجعۃ الی اللہ عز وجل والمآل واحد فان الایمان باللہ لا یعتد ما لم یومن بجمیع رسلہ والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم یستلزم الایمان بعیسیٰ علیہ السلام۔ قبل موتہ۔ ای قبل موت ذالک الاحد من اھل الکتب عند معاینۃ ملائکۃ العذاب عند الموت حین لا ینفعہ ایمانہ ھذا روایۃ علی بن طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فقیل لابن عباس ارأیت ان خر من فوق بیت قال یتکلم فی الھواء فقیل ارأیت ان ضرب عنقہ قال یتلجلج لسانہ انہ لا یموت کتابی حتی یومن باللہ عز وجل وحدہ لا شریک لہ وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ فیؤمن الکتابی فی حین من الایمان ولو عند معاینۃ العذاب۔ وقال الضمیران لعیسیٰ والمعنی انہ اذا نزل امن بہ اھل الکتاب اجمعون ولا یبقی احد الا لیومننّ بہ وھذا التاویل مروی عن الجماعۃ

لکن کونہ مستفاداً من ھذہ الآیۃ وتاویل الآیۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسیٰ ممنوع
انما ھو زعم من ابی ھریرۃ لیس ذلک فی شیٔ من الاحادیث المرفوعۃ وکیف یصح
ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصاً بھم او لا فان حقیقۃ الکلام للحال ولا وجہ
لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام فالتاویل
الصحیح ھو الاول ویؤیدہ قرأت ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال
فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتھم۔

ترجمہ عکرمہ سے روایت ہی آیت لیؤمنن بہ میں۔ بہ کی ضمیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
پھرتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کیطرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ
معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے اور محمد مصطفیٰ صلعم پر ایمان لانا عیسیٰ پر
ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ اور قبل موتہ کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے
فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے گا جب کہ اُس کو ایمان کچھہ فایدہ نہیں
دے گا۔ یہ علی بن طلحہ کی روایت ابن عباس ہے رضی اللہ عنہما۔ علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس
کو کہا گیا کہ اگر کوئی چہت پر سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لائے گا ابن عباس نے جواب
دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا کرے گا پھر پوچھا گیا کہ اگر کسی کی گردن ماری جاوے تو وہ کیونکر ایمان
لاوے گا تو ابن عباس نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں
حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مرے گا جب تک اللہ جل شانہ۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتابی فی حین من الاحیان ایمان لائے گا۔ اگرچہ
عذاب کے معائنہ کے وقت ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں۔ اور یہ معنے لیتے ہیں کہ
جب عیسیٰ نازل ہوگا تو تمام اہل ملل اُس پر ایمان لے آئینگے اور کوئی منکر باقی نہیں رہے گا اور یہ تاویل
ابوہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیؤمنن بہ سے یہ معنے جو ابوہریرہ نے خیال کئے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل
موتہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف کسیطرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابوہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی
اصل صحیح نہیں پایا جاتا اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہی باوجودیکہ کلمہ ان من اھل الکتاب موجودین کو بھی تو شامل ہی یعنی ان

اہل کتاب کو جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھے - خواہ یہ کلمہ انھیں سے خاص ہو یا خاص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کے لئے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کوئی وجہ اسبات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کئے جائیں جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت موجود ہونگے پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنے ضمیر بہ کی عیسیٰ کیطرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کیطرف پھرتی ہے اور اسی کے قرأت ابی بن کعب مؤید ہے جسکو ابن المنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی - اور وہ قرأت یہ ہے - وان من اهل الکتٰب الا لیؤمنن به قبل موتهم - یعنے اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ پر ایمان لاوینگے - اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے - اب دیکھئے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی اللہ عنہم یہی تاویل لیؤمنن بہ کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد مصطفے صلعم اور عیسیٰ کیطرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موتہ اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتہم کسقدر دونوں سے ثابت ہوتی ہے پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کیطرف سے ہے اور بلاشبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کر کے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کے صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کی نحوی قواعد کی صحابہ کو بھی خبر نہیں تھی اور ابن عباس جیسا صحابی جسکے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا آپ پر قرأت قبل موتہم کا بھی وثوق کھل گیا ہے اب فرض کیطور پر اگر قبول کر لیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب کی یعنے قبل موتہم کامل درجہ پر ثابت نہیں - تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمنن بہ پر اسکا کچھ بھی اثر نہ پڑا - کیا وہ دعوے جسکے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالت ہے - یا اخی اتق اللہ ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا اور عجیب ان روایتوں کیساتھ وہ روایتیں بھی ملادیں جنمیں انی متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں جیسے ابن عباس کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت کے کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے

اور کوئی سات گھنٹہ تک اُن کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہوتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے غرض آپ کا نون ثقیلہ تنہا دت دے سکتا ہے کہ جسقدر معنے لکھا ہے آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لئے کافی ہے قطعیۃ الدلالت اسکو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال پیدا نہ ہوسکے مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنے قبول نہیں کئے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔ عام رائے تفسیروں کی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتہم کے موافق معنے کرنے چاہیے اور ضمیر بہ کا نہ صرف حضرت عیسیٰ کیطرف بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ کیطرف پھیرتے ہیں۔ اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے برائے خدا خوف الٰہی کو ہاتھ سے نہ دیں آپ کے منہ کیطرف صدہا آدمی دیکھ رہے ہیں اس زمانہ میں تمام لوگ اندھے نہیں فریقین کے بیانات شائع ہونے کے بعد پبلک خود فیصلہ کرے گی لیکن جن لوگوں کے دلوں پر آپ کی رائے کا اثر پڑے گا آپ اسکے ذمہ وار اور اسکے مواخذہ کے جواب دہ آپ ٹھیرینگے۔ اور میں نے جو آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جائے تو نعوذ باللہ بقول آپ کے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل نادان قرار دینا پڑتا ہے اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ افترا قرار دینا پڑے گا اور آپکے نحویوں کو معصوم عن الخطا ماننا پڑے گا آپ تو اللہ رسول کے متبع تھے۔ سیبویہ اور خلیل کے کب سے متبع ہو گئے۔ اب میں آپ کے اقوال باقیماندہ کو بطرز قولہ اقول کے رد کرتا ہوں۔

قولہ ایسے معنے کرنا فاسد ہے کہ یہ کہا جائے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا کیونکہ یہ معنے نفس الامر میں تینوں زمانوں پر شامل ہیں۔

اقول جب کہ یہ معنے ابن عباس اور عکرمہ اور علی بن طلحہ وغیرہ صحابہ و تابعین کرتے ہیں۔ اور قرأن ابی بن کعب انہی معنوں کے مطابق ہے تو کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ اُن اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین بلکہ ہزارہا جو اب تک یہ معنے کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔ جب تک ان ہزاروں اکابر کا نام آپ قطعی طور پر جاہل نہ قرار دیدیں۔

تب تک آپ کے یہ معنے جس میں آپ منفرد ہیں کیونکر قطعی بن سکتے ہیں کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو اُن معنوں سے خالی ہے یا جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم رکھا تیرہ سو برس کی تفسیریں اکٹھی کرو اور اُن پر نظر ڈال کر دیکھو کیا کوئی بھی آپ کی طرح ان معنوں کو ناجائز ٹھہراتا ہے بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ **قولہ** قبل موتہم کی قرأت پر بھی معنے دوم صحیح نہیں ہوتے اور یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنے ہونگے کہ ہر یک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لائے گا اور یہ معنے معنے اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول مسیح مراد لیا جاوے گا۔ **اقول** حضرت اس قرأت سے مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی آپ تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسیح کی موت سے پہلے لوگ اُس پر ایمان لے آئینگے اب جب کہ قبل موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیری گئی تو مسیح کی زندگی جس کا ثابت کرنا آپ کا مدعا تھا کہاں اور کن الفاظ سے ثابت ہوئی مجرد ایمان لانے میں تو بحث نہیں بحث تو اس امر میں ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے یا نہیں۔ **قولہ** قرأت قبل موتہم غیر متواترہ ہے **اقول** ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی سند پیش کر دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اسی کے موافق کہتے ہیں جمہور علماء کا اسی کو مقدم رکھتا آیا ہے یعنے اسی کے مطابق معنے کرتا چلا آیا ہے۔ پس اسی قدر ثبوت آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت توڑنے کے لئے کافی ہے بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو تفسیر مظہری کا بیان آپ سُن چکے ہیں۔ الہامی معنے جو میں نے کئے ہیں وہ در حقیقت ان معنوں کے معارض نہیں اگرچہ وہ بجائے خود ایک معنے ہیں چونکہ آیت ذوالوجوہ ہے اس لئے جب تک سخت تناقض نہ ہو ہر یک معنے قبول کے لائق ہے۔

قولہ آیت فلنولینک میں ٹھیک یہ معنے ہیں یہ مراد نہیں کہ ہم تجکو ہاتھ پکڑ کر قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہی کہ ہم تجکو قبلہ کی طرف پھیرنے کا حکم کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب و شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنے مستقبل کیا ہے۔ مگر مستقبل قریب ہے۔

اقول آپ اس بات کے تو قائل ہو گئے کہ یہ مستقبل بعید نہیں ہے بلکہ قریب ہے اور ایسا قریب کہ ایک طرف حکم ہوا اور ساتھ ہی اس کے عمل بھی ہو گیا تو گویا آپ ایک صورت سے ہمارے بیان کو مان گئے کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں اور نہ زمانہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ٹھہر سکے بلکہ وقت

مقدار غیر قار کا نام ہے۔ پھر حال اپنے حقیقی معنوں کے رو سے کیونکر متحقق ہو کیونکہ جب زمانہ غیر قار ہے تو ماضی کے بعد ہر دم استقبال ہی استقبال ہے لیکن جب حال بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہرگز حقیقی نہیں لئے جاتے۔ کیونکہ حقیقی معنوں کا مراد رکھنا محال ہے اس وقت تک کہ ہم حال کا لفظ زبان پر جاری کریں کئی باریک حصے زمانہ کے گذر جاتے ہیں پھر حال کا وجود کہاں اور کیونکر متحقق ہو بلکہ حال سے مراد مجازی طور پر وہ زمانہ لیا جاتا ہے جو ہماری نظر کے سامنے واقع ہے جو کسی دوسرے حصہ زمانہ میں تصور نہیں کیا گیا۔ اس صورت میں تو ہماری اور آپ کی نزاع لفظی ہی نکلی اور جس زمانہ کا نام ہم حال رکھتے ہیں اسی کا نام آپ نے مستقبل قریب رکھ لیا۔ اور اس اتفاق رائے سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ ہاں اگر آپ کے نزدیک کوئی زمانہ حقیقی معنوں کے رو سے بھی حال ہے تو پہلے مہربانی فرما کر وقت کی تعریف فرمائیے میں تو ابتدا سے یہ سنتا آیا ہوں کہ وقت کی تعریف یہی ہے کہ الوقت مقدار غیر قار۔ یعنے وقت اسی مقدار کا نام ہے جس کو ذرہ قرار نہیں اب جبکہ وقت کو قرار نہیں تو حقیقی طور پر حال کیونکر پیدا ہوا۔ آپ سوچ کر جواب دیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ صاحبوں کا ترجمہ جو آپ نے پیش کیا ہے یہ ہمارے کچھ مضر نہیں۔ جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں اور آیت وانظر الی الھک میں وہی ہماری طرف سے جواب ہے جو اس میں جواب ہے۔ **قولہ** والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا استمراری معنے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس جگہ عادت مستمرہ کا بیان کرنا مقصود نہیں یہ تو صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ **اقول** یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے بلکہ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ یہ وعدہ آنیوالے لوگوں کے لئے ہی خاص ہے اور اس نعمت سے وہ لوگ بے نصیب ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں یا حال میں مجاہدہ میں لگے ہوئے ہیں حضرت یہ وعدہ بھی استمراری ہے جو ازمنہ ثلثہ پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ ضد نہ کیجئے اور خدا تعالے کے بندوں کو اس کے اس قانون قدرت سے جو مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مترتب ہوتی ہے محروم تصور نہ فرمائیے ورنہ مطابق آپکے معنوں کے ہر ایک زمانہ جو حال کے نام پر موسوم ہوگا اس نعمت سے بکلی محروم قرار دینا پڑے گا مثلاً ذرا غور کر کے دیکھئے کہ اس آیت کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گذر گیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ بمطابق مضمون اس آیت کے ہر ایک جو اس عرصہ میں مجاہدہ کرتا رہا ہے وہ وعدہ لنھدینھم سے حصہ مقسومہ لیتا رہا ہے اور اب بھی لیتا ہے اور آیندہ بھی لے گا پھر آپ اس آیت کے استمراری معنوں سے جو ازمنہ ثلثہ پر اپنا اثر ڈالتی چلی آئی ہے

کیونکہ منکر ہوتے ہیں یہی میرا بیان باقی آیات پیش کردہ میری کے متعلق ہے علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں پبلک خود فیصلہ کرلیگی اور یاد رکھنا چاہیے یہ ترجمے کوئی توفیقی نہیں ہیں۔ آپ کے نون ثقیلہ ہرگز آپ کو وہ فائدہ نہیں پہونچا سکتے جسکی آپ کو خواہش ہے۔ **قولہ** حضرت عیسٰی کے نزول کے بعد اور اُن کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اُس وقت اہل کتاب سب مسلمان ہو جائینگے۔ **اقول** حضرت آپ کیوں تکلیفات رکیکہ کر رہے ہیں آپکے ان تکلفات کو کون تسلیم کرے گا قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے کہ سلسلہ کفر کا بلا فصل قیامت کے دن تک قائم رہیگا اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ سب لوگ ایک ہی مذہب پر ہو جائیں اور اختلاف کفر اور ایمان اور بدعت اور توحید کا درمیان سے اُٹھ جائے چنانچہ اس اختلاف کو اللہ تعالٰے قرآن کریم میں ضروری الوجود انسانوں کی فطرت کے لئے قرار دیتا ہے اور کفر کا تخم قیامت تک قائم رہنے کے لئے یہ آیات صریحۃ الدلالت ہیں جو پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں یعنے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اور آیت اغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ اب دیکھو کہ ان آیات سے ہی آپ کا دعوے قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمنن بہ کا کسقدر باطل ثابت ہوتا ہے ہر یک طرف سے آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی آپ پر زد ہے پھر بھی آپ اس خیال کو نہیں چھوڑتے۔ آپنے جب دیکھا کہ مسیح کے دم سے بہت لوگ کفر پر مرینگے تو آپ پہلے دعوے سے کھسک گئے لیکن آیات موصوفہ بالا سے آپ کسی طرح پیچھا چھوڑا نہیں سکتے۔ آپ نے جو اس بارے میں جواب دیا ہے خود منصف لوگ دیکھینگے حاجت اعادہ کی نہیں۔ **قولہ** آپ پر واجب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ حلیم کے لفظ سے جوان مضبوط کیونکر سمجھا جاتا ہے **اقول** حضرت حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہونچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے کیونکہ خورد سال کے کچے اعضا شدت اور صلابت کے ساتھ بدل جاتے ہیں قاموس بھی ملاحظہ ہو اور کشاف وغیرہ بھی اور بالغ عاقل کے لئے بھی یہی لکھا ہے۔ **قولہ** انی متوفیک میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔ **اقول** غیر مسلّم ہے تو میرے اشتہار ہزار روپیہ کا جواب دیجئے جو ازالہ اوہام کے آخر میں ہے۔ کیونکہ اس اشتہار میں غیر ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔ **قولہ** نزول عیسٰی ابن مریم سے آپ کو انکار ہے۔ **اقول** جب کہ عیسٰی ابن مریم کی حیات ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسٰی کے حقیقی معنے کیونکر مراد ہو سکتے ہیں واطلاق اسم الشئی علی ما

یتشابهه فی الاٰخر خواص سے صفات تجاوز حسن تفسیر کبیر ص ۸۹ ۲ جب آپ حیات مسیح کو
ثابت کر دکھائینگے تو پھر اُن کا نزول بھی مانا جائے گا ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جنمیں ابن مریم کا
ذکر کر کے اُس سے مراد اُس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے ۔ **قولہ** آپ بخاری کی وہ حدیث مرفوع متصل
بیان فرمائیے جس سے مسیح ابن مریم کی وفات ثابت ہوتی ہے ۔ **اقول** میں تو وہ حدیث ازالہ اوہام
میں لکھ چکا اور آخری پرچہ میں تنزلاً ثبوت وفات کیوقت وہ حدیث بھی لکھوں گا ابھی تو دیکھ رہا ہوں
کہ آپ مسیح کی حیات کے بارے میں کونسی آیت قطعیۃ الدلالت پیش کرتے ہیں افسوس کہ ابتک
آپ کچھ پیش نہ کر سکے ۔

فقط میرزا غلام احمد

پرچہ نمبر (۳)

مولوی محمد بشیر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً مصلیاً مسلماً

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

(**قولہ**) میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر
متنازع فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار کر کے
پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے ۔

اقول ۔ یہاں کلام ہے بچند وجوہ اول یہ کہ آپ قبل ادعاء مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات
مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے
دوم خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے اس کا جواب دیجئے وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیح علیہ
السلام وفات پا چکے بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا یا قبل اس کے اگر
بعد پیدا ہوا ہے تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعوے
نیا ہے جو وقت الہام کے پیدا ہوا سو اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ
بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجھکو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا پھر مخالف اپنی اس پہلے بیان

کے یہ دعوے کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھکو یہ خیال ہے کہ مسیح فوت ہو گیا ہے اسی وجہ سے آپ سے ثبوت مانگا
جاتا ہے کہ آپ اپنے پہلے بیان کی مخالف دوسرا بیان کرتے ہیں اور اس دعوے میں ایک جدت ہے جسکو
آپ خود قائل ہیں اور اگر قبل سے یہ خیال تھا تو اس خیال کا یقین قانون قدرت یعنے سنت اللہ و آیات قرآن
کریم سے آپ کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں بر تقدیر اول آپنے قبل الہام مذکور براہین وغیرہ میں اس کو کیوں نہیں
ظاہر فرمایا اور اپنے براہین نے باطل خیال پر باوجود یقین بطلان کے کیوں اڑے رہے اور بر تقدیر ثانی بعد الہام
کے اس خیال کا یقین آپ کو حاصل ہوا یا نہیں اگر یقین ہوا تو رفع آپ ظنی مانتے ہیں یا قطعی یا نہ پر اصرار خلاف
دیانت ہے اور اگر بعد الہام کے یقین اس خیالی وفات کا آپ کو حاصل ہوا تو ظاہر ہے کہ مفید یقین اس وقت
آپ کا الہام ہوا نہ سنت اللہ و آیات قرآن کریم اور آپ کا ملہم ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہونچا اس تقدیر
پر آپ پر واجب ہے کہ پہلے اپنا ملہم ہونا ثابت کیجئے پھر الہام کا حجت ہونا ملہم و غیر ملہم پر ثابت کیجئے بعد اثبات
ان دونوں امر کے دعوے وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونیکا پیش کیجئے بغیر اس کے آپ کا دعوے وفات مسیح و مسیح
موعود ہونیکا عند العقلا ہرگز لائق سماعت نہیں ہے سیوم اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر وفات مسیح پر دلالت
کرتی ہیں یا نہیں بر تقدیر ثانی آپ کا انکو صریحہ بینہ قطعیہ کہنا باطل ہے اور بر تقدیر اول لازم آتا ہے کہ آپکے نزدیک
وہ سب صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمین الی یومنا جو حیات مسیح کے قائل ہیں اعاذنا اللہ منہ کافر
ہوں اور آپ خود بھی جس زمانہ میں اعتقاد حیات مسیح کا رکھتے تھے کافر ہوں۔ کیونکہ منکر نصوص صریحہ بینہ قطعیہ کا
کافر ہوتا ہے چہارم آپنے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے یہ محض اپنی رائے سے بیان کی ہے یا کوئی دلیل کتاب اللہ و
سنت رسول اللہ اس کے لئے ہے یہ نہیں ہے کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا کسی محدث یا فقیہ کا اس
کے ثبوت کے لئے پیش کیجئے پنجم یہ تعریف مدعی کے مخالف ہے اس کے جسکو علماء مناظرہ نے لکھا ہے رشیدیہ
میں ہے والمدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم ای تصدی لاثبات الحکم الخبری الذی تکلم بہ
من حیث انہ اثبات بالدلیل او التنبیہ مولانا عصام الملۃ والدین نے شرح رسالہ عضدیہ میں لکھا ہے المدعی
من یقید مطابقۃ النسبۃ للواقع اور یہ دونوں تعریفیں آپ پر صادق آتی ہیں اور آپ کی تعریف مخالف ہے
ان دونوں تعریفوں کے (**قولہ**) معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوے تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی
مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کرینگے لیکن بحث کے وقت اس دعوے سے نا امیدی پیدا ہو گئی اس لئے
اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کے حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔

(**اقول**) یہہ آپ کا سوء ظن ہی اور ہر مسلم مامور ہے اپنی بہائی کے ساتھ حسن ظن کرنے کے لئے چہ جائیکہ آپ سا شخص مدعی الہام و مجددیت و مسیحیت آپ کو بالاولے حسن ظن چاہیے میں نے صرف ایک امر نفس الامری کا اظہار کر دیا ورنہ میں تو بار ثبوت بیان اپنے ذمہ لے چکا ہوں اور اس کا ثبوت ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی بنا پر آپکے روبرو پیش کیا گیا مگر افسوس کہ آپنے اس قاعدہ اجماعیہ کے انکار میں کچھ حیا کو کام نفرمایا ایسا اس قاعدہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں بفضلہ تعالی میرا دعوی جیسا کہ آپکے اقرار سے قطعی طور پر ثابت ہی بیان اس کا یہہ ہے کہ آپنے توضیح المرام و ازالہ الاوہام میں اس امر کا اقرار کیا ہی کہ ضمیر موتہ کیطرف حضرت عیسی علیہ السلام کے راجع ہے اب آپ کو چاہیے قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو مانئے یا نہ مانئے ہر طرح میرا مدعا ثابت ہی کیونکہ یا تو آپ لیؤمنن کو بمعنے استقبال لیجئے گا یا بمعنے حال یا بمعنے استمرار یا بمعنے ماضی شق اول میں تو میرے مطلوب کا حاصل ہونا محتاج بیان نہیں ہی شق ثانی اول تو بدیہی البطلان ہی سوا اس کے مطلوب پہر اس سے بہی حاصل ہی کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ نزول آیت میں سب اہل کتاب حضرت عیسی عم پر قبل ان کی موت کے ایمان لاتے تہے پس معلوم ہوا کہ زمان نزول آیت تک زندہ تہے اور رفع یقیناً اس سے پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ زندہ اوٹہائے گئے وہو المطلوب شق ثالث اول تو بدیہی البطلان ہی سوا اس کو اس شق مدعا کا ثبوت بہ نسبت شق اول سے بہی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ سب اہل کتاب زمانہ گذشتہ وحال و استقبال میں حضرت عیسی پر انکے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ ماضی وحال میں زندہ تہے اور استقبال میں بہی ایک زمانہ تک زندہ رہینگے رفع کیوقت زندہ تہے شق رابع باطل ہے اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو بمعنے ماضی کہیں نہیں آیا آپ قواعد نحو کو تو مانتے ہی نہیں ہیں ایسے مضارع کا بمعنے ماضی آنا قرآن یا حدیث صحیح سے ثابت کیجئے ودونہ خرط القتاد افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحویہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اسکو آپ تسلیم نہیں کرتے اور اگر آپ کے مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہی تو بہی آپ قبول نہیں کرتے یہ امر اول دلیل ہی اس بات پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب ملحوظ نظر نہیں ہی۔ **قولہ** پہر اس کے بعد آپنے نصوص صریحہ بینہ قرآن و حدیث سے نا امید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمنن کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔ (**اقول**) ان من اہل الکتاب صریح و بیّن ہی اور نون ثقیلہ کا بمعنے استقبال کر دینا اس کے قطعیۃ میں مخل نہیں ہی **قولہ** اور جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کیوجہ سے اثبات پر زور دیا ہی۔

کہ آیۃ بوجہ نون تقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے **اقول** یہ قول غلط محض ہے جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے اس آیت کو ہرگز بمعنے حال یا استمرار نہیں لیا ہے اگر سچے ہو تو ثابت کر دیجیے یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر کتابی کیطرف راجع کی ہے اس سے معنے حال یا استمرار لینا کسیطرح لازم نہیں آتا ہے سوائے آپکے کوئی اہل علم ایسی بات منہ سے نہیں نکالسکتا علاوہ ازین اس تقدیر پر بھی استقبال ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں **قولہ** ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہ رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ قال اللہ و قال الرسول سے باہر نہیں جائینگے **اقول** یہ قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو قال اللہ سے جاری کرنا قال اللہ سے کسی کے نزدیک خارج نہیں ہوتا ہے صرف آپکا اجتہاد ہے جسکا کوئی ثبوت آپ نہیں دیسکتے بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا کیونکہ آپ خود ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ میں اس کے قریب ہوئے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیۃ فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیتہ ہے واذ قال اللہ یا عیسے ءانت قلت للناس الخ ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے انتہیٰ اتامرون الناس وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون **قولہ** اور نہ ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے **اقول** آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں بھلا صاحب اس قاعدہ کے جاری کرنے سے اُن بزرگوں کی عزت و مرتبت میں معاذ اللہ کسطرح نقصان آسکتا ہے اُن کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے آپ اپنے ساتھ اُن بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں **قولہ** ہمارے اوپر اللہ و رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کی خود تراشیدہ قواعد صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ اس پر کافی و کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اسپر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی ملجائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف و نحو کو ترک نہ کریں **اقول** یہ بات بھی آپ کی سراسر مغالطہ دہی پر مبنی ہے کافی و کامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اُسپر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلم ہے دونہ خرط القتاد کر علاوہ اس کے آپنے جو باوجود نہ کھلنے معنے آیت کے اور عدم شہادت اکابر مومنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو الزام علوم لغت و صرف و نحو و معانی اصول فقہ و اصول حدیث سے جو کہ خادم کتاب و سنت ہیں دیا جاویگا۔

تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کی علم و دیانت سے خلاف ہے کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہمکو الفاظ قرآن وحدیث کے معانی موافق لغت و محاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے ورنہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہوسکتا ہے اور یہ امر فی زماننا غیر ممکن ہے کہ خود عرب میں جاکر ہر لغت و محاورہ اور جمیع قواعد صرف و نحو و معانی وغیرہ کی تحقیق کیجاوے پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے اور اگر ایک بھی آپ قبول نکریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا یا تو لغت صرف و نحو و معانی و اصول فقہ و اصول حدیث کی اجماعی باتوں کی تسلیم کرنیکا اقرار کیجئے یا بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کرکے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمائیے اور جو کچھ اول علموں میں آپ کو ترمیم کرنا ہو وہ کرلیجئے اس کے بعد مباحثہ کیجئے تاکہ آپ کی مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاوے ورنہ موافق اس طریقہ کے جو آپنے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی غافل کو الزام نہیں دے سکتا ہے۔

قولہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں انّ ھذان لساحران آیت موجود ہے **اقول** اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کیجاتی ہے ھذان اسم انّ علی لغۃ بلحارث ابن کعب فانھم جعلوا الالف للتثنیۃ واعربوا المثنی تقدیراً وقیل اسمھا ضمیر الشان المحذوف و ھذان لساحران خبرھا وقیل ان بمعنی نعم وما بعدھا مبتداء وخبر فیھما ان اللام لا یدخل خبر المبتداء وقیل اصلہ انہ ھذان لھما ساحران فحذف الضمیر وفیہ ان المؤکد باللام لا یلیق بہ الحذف انتہی۔ **قولہ** حسین بجائے ان ھذان کے انّ ھذین کہا ہو **اقول** یہ خطائے فاحش ہے صواب یہ ہے کہ حسین بجائے انّ ھذین کے انّ ھذان کہا ہو **قولہ** آپ کو یاد ہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف و نحو غلطی سے پاک ہیں بلکہ وجوہ تتمیم و تکمیل ہیں **اقول** یہ بات اگر قواعد اختلافیہ کی نسبت کہی جاوے تو مسلم ہے لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جاکر فی زماننا تحقیق لغت و قواعد صرف و نحو غیر ممکن پس پابندی قواعد کی باقی نرہے گی ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن و حدیث کو معنے کرے گا آپکو چاہیے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جلد اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت و قواعد صرف و نحو موافق قرآن وحدیث کی اپنے اجتہاد سے بناکر جلد شائع کیجئے تاکہ انھیں قواعد کے بنا پر آپ سے بحث کیجاوے **قولہ** قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اسپر شہادت دیتے ہیں

ہیں اقول سبحانک ھذا بہتان عظیم قولہ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی
نسبت بدظنی کرنی پڑی اقول آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے ہیں فافہم قولہ ابھی میں انشاء اللہ
تعالے یہ آپ پر ثابت کردونگا کہ آیت لیؤمنن بہ آپکے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالۃ ٹھہر
سکتی ہے جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتوے لکہا جاوے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو
بھی اس میں داخل کردیا جاوے اقول توضیح المرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت وان من اہل الکتاب
الا لیؤمنن بہ قبل موتہ بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے ص۸ میں مرقوم ہے اور قرآن شریف
میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونیکا بتصریح کہیں ذکر نہیں لیکن انکے وفات پاجانیکا تین
جگہ ذکر ہے حاشیہ میں وہ تین آیتیں آپنے لکھی ہیں اُن میں سے آیت وان من اہل الکتاب بھی ہے
ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں ہے غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہوجانا بیان کیا گیا ہے ازالۃ الاوہام
کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے جو بھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہہ آیت ہے کہ ان من اہل
الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ انتہے جاننا چاہیے کہ آپ کی یہ تقریر باولی تغیر آپ پر منعکس
ہوجاتی ہے تقریر اس کی یہہ ہے کہ آیت لیؤمنن کے وفات مسیح او سوف صریحۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے کہ ان
سب بزرگوں کی جہالت پر فتوے لکہا جاوے نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کیا جاوے ورنہ آپ
کبھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتے قولہ اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ کیا
اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسلی کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھہ اور
بھی معنے لکھے ہیں اقول یہ طعن باونے تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں بلکہ جو آپنے طعن کی ہے اس
سے اشد ہے یعنے آپنے فرمایا ہے کہ آیت وان من اہل الکتاب موت مسیح پر دلالت کرتی ہے
اور آپکے بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریحی ہے پس کیا اکابر مفسرین نے اس آیت
کو حضرت عیسلی کی وفات پر دلیل ٹھہرایا ہے ایک نے بھی نہیں قولہ کشاف صفحہ ۹۹ میں لیؤمنن
بہ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے آہ اقول اس عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ مفسرینا
نے قطعیۃ الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی اس کے معنے لکھے ہیں لیکن مفسرین کا قطعیۃ
الدلالۃ تصریح نہ کرنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا ہے آپکے نزدیک انی متوفیک اور فلما توفیتنی
قطعیۃ الدلالت ہے موت حضرت عیسلی علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسلی کی موت

کے لئے قطعیۃ الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں **قولہ** پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے **اقول** نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثر لوگوں نے ضمیر مونہ کی کتابی کیطرف راجع کی ہے اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپکے نزدیک آیت وانی متوفیک و آیت فلما توفیتنی قطعیۃ الدلالۃ ہے وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے وقال الاکثرون المراد بالوفاۃ ھھنا النوم انتھی۔ اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت وان من اھل الکتاب دلیل صریح ہے وفات مسیح علیہ السلام پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں رائحہ بھی نہیں ہے نہ بر تقدیر اس قول کے جسکو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور نہ بر تقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابل ہے اس کے بعد آپنے عبارت مدارک اور بیضاوی و تفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا ترجمہ کر کے اور ان کو بڑھایا ہے اور حالانکہ ان سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہے سوائے اس کے ضمیر مونہ میں اختلاف ہے اور اور یہ ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف معانی قطعیۃ و دلالت صریحہ کو مخالف نہیں ورنہ چاہیے کہ آپ کے ادلہ وفات آیت انی متوفیک اور آیت فلما توفیتنی اور آیت وان من اھل الکتاب ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں وھو خلاف ما ادعیتم اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتہ سواء کان ھذا الحکم خاصا بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولا وجہ لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام مخدوش ہے اور مخالف ہے عامہ تفاسیر کے کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اس تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جاوے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور یہی وجہ ہے اس امر کی اہل کتاب سے ایک فریق خاص مراد لیا جاوے پس صاحب تفسیر مظہری نے یہ قول لا وجہ کوئی وجہ نہیں رکھتا اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتھم مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں ابن کثیر نے اس قرأت کو اس طرح پر روایت کیا ہے حدثنی اسحق بن ابراھیم ابن حبیب الشہید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال ھی فی قرأۃ ابی قبل موتھم اس میں دو راوی مجروح ہیں اول خصیف دوم عتاب ابن بشیر خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا

ہے صدوق سئی الحفظ خلط بآخرہ رمی بالارجاء میزان میں ہے ضعفہ احمد وقال ابو حاتم تکلم فی سوء حفظہ وقال احمد ایضاً تکلم فی الارجاء وقال عثمان بن عبد الرحمن رایت علی خصیف ثیاباً سوداً کان علی بیت المال انتہی ملخصاً خصیف کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے قال احمد انا عن خصیف بما اکبر اراہا من قبل خصیف قال النسائی لیس ھذاک فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونہ وقال علی ضربنا علی حدیثہ انتہی ملخصاً۔ **قولہ** اور بلاشبہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے **اقول** عموماً یہ بات غلط ہے ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ شذوذ و دیگر علل خفیہ غامضہ قادحہ سے خالی ہو البتہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اور ابھی واضح ہوا کہ اس کی سند میں دو رجال مجروح ہیں **قولہ** اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ اگر ابن عباس اور علی ابن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ رض ان معانوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابی ابن کعب بھی یعنی قبل موتہم کامل درجہ پر ثابت نہیں۔ تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالۃ ہونے آیت لیؤمنن بہ پر اس کا کچھ بھی اثر ٹھہر گیا وہ دعوے جسکے مخالف صحابہ رض کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کے تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہے ہیں اب تک قطعیۃ الدلالۃ ہے **اقول**۔ نہ صحابہ کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ میں البتہ منقول ہیں اس سے قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے اس کی نظائر کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں من شاء فلیرجع الیہما علاوہ اس کے اس بنا پر آپکے ادلہ وفات میں سے آیت انی متوفیک آیت فلما توفیتنی و آیت وان من اہل الکتاب بھی نہ قطعیۃ الدلالۃ ٹھہرتی ہے نہ صریحۃ الدلالۃ کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

قولہ مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپکے معنے قبول نہیں کئے ہیں **اقول** یہ کذب صریح ہے تحریر اول میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے اس سے ابن عباس و ابو مالک وحسن بصری وقتادہ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابو ہریرہ رض کا اس معنی کو قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنے بدلیل قاطع ثابت ہیں اور نیز ابن کثیر میں ہے واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ القول الاول وھو انہ لا یبقی احد من اہل الکتاب بعد نزول عیسی علیہ السلام الا آمن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسی علیہ السلام ولاشک

ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح المقصود من سیاق الآیۃ فی تقریر بطلان ما ادعتہ الیہود من قتل عیسیٰ وصلبہ وتسلیم من سلم لہم من النصاریٰ الجہلۃ ذالک انتہیٰ

قولہ اور میں نے جو آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہہ وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جاوے تو نعوذ باللہ بقول آپکے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل نادان قرار دینا پڑتا ہے۔

اقول میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابہ و تابعین وغیرہم سے منقول ہیں اور وہی قاعدہ جو عامہ مسلمین کا معمول رہا ہے لکھے ہیں البتہ آپکے مسائل [illegible] ہا نا پڑتا ہے فما ہو جوابکم فہو جوابی علاوہ اس کے اول صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح [illegible] نہیں ہے ان کا کلام معنے مستقبل پر بھی محمول ہو سکتا ہے جیساکہ آپ تحریر اول میں اس کا اعتراف کر چکے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کیطرف پھیری ہے وہ اس امر میں خطا پر ہیں یہ کوئی مقام استبعاد نہیں یا آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں **قولہ** اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ افترا قرار دینا پڑے گا

اقول خواہ نخواہ چہ معنے دار د قرأت مذکورہ فی الواقع ضعیف ہے لایق احتجاج نہیں کما مر بیانہ انفا **قولہ** کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ ہزارہا جو اب تک یہ معنے کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپکے نحو سے غافل تھے۔

اقول سراسر یہی سوء فہم پر ہے معنے مذکور کا فساد اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنے تو سراسر موافق ہیں قاعدہ نحو کے کیونکہ اس میں بھی تو مضارع صریح بمعنے استقبال کیا گیا ہے ذرا سوچیئے جواب دیجئے **قولہ** کوئی مبسوط تفسیر تو بتلا دیں کہ جو ان معنوں سے خالی ہو یا جسنے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا ہو **قولہ** بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں

اقول دو بڑی تفسیریں معتبر یہ اپنی پیش کرتا ہوں ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر کہ ان دونوں نے معنے مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنے کو ضعیف کہا بلکہ صحت کی تصریح کی ہے بس اس مقام پر کذب اس قول کا کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہو گیا **قولہ** حضرت اس قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی اب تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرنا تھی

اقول یہ قول بھی سوء فہم پر مبنی ہے میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح بن مریم کی زندگی ثابت ہے میں نے تو صرف یہہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنے کے نہیں بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے نہ اثبات دعوے وبینہما فرق ہی

قولہ ہمنے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اسکی اسناد پیش کردی ہین **اقول** سند مین جو جرح ہے وہ ہمنے اوپر بیان کردی فتذکر **قولہ** بھلا اگر آپ حق پر ہین تو تیرہ سو برس کی تفسیرون مین سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجیے جو ان معنون کی صحت پر معترض ہو **اقول** تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہین **قولہ** الہامی معنے جو مینے کئے ہین وہ درحقیقت ان معنون کے معارض نہین **اقول** یہ محض غلط ہے کیونکہ الہامی معنے کا مدار اسپر ہے کہ ضمیر موتہٖ کے راجع طرف عیسےٰ عم کے ہے اور معنے مذکور کا مدار اسپر ہے کہ ضمیر موتہٖ کے راجع طرف کتابی کے ہو پس سخت تعارض و بیّن تخالف موجود ہے مجھکو سخت تعجب ہے آپکی دیانت سے کہ آپ باوجودیکہ ضمیر موتہٖ کا مرجع عیسےٰ ہونا اپنی کتب مین تسلیم کرچکے ہین اور آیت وان من اھل الکتاب کو صریحۃ الدلالت وفات عیسےٰ پر کہتے ہین پھر اس اقراری حق سے کیون اعراض کرتے ہین اور وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسہم کے وعید سے نہین ڈرتے **قولہ** کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنیوالے زمانہ کا نام نہین ہے **اقول** یہ امر مسلم ہے بیشک زمانہ نام مقدار غیر قار کا ہے اور حال ایک فرد ہے زمانہ کا اور حد حقیقی حال کے باعتبار عرف کے یہی ہے کہ تکلم فعل کے پہلے کا زمانہ تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے بعد کا زمانہ مستقبل ہے اور تکلم فعل کے مبدا سے منتہی تک زمانہ حال ہے اس بنا پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہین ہوسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہے زمانہ تکلم فلنولینک سے پس اسکے استقبال ہونے مین کیا شک ہے۔ **قولہ** جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہوگئے اسی طرح وہ بھی قائل ہین **اقول** فرق نہ کرنا درمیان مستقبل قریب حال کے محصلین سے بعید ہے جیسا کہ ماہر علم نحو پر بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہین ہے **قولہ** یہ تو ہمنے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے مگر یہ کہان سے ثابت ہے کہ وعدہ آنیوالے لوگون کے لیئے خاص ہے **اقول** یہ کس نے کہا کہ یہ وعدہ آنیوالے لوگون کیلیئے ہی خاص ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اسکا ایفاء زمانہ آئندہ ہی مین ہوسکتا ہے نہ حال مین اور اس بات مین جو آپ نے طول کیا ہے اُسکو اصل مطلب سے کچھ علاقہ نہین اور ہمکو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہین کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدائیت مرتب ہوتی ہے صرف بحث اس مین ہے کہ یہ سنت اللہ ان آیات وعد و وعید سے ثابت نہین ہے بلکہ اسکے لیئے دوسری آیات دلیل ہین **قولہ** اب دیکھئے کہ ان آیات سے بھی آپکا دعوی قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمنن بہ کا کسقدر باطل ثابت ہوتا ہے **اقول** آیات منافی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمنن کے نہین بلکہ آیت لیؤمنن آیات مذکورہ کے مخصص واقع ہوئی ہے **قولہ** حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو **اقول** یہ حصر غیر مسلم ہے کیونکہ حلیم قرآنمجید مین صفت غلام کی آئی ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے فبشرناہ بغلام حلیم اور غلام کے معنے کودک صغیر کے ہین کما فی الصراح پس محتمل ہے کہ حلیم اس مقام پر ماخوذ حلم سے

ہو جو آہستگی و بردباری کے معنے مین ہے کما فی الصراح قاموس مین ہے الحلم بالکسر الاناۃ و العقل جمعہ احلام و حلوم و منہ ام تامرہم احلامہم وہو حلیم جمع حلماء و احلاما **قولہ** جبکہ عیسے بن مریم کی حیات ہی ثابت نہین ہوئی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسے کے حقیقی معنے کیونکر مراد ہو سکتے ہین **اقول** اس کلام مین چند وجوہ سے شک ہے شک اول یہ کہ آیت و ان من اہل الکتاب سے آپ کے اقرار سے صراحتاً موت ثابت ہے کیونکہ آپنے توضیح المرام و ازالۃ الاوہام مین اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کا عیسے کیطرف راجع ہے اور بعد اقرار اس امر کے حیات کا اقرار لازم آتا ہے کما مر تقریرہ بحبث یوم حولہ — شک دوم بر تقدیر موت بھی نزول خود حضرت عیسے کا نہ محال عقلی ہے اور نہ محال عادی اور جو چیز محال عادی و عقلی نہو اور مخبر صادق اسکی خبر دے تو اس سے انحراف جائز نہین اور احادیث صحیحہ مین نزول عیسیٰؑ کی خبر متواتر موجود ہے **قولہ** جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائینگے تو پھر اُن کا نزول بھی مانا جائیگا **اقول** اس مین کچھ تلازم نہین بر تقدیر وفات بھی نزول کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معقول نہین ہے **قولہ** ورنہ بخاری مین وہ حدیثین بھی ہین جن مین ابن مریم کا ذکر کر کے ان سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے **اقول** ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوا احادیث نزول کے دیگر احادیث بھی بخاری مین ایسی ہین جن مین ابن مریم کا ذکر کر کے اُس سے مراد اسکا کوئی مثیل لیا گیا ہے پس آپکو چاہیئے کہ براہ عنایت اُن احادیث کو نقل فرمائیے تاکہ اسمین نظر کیجاوے کہ وہان مثیل مراد لیا گیا ہے یا نہین **قولہ** افسوس کہ ابتک آپ کچھ پیش نکر سکے **اقول** افسوس کہ باوجود اسکے کہ آپکے اقرار سے حیات مسیح آیت و ان من اہل الکتاب کے صراحتہً ثابت ہو گئی پھر بھی آپ ایسا فرماتے ہین انا للہ و انا الیہ راجعون و الی اللہ المشتکی اب سنئیے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنیوالا جواب دیا جاتا ہے آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہین تو اسی جواب کا جواب دین اور جواب ترکی بترکی سے تعارض نکرین ایسا کرینگے تو یقیناً سمجھا جائیگا کہ آپ فیصلہ کرنا نہین چاہتے اور احقاق حق سے آپکو غرض نہین ہے وہ جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب! مین نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے اُن جملہ دلائل کو جنکو مین اسوقت پیش کرنا چاہتا تھا یکبارگی قلم بند کر کے آپکی خدمت مین پیش کر دیا اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا تھا کہ میرا اصل متمسک اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے اور اُسکے قطعیۃ الدلالت ہونے کے ثبوت مین قواعد نحویہ اجماعیہ کو پیش کیا آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہوتے تو اسکے جواب مین دو صورتون مین سے ایک صورت اختیار کرتے یا تو میری جملہ دلائل و جوابات سے تعرض کرتے اور اُنمین سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے یا صرف میری اصل دلیل سے تعرض فرماتے

اسکے سوا کسی بات کے جواب سے متعرض نہوتے آپ نے نہ پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری - بلکہ میری اصلی دلیل کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کیا مگر انکو بھی ادھورا چھوڑا اور بہت سی باتوں کا حوالہ آئندہ پرچہ پر چھوڑا اور انکے مقابلہ مین اپنے دلائل احادیث بخاری وغیرہ کے بیان کو بھی آپنے آئندہ پرچہ پر ملتوی کیا - اور جو کچھ بیان کیا ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ مین ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکہ کھاوین اور خواص ناخوش ہون اس کی ایک مثال آپکی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہین ہین صاحب من جس حالت مین مین خود مدعی ہوکر دلائل پیش کرچکا تھا تو آپکو اس بحث کی کیا ضرورت تھی دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی راے کا ذکر بے موقع کرکے لوگونکو یہ جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث مین آپکے مخاطب ہین حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کرکے آپنے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا لہذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب مین محض اجنبی و نامناسب تھا -

تیسری مثال یہ ہو کہ آپنے چند تفاسیر کی عبارات و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کرکے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات و وفات مسیح مین آپکے موافق اور ہمارے مخالف ہین اور یہ محض مغالطہ ہو کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اسبات کا قائل نہین ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اسوقت زندہ نہین ہین -

چوتھی مثال آپکا عوام الناس کو یہ جتانا ہو کہ نون یومنن کو استقبال کیلئے ٹھہرانا تمام صحابہ و مفسرین کو جاہل قرار دینا ہے جو سراسر آپکا دھوکا و مغالطہ ہے آپکی اس قسم کی باتونکا مین تین دفعہ تو جواب ترک کی تیر کی دیکھا آئندہ بھی یہی طریق جاری رہا تو اس سے آپکو یہ فایدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جائیگی اور آپکی اتباع مین آپکی جواب نویسی ثابت ہو جائیگی مگر اسمین مسلمانونکا یہ حرج ہوگا کہ انپر نتیجہ بحث ظاہر نہوگا اور آپکا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہوچکے ہین یا اور اعتقاد وفات مسیح مین خطا پر ہین اور باتنکو ادھر ادھر لیجا کر ٹلا رہے ہین لہذا آئندہ آپکو اسپر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپکو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مد نظر ہے تو زائد باتونکو چھوڑکر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود و محصور کرین اور جو مین نے بہ شہادت قواعد نحویہ اجماعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال ہی مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے اسکا جواب درصورت عدم تسلیم قواعد نحویہ اجماعیہ دو حرفی یہ دیں کہ تمام قواعد نحوی بیکار و بے اعتبار ہین یا خاصکر یہ قاعدہ غلط ہو اور اسکو فلان شخص نے غلط قرار دیا ہو اور اسکی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال

عرب عرباسے یہ دلیل ہے اور بجائے اسکے قاعدہ صحیحہ فلان ہے یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنے گھڑ سکتا ہے اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کی تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلان دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو فایدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتون اور معنی سے بھی جو بیان کئے گئے ہیں حاصل ہوسکتا ہے اور اگر مجرد اختلاف مفسرین یا تفسیر آیت میں اسی تخصیص کا مبطل ہوسکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپکے نزدیک لائق استدلال و استناد نہیں تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے ان اقوال کو جو درباب حیات مسیح وارد ہیں قبول کریں یا انکے ایسے معنی بناویں جن سے وفات مسیح ثابت ہو ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جہان تک مفسرین اور جملہ صحابہ و تابعین ہمارے ساتھ ہیں انمین کوئی اسکا قائل نہیں مسیح ابن مریم اب زندہ نہیں ہیں آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ ثابت کردیں کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں تو ہم دعوی حیات مسیح سے دست بردار ہو جاینگے لیجئے ایک ہی بات میں بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے اب اگر آپ یہ ثابت نہ کرسکے تو ہم سے جملہ مفسرین اور صحابہ و تابعین کے اقوال سنیں جن کو ہم آیندہ پرچہ میں نقل کرینگے آپ مانیں یا نہ مانیں عام ناظرین تو اس سے فایدہ اٹھا لینگے اور اس سے نتیجہ بحث نکال لینگے آپ سے ہمکو امید نہیں رہی کہ آپ اصل مدعا کیطرف آئینگے اور زوائد یاتوں کو چھوڑ کر صرف وہ دو حرفی جواب دینگے جو اس منصفانہ جواب میں آپ سے طلب کیا گیا ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ دستخط محمد بشیر عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

نمبر ۳

حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سبحانک ما اعظم شانک تہدی من تشاء و تضل من تشاء و تعلم من تشاء من لدنک علماً۔ امابعد اے ناظرین آپ صاحبوں پر واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے

تحریری مباحثہ شروع کرکے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسے بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہین اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہین۔ اب اے ناظرین یہ عاجز آپ صاحبونکی خدمت مین صاف اور سہل اور مختصر طور پر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ مولویصاحب موصوف نے اپنے اس دعوی کا اپنے تین پرچون مین کیا ثبوت دیا اور میری طرف سے اس ثبوت کے باطل اور ہیچ اور لغو محض ہونے پر اپنے اس تیسرے پرچہ تک کیا کیا ثبوت پیش ہوا ہے تا آپ لوگ خود منصف بنکر دیکھ لین کہ کیا درحقیقت مولویصاحب نے کسی قطعیۃ الدلالت آیت سے جیسا کہ انکا دعوے تھا حضرت مسیح ابن مریم کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ثابت کر دکھایا ہے یا وہ ایسے قطعی ثبوت پیش کرنے سے ناکام رہے اور کوئی ایسی آیت پیش نکر سکے کہ جو یقینی اور قطعی طور پر حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر دلالت کرتی ہو اور بنظر تحقیق کوئی دوسرے معنے مخالف ان معنونکے اُس سے نکل نہ سکتے ہون۔

سو مین آپ صاحبونکو سناتا ہون کہ اول حضرت مولویصاحب نے اپنے اس دعوے کی تائید مین کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہین پانچ آیتین اپنی طرف سے پیش کی تھین پھر چار آیتونکو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہین ہوتا یعنے یہ کئی احتمال رکھتی ہین اور قطعیۃ الدلالت نہین ہین اور تمام مدار اپنے دعوے کا اس آیت پر رکھا کہ جو سورۃ النساء مین موجود ہے اور وہ یہ ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ مولویصاحب اس آیت کو حضرت عیسے کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنے ہین کہ کوئی اہل کتاب مین سے ایسا نہین کہ جو عیسے پر اسکی موت سے پہلے ایمان نہین لائیگا۔ اور چونکہ ابتک تمام اہل کتاب کیا عیسائی اور کیا یہودی حضرت عیسے پر سچا اور حقیقی ایمان نہین لائے بلکہ کوئی اُنکو خدا قرار دیتا ہے اور کوئی اُنکی نبوت کا منکر ہے اسلئے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسے کو اُس زمانہ تک زندہ تسلیم کر لیا جائے جبتک کہ سب اہل کتاب اُسپر ایمان لے آوین۔ مولویصاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہین کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اسکے ہین کسی دوسرے معنے کا احتمال اس مین ہرگز نہین اور اس بات کو قبول کرتے ہین کہ گو بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کتنے معنے اس آیت کے کئے ہین مگر وہ معنے صحیح نہین ہین کیون صحیح نہین ہین؟ اسکا سبب یہ بتلاتے ہین کہ اس جگہ لیؤمنن کا صیغہ تو نون ثقیلہ

کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنون مین ہوگیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہین کہ حضرت عیسے کا کسی آیندہ زمانہ مین نازل ہونا قبول کرکے پھر اُس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسے پر ایمان لے آوینگے اور فرماتے ہین کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اسکے مخالف معنے کئے ہین اور قبل موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیر دی ہے یہ معنے ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہین کیون مخالف ہین؟ اسوجہ سے کہ ایسے معنون کے کرنے سے لفظ لیومننّ کا خالص استقبال کے لئے مخصوص نہین رہتا۔ مولویصاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور اُبی ابن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہین پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولویصاحب کو معلوم ہین انہین معلوم نہین تھے اسلئے وہ ایسی صریح غلطی مین ڈوب گئے جو انہین وہ قاعدہ یاد نہ رہا جسپر تمام نحویون کا اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا بلکہ انہون نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعًا اُن کی فطرت کے لئے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماوین کہ کیا مولویصاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہین کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیوین اور اگر مولویصاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قایم نہین کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہو جسکے روسے مولویصاحب کے خیال مین ابن عباس کے وہ معنے اس آیت متنازع فیہ مین رد کے لائق ہین جن کی تائید مین ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے یعنے قبل موتہم فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولویصاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہین ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے پس وہ کیا ابن عباس کے معنونکو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہین ڈالتی یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباس کے یہ معنے نحوی قاعدہ کے مخالف ہین اور قرأت قبل موتہم کسی راوی کا افترا ہے۔ ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا مولویصاحب یا کسی اور کا حق ہے کہ اُن بزرگوں پر ایسا الزام رکھ سکے جنکے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو اُن کے محاورات اور اُنکے فہم کی تابع ٹھہرانا چاہئیے نہ کہ اُن کی بول چال اور اُنکے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولویصاحب اپنی ضد کو کسی حالت مین چھوڑنا نہین چاہتے اور ابن عباس اور عکرمہ

نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہرتے ہین اور قرأت اُبیؓ بن کعب کو بھی جو قبل موتہم ہے بلکلی مردود
اور متحقق الافترا خیال کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ صرف اُنکے دعوے سے ہی یہ اُنکا بہتان قابل تسلیم نہین
ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنونکو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہین تو اُنپر فرض ہے کہ ان دونون باتون کا
قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلین - کیونکہ جبتک ابن عباس اور عکرمہ کے مخالفانہ معنونمین احتمال صحت
باقی ہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولویصاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے
تب تک مولویصاحب کے معنے باوجود قایم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہین -
ناظرین آپ لوگ خود سوچ لین کہ قطعی معنے تو اُنہی معنونکو کہا جاتا ہے جنکی دوسری وجوہ سکر سے
پیدا نہ ہون یا پیدا تو ہون لیکن قطعیت کا مدعی دلایل شافیہ سے اُن تمام مخالف معنے کو توڑدے
لیکن مولویصاحب نے ابتک ابن عباس اور عکرمہ کے معنون اور قبل موتہم کی قرأت کو توڑکر نہین دکھلایا -
اُن کا توڑنا تو صرف ان دو باتون مین محدود تھا اول یہ کہ مولویصاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت
کردیتے کہ ابن عباس اور عکرمہ اُنکے اجماعی قاعدہ نحو سے بلکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہون نے
سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظرانداز کردیا - دوسرے مولویصاحب پر یہ
بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افترا ثابت کرتے اور یہ ثابت کرکے دکھلاتے کہ
یہ حدیث موضوعات مین سے ہے - مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اسکو بکلی اثر سے روک نہین سکتا -
امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخرالایمہ سے مروی ہے کہ مین ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو
چھوڑ دیتا ہون - اب کیا جسقدر حدیثین صحاح ستہ مین بباعث بعض راویون کے قابل جرح یا مرسل اور
منقطع الاسناد ہین وہ بالکل پایۂ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہین ؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک
موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہین ؟ -

ناظرین متوجہ ہوکر سنو اب مین اسبات کا بھی فیصلہ کرتا ہون کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباس اور
عکرمہ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنے جو مخالف مولویصاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمدًا یا سہوًا باہر
چلے گئے تو پھر بھی مولویصاحب کے معنے قطعیۃ الدلالت نہین ٹھہر سکتے - کیون نہین ٹھہر سکتے ؟ -
اسکی وجوہ ذیل مین لکھتا ہون -

(۱) اول یہ کہ مولویصاحب کے ان معنون مین کئی امور ہنوز قابل بحث ہین - جنکا یقینی

طور پر فیصلہ نہین کرسکے اور نہ اُن کا ایک ہی معنون پر قطعیۃ الدلالت ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا چکے ہین۔ ازانجملہ ایک یہ کہ اہل الکتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم مین موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے اور ہر ایک ایسی آیت کا جس مین اہل کتاب کا ذکر ہے وہی مصداق اور شان نزول قرار دیئے گئے ہین۔ پھر مولویصاحب کے پاس باوجود اُس دوسرے معنے ابن عباس اور عکرمہ کی کونسی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعًا باہر رکھے گئے ہین اور کونسی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالت اسبات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اُس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہین جس مین تمام وہ لوگ حضرت عیسےٰ پر ایمان لے آئینگے۔

ازانجملہ ایک یہ کہ مولویصاحب نے یقینی مرجع لیؤمنن بہٖ مین کوئی قطعی ثبوت پیش نہین کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ مین حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہٖ کی جناب خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے۔ کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہین ٹھہر سکتا۔ ہان خاتم الانبیا پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیون پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسےٰ کو بہٖ کے ضمیر کا مرجع ٹھہرایا جائے تو اسکا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہین کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کرکے صرف حضرت عیسےٰ کی رسالت اور عبدیت کا قائل ہو۔ لیکن ساتھ اسکے ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے قطعًا منکر ہو تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے ہرگز نہین۔ پھر یہ ضمیر بہٖ کی حضرت عیسےٰ کیطرف آپکے معنونکے رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کرلیتے کہ اس مین حضرت عیسےٰ بھی داخل ہین لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنے فاسد ہوتے ہین۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑا کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہین اس صورت مین موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کرین کہ ایسے معنون سے لیؤمننّ کا لفظ استقبال کے خالص معنون مین کیونکر رہے گا۔ تو مین اس کا یہ جواب دیتا ہون کہ جیسے آپ کے معنون مین رہا ہوا ہے اسوقت ذرہ آپ متوجہ ہوکر بیٹھ جائین اور اُس قادر سے مدد چاہین جو سینون کو کھولتا اور دلون مین سچائی کا نور

نازل کرتا ہے۔ حضرت سنئے آپ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہین کہ ایک زمانہ قبل موت عیسٰے کے ایسا آئیگا
کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسے پر ایمان لے آئینگے۔ اور بموجب روایت عکرمہ
برعایت آپکے نحوی قاعدہ کے یہ معنے ٹھہرینگے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے
سب نبی خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئینگے جس ایمان کی طفیل مسیح ابن مریم
پر بھی ایمان لانا اُنھین نصیب ہوجائے گا۔ اب حضرت اللہ جلشانہ سے ڈر کر فرمائیے کہ کیا آپکے قطعیۃ الدلالت
ہونیکا دعوے بکلی نابود ہوگیا۔ یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماوین کہ آپکی
طرز تاویل مین کونسی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل مین وہ نہین
پائی جاتی۔ ناظرین برائے خدا آپ بھی ذرا سوچین۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماوین۔ اے ناظرین
آپ لوگ جانتے ہین کہ کئی دن سے مولویصاحب کی یہی بحث لگی ہوئی تھی۔ اور فقط اسی بات پر اُن کی
ضد تھی کہ لفظ لیؤمنن لام اور نون ثقیلہ کیوجہ سے خالص استقبال کے معنون مین ہوگیا ہے۔ اور
مولویصاحب اپنے گمان مین یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ خالص استقبال صرف اسطور کے معنے کرنے سے متحقق
ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیرین اور اُسکی حیات کے قائل ہو جائین۔ اور اب
اے بھائیو مین نے ثابت کر کے دکھلا دیا۔ کہ خالص استقبال کے لئے یہ ضروری نہین کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت
عیسٰی کیطرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسٰے کیطرف ضمیر بہٖ اور ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنے
فاسد ہو جاتے ہین۔ کیونکہ فقط عیسٰے پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہین۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے
اس طرز پر یہی ہین کہ ضمیر بہٖ کی ہمارے سید و مولے خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھیری جائے
اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن مین خود حضرت عیسٰے
وغیرہ انبیاء سب ہی آجائینگے۔ ؎ نامِ احمد نامِ جملہ انبیا است + چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست۔ بھائیو
برائے خدا خود سوچلو کہ ان معنون مین اور حضرت مولویصاحب کے معنون مین خالص مستقبل
ہونے مین برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بھائیو مین محض للہ آپ لوگونکے سمجھانے
کے لئے پھر دوہرا کر کہتا ہون۔ کہ مولویصاحب آیت لیؤمنن بہٖ کے معنے یون کرتے ہین۔ کہ ایک زمانہ
ایسا آئیگا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسٰے کی موت سے پہلے سب کے سب اُنپر ایمان لے آئینگے
اور مین حسب روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ معالم وغیرہ مین لکھا ہے۔ مولویصاحب

کی ہی طرز پر یہ معنے کرتا ہون - کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اُس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت
سے پہلے ہمارے نبی کریم صلعم پر ایمان لے آئینگے پس اب اے حاضرین ذرہ نظر ڈالکر دیکھو - کہ کیا خالص
استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں پایا جاتا ہے - اگرچہ فرق رہا ہوا ہے - اب
کیا یہ انصاف ہوگا دیکھو کہ ان معنون میں بہ نسبت مولوی صاحب کے معنون کے کس قدر خوبیان ہیں اور وہ
اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر بہ کے تعین نہ ہونے کی بنا پر ہوتا تھا - وہ اس جگہ نہیں ہو سکتا -
قرأت شاذہ اس تاویل کی موید ہے - اور یہ آیت محض خالص استقبال موجود ہے - اب اے
حاضرین مبارک مولوی صاحب کے دعوے قطعیت کا بھانڈا پھوٹ گیا - مگر تعصب اور طرفداری
سے خالی ہوکر غور کرنا - مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلون پر کیا تھا
چار دلیلون کو تو انہون نے خود چھوڑ دیا - اور پانچوین کو خدا تعالے نے حق کی تائید کرکے نیست نابود
کیا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا اب اے حاضرین - اے
خدا تعالے کے نیک دل بندو - ہر چند تکرار دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کرکے نگاہ کرو - کہ حضرت مولوی
محمد بشیر صاحب کا کیا دعوے تھا - یہی تو تھا - کہ آیت لیؤمنن بہ کے دو ہی اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں
جن میں لفظ لیؤمنن کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحون کے
صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کے لیے لکھ مارے کہ نون ثقیلہ مضارع کو [illegible] خالص مستقبل کے
معنون میں لے آتا ہے اسی واسطے مولوی صاحب نے حضرت ابن عباس کے معنے کو قبول
نہین کیا - اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنے کسی نحوی [illegible] کے برخلاف ہیں - سو ہم نے
مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباس کے معنون کو پیش کرنے سے موقوف رکھا اور روایت عکرمہ
کی بنا پر وہ معنے پیش کئے جو خالص مستقبل ہونے مین مولوی صاحب کے معنون سے ہمرنگ
اور ان نقصون سے مبرا ہین - جو مولوی صاحب کے معنون مین پائے جاتے ہین - یہ بات ظاہر ہے
کہ مسیح پر ایمان لانیکے وقت ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری
ہے اور اُسکے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے - پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کے
لئے حضرت مسیح کو آسمانون کے دار السرور سے اس دار الابتلا میں دوبارہ لایا جائے - مثلاً دیکھئے کہ
جو لوگ بقول آپکے آخری زمانہ میں آنحضرت صلعم پر ایمان لائینگے - یا اب ایمان لاتے ہین - کیا اُنکے

ایمان کے لئے یہ بھی ضروری ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آویں پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانیکے لئے بھی دوبارہ اُن کا دنیا مین آنا ضروری نہین اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے مین کچھ تلازم نہین پایا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑین اور ضمیر لیؤمنن بہ کو خواہ نخواہ حضرت عیسےٰؑ کیطرف ہی پھیرنا چاہین باوجود اس فساد معنے کے جسکا نقصان آپکی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہین۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اُسکے یہ معنے ہونگے۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا۔ کہ اُس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسےٰؑ پر ایمان لے آوینگے۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے مین آپکے معنے کے ہمرنگ ہین۔ کیونکہ اس مین کچھ شک نہین کہ ابھی تک وہ زمانہ نہین آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسےٰؑ پر یا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہون۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ مین ابتک یہ پیشگوئی موافق ان معنونکے چلی آتی ہے۔ اب اگر ہماری اس تاویل مین آپ کوئی جرح کرینگے تو وہی جرح آپکی تاویل مین ہوگی۔ یہانتک کہ آپ پیچھا چھوڑا نہین سکینگے۔ جن باتونکو آپ اپنے پرچون مین قبول کر بیٹھے ہین۔ انہین کی بنا پر مینے یہ تطبیق کی ہے۔ اور جس طرز سے آپنے آخری زمانہ مین اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے۔ اُسی طرز کے موافق مین نے آپکو ملزم کیا ہے۔ اور اُسنے خالص استقبال کے موافق خالص استقبال پیش کر دیا ہے۔ آپ جانتے ہین کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذوالوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہین۔ ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے قال ابن جریر اختلف اہل التاویل فے معنے ذٰلك فقال بعضہم معنی ذٰلكَ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ يعنی قبل موت عیسےٰ وقال الاخرون يعنی بذلك وان من اهل الكتاب الا ليومنن بعيسیٰ قبل موت الكتابی ذكر من كان يوجه ذٰلك الیٰ انه اذا عاين علم الحق من الباطل - قال علی بن ابی طلحه عن ابن عباس فی الاية قال لا يموت يهودی حتی يومن بعيسیٰ وكذا روی ابو داؤد الطيالسی عن شعبه عن ابی هارون الغنوی عن عكرمه عن ابن عباس فهذه كلها اسانيد صحيحة الی ابن عباس وقال اٰخرون معنی ذٰلك وان من اهل الكتاب الا ليومنن

بمحمدؐ قبل موت الکتابی یعنے اس آیت کے معنے مین اہل تاویل کا اختلاف چلا آیا ہے۔ کوئی ضمیر قبل موتہ کی عیسٰی کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کتابی کی طرف اور کوئی بہ کی ضمیر حضرت عیسٰے کیطرف پھیرتا ہو اور کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف۔ پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہون نے بڑی بسط سے بیان کر دی ہے۔ کہ اس آیت کے معنے اہل تاویل مین مختلف فیہ ہین اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہین کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہین۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اب بعد اسکے کسی قدر بطور نمونہ مسیح ابن مریم کی وفات پر دلائل لکھے جاتے ہین واضح ہو کہ قرآن کریم مین یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن مین توفّی کا لفظ قبض روح کے معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ یعنے اُس قبض روح مین جو موت کے وقت ہوتا ہے دو جگہ قرآن کریم مین وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے جو نیند کیحالت مین ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ قرینہ قایم کر دیا ہے۔ جس سے سمجھا گیا کہ حقیقی معنے توفی کے موت لئے ہین۔ اور جو نیند کیحالت مین قبض روح ہوتا ہے۔ وہ بھی ہمارے مطلب کے مخالف نہین۔ کیونکہ اسکے تو یہی معنے ہین کہ کسی وقت تک انسان سوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسکی روح کو اپنے تصرّف مین لے لیتا ہے اور پھر انسان جاگ اٹھتا ہے سو یہ وقوعہ ہی الگ ہے اس سے ہمارے مخالف کچھ فایدہ نہین اٹھا سکتے۔ بہرحال جبکہ قرآن مین لفظ توفی کا قبض روح کے معنون مین ہی آیا ہے اور احادیث مین ان تمام مواضع مین جو خدا تعالےٰ کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جا بجا موت ہی معنے لئے ہین۔ تو بلا شبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالت ہو گیا۔ اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس مین بھی تفسیر آیت فلما توفیتنی کی تقریب مین متوفیک کے معنے ممیتک لکھا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع مین ایک ترتیب طبعی واقع ہے ہر یک مومن کی پہلے فوت ہوتی ہے پھر اسکا رفع ہوتا ہے۱۲۔ اور پھر بعد اسکے رافعک کہا اور اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک مُوخر ہے۔ یعنے رافعک آیت کے سر پر اور متوفیک فقرہ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے بعد اور بیچ مین یہ فقرہ محذوف ہے ثم منزلک الی الارض سو یہ ان یہودیون کی تحریف ہے جنپر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس صورت مین اس

۱۲ ای ترتیب طبعی پر ترتیب وضعی آیت کی دلالت کر رہی ہے کیونکہ پہلے انی متوفیک فرمایا

آیت کو اس طرح پر زیر و زبر کرنا پڑے گا۔ یا عیسیٰ انی رافعک الی السماء و مطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ثم منزلک الی الارض و متوفیک اب فرمائیے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔ یہودی بھی تو ایسے ہی کام کرتے تھے کہ اپنی رائے سے اپنی تفسیروں میں بعض آیات کے معنے کرنے کے وقت بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو موخر کر دیتے تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ ان کی تحریف ہمیشہ لفظی نہیں تھی بلکہ معنوی بھی تھی۔ سو ایسی تحریفوں سے ہر ایک مسلمان کو ڈرنا چاہئے۔ اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ وہ دکھلایئے۔ غرض آیت یا عیسیٰ انی متوفیک میں اگر قرآن کریم کا عموم محاورہ ملحوظ رکھا جائے اور آیت کو تحریف سے بچایا جائے تو پھر موت کے بعد اور دوسرے معنے کیا نکل سکتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آیت میں رافعک الی وارد ہے رافعک الی السماء وارد نہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ روح کوئی مکانی چیز نہیں ہے اسکے تعلقات مجہول الکنہ ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک تعلق روح کا قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کشف قبور کے وقت ارباب مکاشفات پر وہ تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب قبور اپنی اپنی قبروں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان سے صاحب کشف کے مخاطبات و مکالمات بھی واضح ہو جاتے ہیں یہ بات احادیث صحیحہ سے بھی بخوبی ثابت ہے۔ صلوٰۃ فی القبر کی حدیث مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ مردے جوتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ اور السلام علیکم کا جواب دیتے ہیں باوجود اسکے ایک تعلق ان کا آسمان سے بھی ہوتا ہے اور اپنے نفسی نقطہ کے مکان پر انکا تمثل مشاہدہ میں آتا ہے اور ان کا رفع مختلف درجات سے ہوتا ہے بعض پہلے آسمان تک رہ جاتے ہیں بعض دوسرے تک بعض تیسرے تک لیکن موت کے بعد رفع روح بھی ضرور ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح اور آیت وَلَا تُفَتَّحُ لَہُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ صریح اشارہ کر رہی ہے لیکن ان کا آسمان پر ہونا یا قبروں میں ہونا ایک مجہول الکنہ امر ہے۔ عنصری خاکی جسم تو انکے ساتھ نہیں ہوتا۔ کہ خاکی اجسام کی طرح ایک خاص اور حیز اور مکان میں انکا پایا جانا ضروری ہو۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو رافعک الی فرمایا رافعک الی السماء نہیں کہا۔ کیونکہ جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں وہ خاص طور پر

کسی مکان کی طرف منسوب نہین ہو سکتے بلکہ فی مقعدِ صدقٍ عند ملیکٍ مقتدر ہوتے ہین
یعنے اگر اُن کا کوئی خاص مکان ہے تو یہی مکان ہے کہ خدا تعالے کے قرب کا مکان جو حسب استعداد
اُنکو ملتا ہے اب جبکہ قرآن کریم مین رافعک الی ہے جسکے یہ معنے ہین کہ مین تجھکو اپنی طرف اٹھانیوالا
ہون۔ اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتا ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ بخاری سے
ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہین تو کیا خدا تعالے
دوسرے آسمان مین بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان مین ہونا رافعک الی کا مصداق ہو جائے
بلکہ اس جگہ روحانی رفع مراد ہے جسکا حسب مراتب ایک خاص آسمان سے تعلق ہے۔ بخاری مین حدیث
معراج کی پڑھو۔ اور غور سے دیکھو۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام وجوہات کے رو سے قطعی اور یقینی
طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ وفات پا گئے ہین بلاشبہ۔ آیت انی متوفیک حضرت عیسےٰ کی
وفات پر قطعیۃ الدلالت ہے۔ عموم محاورہ قرآن شریف کا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ بخاری مین
حضرت ابن عباس کی روایت سے متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہین۔ اور بخاری نے
کسی صحابی کی روایت سے کوئی دوسرے متوفیک کے معنے ہرگز اپنی صحیح مین نہین لکھے اور نہ
مسلم نے لکھے ہین۔ بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ خدا تعالے کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول
ہونے کی حالت مین بجز قبض روح کے اور کوئی معنے نہین ہو سکتے۔ اسی بنا پر مین نے ہزار روپیہ
کا اشتہار بھی دیا ہے۔ اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالت نہین تو دلائل مذکورہ
بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیئے تا آپکو ہزار روپیہ بھی ملجائے اور اپنے
بھائیون مین علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے۔

دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث
ہے جسکو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر مین اسی غرض سے لایا ہے کہ تا یہ ظاہر کرے کہ لما توفیتنی
کے معنے لما امتنی ہے اور نیز اسی غرض سے اس موقعہ پر ابن عباس کی روایت سے متوفیک
ممیتک کی بھی روایت لایا ہے تا ظاہر کرے کہ لما توفیتنی کے وہی معنے ہین جو انی متوفیک
کے معنے ابن عباس نے ظاہر فرمائے ہین۔ اس مقام پر بخاری کو غور سے دیکھکر ادنے درجہ کا
آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ توفیتنی کے معنے امتنی ہین یعنے تو نے مجھے مار دیا۔ اس مین تو کچھ شبہ

نہین کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہین اور مدینہ منورہ مین آپ کا مزار موجود ہے
پھر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری مین اپنے لئے اختیار
کیا ہے اور اپنے حق مین ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسے کے حق مین مستعمل تھا تو کیا
اس بات کو سمجھنے مین کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم وفات پا گئے ویسا ہی حضرت مسیح ابن مریم
بھی وفات پا گئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور مفہوم آیات مین کسی طور سے تحریف جائز
نہین۔ اور جو کچھ اصل منشاء اور اصل مفہوم اور اصل مراد ہر ایک لفظ کی ہے اُس سے عمداً اُسکو اور
معنون کی طرف پھیر دینا ایک الحاد ہے جسکے ارتکاب کا کوئی نبی یا غیر نبی مجاز نہین ہے اسلئے
کیونکر ہو سکتا ہے کہ نبی معصوم بجز حالت تطابق کلی کے جو فی الواقع مسیح کی وفات سے اسکی
وفات کو تھی لفظ فلما توفیتنی کو اپنے حق مین استعمال کر سکتا اور نعوذ باللہ تحریف کا مرتکب ہوتا بلکہ ہمارے
سید و مولے صلے اللہ علیہ وسلم امام المعصومین و سید المحفوظین نے۔ (روحی فداء سبیلہ)
لفظ فلما توفیتنی کا نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انہین مقررہ معینہ معنونکے ساتھ اپنے
حق مین استعمال کیا ہے کہ جیسا کہ وہ بعینہ حضرت عیسے[ع] کے حق مین وارد ہے۔ اب بھائیو اگر
حضرت سید و مولانا بجسدہ العنصری آسمان کیطرف اُٹھائے گئے ہین اور فوت نہین ہوئے
اور مدینہ مین ان کا مزار مطہر نہین تو گواہ رہو کہ مین ایمان لاتا ہون کہ ایسا ہی حضرت عیسے[ع] بھی
آسمان کی طرف بجسدہ العنصری اُٹھائے گئے ہونگے اور اگر ہمارے سید و مولے و سید الکل
ختم المرسلین افضل الاولین والآخرین اول المحبوبین والمقربین درحقیقت فوت ہو چکے ہین تو آؤ
خدا تعالے سے ڈرو اور فلما توفیتنی کے پیارے لفظون پر غور کرو جو ہمارے سید و مولے صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے مین اور اُس عبد صالح مین مشترک بیان کئے جسکا نام مسیح ابن مریم ہے
بخاری اس مقام مین سورۂ آل عمران کی یہ آیت انی متوفیک کیون لایا اور کیون ابن عباس سے
روایت کی کہ متوفیک ممیتک اسکی وجہ بخاری کے صفحہ ۶۶۵ مین شارح بخاری نے یہ لکھی ہے
هذه الآیة متوفیك من سورة آل عمران ذکرها لمناسبت فلما توفیتنی یعنے
یہ آیت انی متوفیک سورت آل عمران مین ہے اور بخاری نے جو اس جگہ اس آیت کے
ابن عباس سے یہ معنے کئے کہ متوفیک ممیتک تو اسکا یہ سبب ہے کہ بخاری نے فلما توفیتنی

کے معنے کھو دینے کے لئے بوجہ مناسبت یہ فقرہ لکھدیا ورنہ آل عمران کی آیت کو اس جگہ ذکر کرنے کا کوئی محل نہ تھا۔ اب دیکھئے شارح نے بھی اس بات کو قبول کر لیا ہے کہ امام بخاری الیٰ متوفیک میتک کے لفظ کو شہادت کے طور پر بہ تقریب تفسیر آیت فلما توفیتنی لایا ہے اور کتاب التفسیر میں جو بخاری نے ان دونوں متفرق آیتوں کو جمع کر کے لکھا ہے تو بجز اسکے اس کا اور کیا مدعا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی وفات تناصص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت کر چکا ہے۔ اب جبکہ اصح الکتاب کی حدیث مرفوع متصل سے جسکے آپ طالب تھے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوئی۔ اور قرآن کی قطعیۃ الدلالت شہادت اسکے ساتھ متفق ہوگئی۔ اور ابن عباس جیسے صحابی نے بھی موت مسیح کا اظہار کر دیا۔ تو اس دوسرے ثبوت کے بعد اور کس ثبوت کی حاجت رہی۔ میں اس جگہ اور دلائل لکھنا نہیں چاہتا۔ میری کتاب ازالہ اوہام موجود ہے۔ آپ اسکو دیکھکے دکھلاویں۔ خود حق کھلجائے گا۔ حضرت عیسیٰ وفات پاچکے اب آپ کسی طور سے انکو زندہ نہیں کر سکتے۔

اب میں نے حضرت اصل مدعا کا فیصلہ کر دیا۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب میری اور آپ کی تحریریں شایع ہونگی۔ منصف لوگ خود لیں گے۔ آپ نے ایک ذوالوجوہ آیت کو جسکے قطعی طور پر ایک معنے ہرگز قائم نہیں ہو سکتے۔ قطعیۃ الدلالت ٹھہرانا چاہا تھا۔ میں نے اس طرح کہ جیسے دن چڑھ جاتا ہے۔ آپ کو دکھلا دیا کہ وہ آیت حضرت عیسیٰ کی زندگی پر ہرگز ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اُسکے ضمیروں میں ہی کسی قدر گڈ مڈ پڑا ہوا ہے۔ کوئی کسی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کسی طرف۔ نہ حال کے ایک معنے ٹھہر سکتے ہیں۔ اور نہ خالص استقبال کے ایک معنے۔ پھر وہ قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوگئی؟ کیا قطعیۃ الدلالت اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اسکی ضمیر خدا تعالےٰ کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید و مولانا نبی عربی خاتم الانبیا کی طرف اور کوئی حضرت عیسیٰ کی طرف اور کوئی قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف جبکہ تعین مرجع میں ہی ابتدا سے یہ تفرقہ چلا آیا ہے۔ اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور مسئلہ کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب میں ہیں۔ اور پھر بقول آپکے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں۔ تو پھر انصافاً فرمایئے کہ باوجود ان سب آفتوں کے یہ آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ٹھہرے گی۔ قرآن کریم کے کئی مقامات سے ثابت ہو رہا ہے

کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہین گے پھر یہ تاویل کہ کسی وقت قیامت سے پہلے پہلے کل اہل کتاب مسلمان ہوجائینگے کس طور سے صحیح ٹھہر سکتی ہے۔ کیا کوئی اور بھی آیت اپنے کھلے کھلے اور بین منطوق سے اس بات کی مصدق ہے کہ ضرور ہے کہ آخری وقت مین قیامت سے پہلے تمام اہل کتاب مسلمان ہوجائینگے۔ قرآن کریم کی نصوص بینۂ قطعیۃ الدلالت کو محض ایک ذوالوجوہ اور متشابہ آیت پر نظر رکھکر رد کردینا دیانت کا کام نہین ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے کہ متشابہات کا اتباع وہ کرتے ہین جن کے دل مین کجی ہے اور صراط مستقیم کے پابند نہین ہین۔ پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباس واقع موت کے قایل ہین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہین اور امام بخاری خود اپنا مذہب یہی ظاہر کرتے ہین تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتون کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسٰے کیطرف پھر سکتی ہے۔ اور مین نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کردیا ہے طالب حق کے لئے کافی ہے۔

پھر آپ اپنے پرچہ کے اخیر مین فرماتے ہین کہ ہم دعوے سے کہتے ہین کہ جہان کے مفسرین و جملہ صحابہ وتابعین مسیح ابن مریم کی موت سے منکر اور حیات جسمانی کے قایل ہین اسکے جواب مین عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر آپکے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہوگا۔ ہمارے ساتھ اللہ جلشانہ اور اُسکا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔ کیا اُس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر مین امام بخاری نے لکھی ہے اور ایک صحابی کا قول اُس کی تائید مین ذکر کیا ہے۔ آپکے پاس اس پایہ کی کوئی حدیث ہے جسکے الفاظ متنازعہ فیہ کے بارے مین ابن عباس جیسے صحابی کی شرح ہی ہو تو وہ حدیث آپکو شایع کرنی چاہیئے اور جیسا کہ اصح الکتب بخاری مین ابن عباس سے انی متوفیک کی شرح انی ممیتک منقول ہے۔ بھلا ایسی اصح الکتب مین سے کسی اور صحابی کے حوالہ سے متوفیک کے کوئی اور معنے بھی تو ثابت کرکے دکھلادین۔ آپ جانتے ہین کہ بخاری تنقید مین اول درجہ پر ہے اور وہ حضرت عیسٰے کی وفات بیان کرچکا ہو اور اسکے صفحہ ۶۶۵ مین ایک جلیل الشان صحابی ابن عم رسول اللہ متوفیک کے معنے ممیتک بتلا رہا ہے اور جو آنکھین رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ امام بخاری اس آل عمران کی آیت کو برموقعہ تفسیر فلما توفیتنی کیون لایا۔ اور ابن عباس کا قول کیون پیش کیا۔ اور آیت فلما توفیتنی کو کتاب التفسیر مین کیون درج کیا۔ مین نے تو صحابی کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ بھی آپکے سامنے رکھدیا۔

مراسلت نمبر (۱)

مابین

مولوی محمد بشیر صاحب

اور

مولوی سید محمد احسن صاحب

مولوی محمد بشیر صاحب

حامداً و مصلیاً و مبسملاً و محوقلاً

مکرم معظم بندہ جناب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۲۔ ربیع الثانی پہنچا۔ مشرف فرمایا مندرجہ پر آگاہی حاصل ہوئی۔ چونکہ بحث حیات و وفات مسیح علیہ السلام کی مبنی ادلہ شرعیہ پر ہے الہام کو اسمین کچھ دخل نہین ہے۔ اور گو جناب مرزا صاحب کو الہام مین کیسا ہی ید طولیٰ ہو لیکن خاکسار کے زعم مین علوم رسمیہ مین آپ کو اکثر ترجیح ہے اسلئے آپکو مین احق بالمباحثہ جانتا ہون۔ علاوہ اسکے خاکسار کے اور آپکے درمیان مین جو علاقہ محبت قبل اس کے کہ آپ جناب مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونیکے معتقد ہون مستحکم تھا وہ اظہر من الشمس ہے گویا ہم دونون مصداق اس شعر کا تھے۔ ؎ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ ✣ من الدھر حتیٰ قیل لن یتصدعا اور یہ محبت محض دینی تھی، نہ دنیوی اور جب سے آپ جناب مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے معتقد ہوئے ہین۔ جب سے ہم دونون مصداق اس شعر کا ہین ؎ فلما تفرقنا کانی و مالکا ✣ لطول اجتماع

لم نبت لیلۃ معا - اور یہ ہجران بھی محض دین کے لئے ہے نہ کسی غرض دنیوی سے اور اس مرض ہجران کا علاج میرے نزدیک کوئی نہیں ہے - سوا اسکے کہ میرے اور آپ کے درمیان مین مباحثہ تحریر حیات و وفات مسیح علیہ السلام مین محض اظہاراً للصواب واقع ہو جاوے کیونکہ مین سچے دل سے آپ سے کہتا ہون کہ اگر وفات میرے نزدیک ثابت ہو جاوے گی تو مین بے تامل اپنے قول سے رجوع کرلونگا - واللّٰہ علی ما اقول وکیل اور آپ کے ساتھ بھی مجھکو حسن ظن یہی ہے - پس امید قوی ہے کہ بعد مباحثہ کے سبب مرض انشاء اللہ تعالےٰ زایل ہو جائیگا رہے لوازم بشریت وظہور فساد فی البر والبحر سو اگر مین اور آپ تہذیب عقلی ونقلی کا التزام کرلین تو ان کے مفاسد وشرور سے بچنا آسان امر ہے اور طریقہ مناظرہ مستحسن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہم مین سے مدعی بنے اور دوسرا مجیب اور مدعی کی تین تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ اور مجیب کی دو تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اسکے بعد عکس الامر ہو یعنے جو مجیب تھا وہ مدعی بنے اور مدعی مجیب اور یہان بھی مدعی کی تین تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اور مجیب کی دو تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اس طریقہ مین فائدہ یہ ہے کہ بحث اس امر کی اُٹھ جائے گی کہ دراصل کون مدعی ہے اور کون مجیب اور ہر ایک کو اپنے دعوے کی دلیل بیان کرنے اور مخالف کی دلیل کے رد کرنے کا علیٰ سبیل المساوات خوب موقع ملے گا - اور پرچے بھی دونون کے مساوی العدد ہو جائینگے - خاکسار کی جانب سے آپکو اختیار ہے چاہے پہلے مدعی بنئے چاہے مجیب - امید کہ جواب رقعہ ہذا سے جلد اور ضرور مشرف فرمایئے والسلام خیر الختام - مورخہ ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ھ -

محمد بشیر عفی عنہ

مولوی سیّد محمد احسن صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبسملاً محمداً مصلیاً مسلما - مخدوم ومکرم جناب مولوی محمد بشیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نامہ نامی عز ثانی نے مذاق وچاشنی قند مکرر عطا فرماکر سرفراز وممتاز فرمایا اور درخواست مکرر مباحثہ کو دیکھ کر حیران ہوا کہ مولانا صاحب تو معرکۃ العلماء بین دہلی سے بقول خود فتح عظیم حاصل کرکے تشریف لائے ہین - اور

ایک ایسے نامی گرامی شخص کو جو دنیا بھر میں معروف و مشہور ہے شکست دی ہے پھر اس ہیچمدان و نالایق سے درخواست مباحثہ کیون ہے۔ من المثل السائر فی الوری وکل الصید فی جوف الفرہ یہ امر مجرب ہے۔ کہ اعالی پر فتح پاکر ادانی کی طرف توجہ نہین رہتی۔ یاالٰہی! یہ عالم رؤیا ہے یا تیقظ کیونکہ جناب کا صرف درخواست مباحثہ کرنا اس ہیچمدان سے خصوصاً کل بروز جمعہ جلسہ وعظ مین باعث نہایت عزت اور فخر کا ہی اگرچہ روبرو جناب کے ہیچمدان محض ساکت و صامت ہی ہو جاوے تو بھی باعث فخر ہے اکھاڑے مین نامی پہلوان سے بھاگے ہوئے کو بڑی عزت حاصل ہو جاتی ہے۔ کاش اگر یہ درخواست مباحثہ قبل اس فتح عظیم کے واقع ہوتی تو بھی شائد اپنے موقع اور محل پر ہوتی۔ یاالٰہی یہ ترقی معکوس کیسی ہے۔ ؎ اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب۔ ہرحال اس خواب کی تعبیر جو خیال ناقص مین آئی ہے خیر لنا و شر الاعدائنا پھر عرض کرون گا۔ جواب عنایت نامہ گذارش کرتا ہون۔

گذارش اول

جناب والا نے بروقت تشریف آوری کے دہلی سے جب نیازمند خدمت مبارک مین حاضر ہوا تو زبان فیض ترجمان سے یہ مضمون ارشاد فرمایا تھا الفاظ کچھ ہون مگر مطلب یہی تھا۔ کہ یہ مباحثہ میرا علے الرغم مولانا سید نذیر حسین صاحب و محمد حسین وغیرہ کے واقع ہوا ہے بلکہ ان علما نے بسبب نہ شریک کرنے اُنکے کے مباحثہ مین حتےٰ کہ جلسۂ بحث مین بھی جب شریک نہ کیا تو بخدمت حضرت مرزا صاحب سلمہ ان علما نے یہ تحریر کر بھیجا کہ اس مباحثہ کی فتح و شکست کا اثر ہم پر نہ پہونچیگا۔ اور یہ خبر سب دہلی مین بھی مشہور ہو گئی تھی اور یہ بات علاوہ ہے کہ یہ درخواست فریق ثانی کی تھی مگر آپکی رائے عالی بھی یہی تھی۔ اسی ضمن مین اور بھی چند باتین ارشاد فرمائین جن کو پھر عرض کرونگا۔ آخر اُسی جلسہ مین یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ تم ہماری تحریر مین کوئی نقض و جرح نہ کرو تو ہم اسکو سنا بھی دینگے۔ اُس پر امنا و سلمنا کہا گیا اور وعدہ یہ قرار دیا گیا کہ غریب خانہ پر بوقت صبح آپ تشریف لاوینگے اور خلوت مین سب سنا دیا جاوے گا۔ صبح کو ہیچمدان منتظر رہا کہ مولویصاحب حسب الوعدہ اب تشریف لاتے ہونگے الکریم اذا وعد وفا لیکن یہ امید مبدل بیاس ہو گئی ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ صرف نوازشنامہ صادر ہوا جس مین چند امور تحریر فرمائے گئے تھے منجملہ اُنکے خلف وعدہ کا یہ عذر تھا کہ یہ مباحثہ تم کو تمہارے مکان پر سنانا و جتانا خلاف مصلحت ہے کیونکہ خدا نخواستہ اگر تو مجھ پر سے الزام

واتہام رفع ہوا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مولویصاحب ایسے مباحثہ کا اس ہیچمدان سے اخفا کرنا جس کی نسبت سنتا ہوں کہ ہمارے مولویصاحب کو فتح ہوئی اور حضرت مرزا صاحب کی شکست اور برملا ایک شہر کلان دہلی مین واقع ہوا۔ ہر ایک تحریر پیر فریقین کے دستخط ہوئے جسمین تحریف وتبدیل کی گنجایش نہین اور عنقریب بذریعہ طبع اسکو آپ شایع بھی کر دیوالے ہین یا خواہ ادر شایع ہو یا نہ ہو پھر اسکے اخفا مین کیا مصلحت تھی سے نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا اگر کوئی مقدمہ اسکا بطور مقاصد کے لکھا جا رہا ہے جیسا کہ سننے مین آیا ہے تو وہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے۔ اصول مقاصد مباحثہ مین اس کو دخل ہی کیا ہے جملہ مقدمات مقاصد جو مناط اور مدار استدلال ہین سب اس ہی مین موجود اور مرتب ہو چکے ہونگے پھر اسکے اخفا مین کبھی تو یہ عذر فرمانا کہ وہ تحریرات ابھی پراگندہ ہین اس لئے بالفعل بھیج نہین سکتا ہون اور کبھی اسکے اخفا مین کسی مصلحت کی رعایت فرمانا فہم ناقص مین نہین آتا خصوصًا ایسی حالت مین کہ ہیچمدان آپ کو اظہار حق وصواب مین ایک شمشیر برہنہ تصور کرتا ہے الحاصل جبکہ اس ہیچمدان کی نسبت ابتدا الی ہذا تاکید تھی کہ یہ مباحثہ تجھ کو جب سنایا جاویگا تو اس مین بالکل خاموش رہے اور پھر با وجود قبول کر لینے اس شرط کے وہ سنایا بھی نہ گیا کہ مصلحت کے خلاف تھا تو اب احقر کو واسطے مباحثہ کے امر فرمانا مناقض اس امر کے ہے جسکا حکم اول ہو چکا ہے امور متناقضہ کے ساتھ کسی مجھ سے عاجز ناتوان ہیچمدان کا مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق ہے وَلَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اگر مباحثہ ہی مطلوب ہے تو اول وہی مباحثہ دہلی واسطے مطالعہ کے روانہ فرمایا جاوے اسی پر نظر عاجز ہوسکتی ہے ۔

گذارش ثانی

مدت تخمینًا سات آٹھ ماہ کی گذری ہوگی کہ جب حضرت مرزا صاحب کے بارے مین فیمابین احقر وجناب کے تذکرہ ہوا کرتا تھا تو جناب نے اس ہیچمدان کو یہ مشورہ بدین خلاصہ مضمون دیا کہ اس بارہ مین برملا گفتگو ہونا مناسب نہین عوام بھڑک جاتے ہین۔ بہتر یہ ہے کہ خلوت مین ہی گفتگو ہوا کرے احقر نے بھی اسکو مصلحت سمجھ کر قبول کیا اور یہ قرار داد ہوا کہ تمہارے ہی مکان مین یہ جلسہ ہوا کریگا چنانچہ خلوت مین تین جلسے ہوئے اور ہیچمدان نے اللہ تعالی کو شاہد کر کر اول بدین خلاصہ

مضمون اقرار کیا کہ چونکہ یہ جلسہ محض للّٰہ ہے اسواسطے مین عہد کرتا ہون کہ جو امر احقر کے فہم ناقص مین صواب ہو اور نفس الامر مین غلط تو اللہ کیواسطے آپ اُسکو ضرور رد فرماوینگے اور مین اسکو قبول کرونگا۔ ھٰذا بالقیاس جناب والا نے بھی احقر کے اس اقرار کے بعد خدا تعالیٰ کو گواہ قرار دیکر یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ مین بھی اللہ ہی کرونگا اس مین میر سو سمجھا و نہ ہوگا مطلب یہی تھا الفاظ گو اور ہون۔ بعد اس عہد و پیمان کے احقر نے مسودہ اصلاح الناس حصہ اول جناب والا کو سنانا شروع کیا جس جگہ جناب نے اُس مین بطور تائید کے کوئی مضمون ارشاد فرمایا اسکو بھی مین نے درج کرلیا۔ اور مجھکو خوب یاد ہے کہ کسی مضمون پر آپنے جرح نہین کیا بلکہ تائید کچھ ارشاد فرمایا۔ شاید ایک جگہ جرح کیا تھا اُسکو مین نے کاٹ دیا تھا اور اسپر بڑی دلیل ایک یہ ہے کہ حصہ اول اہل اسلام کو شائع ہوئے عرصہ تخمیناً سات آٹھ ماہ کا ہوا ہوگا اور جناب کے پاس بھی نسخہ مطبوعہ اُسکا پہونچ گیا ہے جو مضمون تائید آپکی طرف سے اُس مین لکھا گیا ہے اُسکی تکذیب آپ نے ابتک شائع نہین فرمائی اگر آپ مقام توقف مین نہ ہوتے تو ابتک ضرور اسکی تکذیب کا اشتہار دیدیتے۔ الحاصل تین جلسے متفرق ہو چکے تھے جو عوام نے جناب پر اتہام اور الزام لگانے شروع کئے پھر جلسہ خلوت کا نہ ہوا۔ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند۔ جبکہ حصہ اول مین تخمیناً دو ایک ورق سنانے سے باقی رہگئے ہین یا شاذ و نادر کوئی ایک آدھ مضمون بھی رہگیا ہو جو بروقت نظر ثانی کے درج کیا گیا ہو۔ غرضکہ حصہ اول آپکا سنا ہوا ہے۔ وللاکثر حکم الکل پھر مولانا میرا کیا قصور ہے مثل مشہور ہے کہ خود کردہ را علاجے نیست۔ ان سب واقعات سے مجھکو پوری جرأت ہوگئی تب حصہ اول کو احقر نے حق سمجھکر شائع کردیا پھر اگر تدارک مافات کیا ہو تو حصہ دوم بھی شائع ہو چکا ہے جسکو جناب نے ابھی شاید مطالعہ نہین فرمایا ہوگا مدت ہوئی کہ حصہ اول تو حسب الطلب خدمت اقدس مین حاضر کیا گیا ہے جس جگہ دونون حصون مین جناب کے کلام ہو جواب ورد تحریر فرمایئے انشاء اللہ تعالیٰ اگر حق ہوگا تو قبول کرونگا اور بڑا باعث حصہ دوم کی اشاعت کا یہ بھی ہوا کہ ایک روز اثنائے راہ مین جناب نے چپکے سے یہ مضمون فرمایا کہ حیات مسیح فی الحقیقت ثابت نہین اگرچہ خلاف مذہب جمہور ہے مگر اسکو کسی سے مت کہو مطلب یہی تھا الفاظ گو اور ہون جب چارون طرف سے آپ پر عوام الزام لگانے لگے تب آپنے وعظ مین حضرت اقدس مرزا صاحب کو دجال کذاب تعریضاً یا کنایتاً فرمایا جب بھوپال مین اس وعظ کی خبر مشہور ہوئی تو ایکروز میرے ایک محب مکرم احقر سے اثنائے راہ محلہ نظر گنج مین فرمانے لگے کہ مولوی محمد بشیر صاحب تو حضرت مرزا صاحب کو دجال کذاب کہتے ہین مینے عرض کیا آجکل کی روایات کا کیا اعتبار ہے مولوی صاحب سے

بالمشافہ دریافت کرلیا جاوے۔ احقر اور محب ممدوح آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور محب ممدوح نے اسپارے مین بطور خود خواہ کن ہی الفاظ سے ہو جناب سے استفسار کیا۔ جناب نے احقر کے سامنے درجواب یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ مین نے دجال کذاب نہین کہا۔ مرزا صاحب کو اس امر مین خطا پر جانتا ہون۔ خواہ خطا الہامی ہو یا خطاء اجتہادی یا خطاء عمدی۔ الفاظ کچھ ہون مطلب یہی تھا۔ ان واقعات کا افشاء احقر نے آج تک نہین کیا تھا لیکن جب خدام جناب احقر کو بہت تاکید سے کسی مصلحت کے سبب مباحثہ پر مجبور فرماتے ہین تب مجبور ہو کر یہ اسرار مخفیہ اظہاراً للصواب ظاہر کئے جاتے ہین پھر معہذا ہیچمدان کو مباحثہ سے احقاق حق اور اظہار صواب کی امید ہو تو کیونکر ہو اُسکی کیا سبیل ہے وہ ارشاد ہو بعد اسکے لتعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہون۔

گذارش سوم

عنایت نامہ مین الہام کو جو جناب نے ادلہ شرعیہ سے خارج فرمایا ہے یہ مسئلہ بھی درمیان فحول علماء کے طویل الذیل ہے اور ہیچمدان اس کی بحث سے اعلام الناس حصہ دوم مین بطور استدلال علوم رسمیہ کے اپنے زعم مین فارغ ہو چکا ہے۔ پس یہ بھی ضرور ہے۔ کہ جناب اُسپر قبولاً یا رداً نظر فرماوین خلاصہ یہ ہے کہ ہیچمدان اعلام الناس مین یہ سب ابحاث درج کر کر فارغ ہو چکا ہے۔ بلکہ حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ ازالہ اوہام مین تمام ابحاث متعلقہ مسئلہ متنازعہ فیہا کو درج فرما چکے ہین اور جبکہ مراتب مندرجہ عنایت نامہ کہ کبھی مدعی کو منصب مجیب کا دیدینا چاہئے اور کبھی مجیب کو منصب مدعی کا طے فرما چکے ہین پس جو جو امور کہ جناب کی رائے کے خلاف ہین خواہ ازالہ اوہام مین ہون یا اعلام الناس مین اولاً اظہاراً للصواب واحقاقاً للحق بطور مناظرہ حقہ کے ان مین بھی نظر فرمالیجئے۔ خصوصاً ایسی حالت مین کہ جناب نے اثناء مباحثہ دہلی مین مکرر سہ کرر یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ ازالہ کا ردّ مین خوب بسط سے کرونگا۔ پس اول ان سب رسائل کا جواب ہو جانا بھی ضرور ہے اسکے بعد اگر احقر نے آپکے جوابات کو تسلیم کرلیا۔ فہو المراد ورنہ ہیچمدان کی نظر اظہاراً للصواب بشرائط مفیدہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس جانب سے تو اپنے زعم مین صحیح ہو یا خلاف پورا اتمام حجت کر دیا گیا ہے۔

گذارش چہارم

یہ جو ارشاد فرمایا گیا کہ مرزا صاحب کو الہام مین کیسا ہی ید طولیٰ حاصل ہو لیکن جناب کے زعم

مین علوم رسمیہ مین اس ہیچدان کو اُن پر ترجیح ہے - یہ ہیچدان احق بالمباحثہ ہے - جن علما و اولیا کے نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو الہام مین ید طولیٰ حاصل ہوا انکو علوم رسمیہ کی ضرورت ہی نہین ہوتی ہے - یہ مسئلہ بھی فحول علما کا تسلیم کیا ہوا ہے اور اپنے محل پر ثابت ہے یہانتک کہ رسایل منطق اور اُنکے حواشی مین علماء متقشفہ نے بھی اس مسئلہ کو مسلم کر کر لکھ دیا ہے کہ فنون منطق وغیرہ علوم رسمیہ کی حاجت نفوس قدسیہ کو ہرگز نہین ہوتی او جملہ قواعد صحیحہ اور اصول حقہ ان علوم کے اُنکے اذہان مین ایسے مرکوز ہوتے ہین کہ کوئی مسئلہ علمی متعلق ان فنون رسمیہ کے اُن سے خلاف صادر نہین ہوتا پس اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضرت مرزا صاحب کو علوم رسمیہ مین مزاولت کم ہے تو اُن کر باوجود حاصل ہونے ید طولیٰ کے الہام مین اس کی ضرورت ہی کیا ہے اور اسیوجہ سے ایسے علما صاحب نفوس قدسیہ ملہمین کا کوئی عالم علوم رسمیہ کا مقابل و ردیف نہین ہوسکتا من المثل السائر فی الوری - ومن الردیف وقد رکبت غضنفرا مولوی شاہ ولی اللہ صاحب حکیم امت رحمۃ اللہ علیہ علوم حدیثیہ اسماء الرجال و اصول فقہ و اصول حدیث کی نسبت حجۃ اللہ مین ارشاد فرماتے ہین - وھذا بمنزلۃ اللب والدر عند عامۃ العلماء ولتصدی لہ المحققون من الفقہاء ھذا - وان ادق العلوم الحدیثیۃ باسرھا عندی واعمقہا محتدا وارفعہا منارا واولی العلوم الشرعیۃ عن اخرھا فیما اری واعلاھا منزلۃ واعظمہا مقدارا ھو علم اسرار الدین الباحث عن حکم الاحکام ولمیاتہا واسرار خواص الاعمال ونکاتہا فھو واللہ احق العلوم بان یصرف فیہ من اطاقہ نفائس الاوقات ویتخذہ عدۃ لمعادہ بعد ما فرض علیہ من الطاعات الی ان قال ولا تتبین اسرارہ الا لمن تمکن فی العلوم الشرعیۃ باسرھا استبد فی الفنون الالہیۃ عن اخرھا ولا یصفوا مشربہ الا لمن شرح اللہ صدرہ لعلم لدنی وملاء قلبہ بسر وھبی کان ماذاک وقاد الطبیعۃ سیال القریحۃ حاذقا فی التقریر والتحریر بارعا فی التوجیہ والتجییر الی اخرہ - اور اس احقر کو جو جناب نے حسن ظن فرما کر ایسا بڑھا دیا کہ مرزا صاحب سے احق بالمباحثہ قرار دیا یہ حسن ظن خلاف واقعہ ہے اور عکس القضیہ ہے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک - ایسا حسن ظن تو وضع الشئی فی غیر محلہ ہے اور اگر جناب والا کے نزدیک یہ حسن ظن فی محلہ ہے تو وہی مباحثہ

دہلی واسطے مطالعہ کے روانہ فرمایا جاوے اسپر بغور و امعان نظر کرلونگا۔

گذارش پنجم

ایک مشورہ ضروری خدمت مبارک مین عرض کرتا ہون کہ آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کو جنابنے حیات مسیح مین قطعی الدلالت بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے۔ علماء دہلی حضرت میان صاحب مدظلہ وغیرہ و نیز مولوی محمد حسین بٹالوی اس آیت کو حیات مسیح مین قطعی الدلالت نہین سمجھتے چنانچہ جنابنے بھی بروقت ملاقات اس ہیچمدان سے یہ امر بیان فرمایا تھا اور نیز بذریعہ تحریرات آمدہ از دہلی یہ امر احقر کو معلوم ہوا تھا اور نیز مولوی محمد حسین نے اشاعۃ مین صرف اتنا لکھا ہو کہ یہ آیت مطلوب مین اشارہ کرتی ہے۔ اندرینصورت یہ سب علماء اس استدلال مین آپ سے مخالف ہین اگر اولاً مباحثہ جناب ان علماء سے ہوجاوے اور پہلے باہمی آپس مین اسکا تصفیہ کرلیا جاوے تو بہتر ہے کہ اسکا ثمرہ عظیم حاصل ہوگا۔ احقر بھی اس امر خاص مین ان علماء کا موافق ہے جبتک کہ وہ حق پر رہین بعد تصفیہ باہمی کے جو امر حق ہوگا احقر تک بھی پہنچ جائیگا اور اگر یہ مشورہ پسند خاطر عاطر نہ ہو تو وہی مباحثہ دہلی روانہ فرمادیا جاوے۔ انشاء اللہ تعالے احقاقاً للحق اسپر بہت غور و امعان سے نظر کرلونگا

گذارش ششم

علاقہ محبت اور ہجران کی نسبت جو جنابنے فرمایا اس کی نسبت یہ گذارش ہو کہ فی الحقیقت احقر کو تو جناب کی خدمت مین اب تک ویسی ہی محبت ہے جیسا کہ سابق مین تھی اسوجہ سے جو اشعار عربی جنابنے لکھے ہین اُنکو بار بار پڑھتا ہون اور دل نیاز منزل پر ایک حالت رقت کی طاری ہوتی ہے اور اُنکے ساتھ ان اشعار کو بھی ضم کرتا ہون۔ ؎

ولقد ندمت علی تفرق شملنا ✣	ندما افاض الدمع من اجفانی
ونذرت ان عاد الزمان یلمنا ✣	ماعدت اذکر فرقہ بلسانی
واقول للحساد موتوا حسرۃ ✣	واللہ انی قد بلغت امانی
طفح السرور علی حتی انہ ✣	من فرط ما قد سرنی ابکانی
یا عین ما بال البکا لک عادۃ ✣	بتبکین فی فرح وفی احزانی

اور عبارت جناب مین یہ جو منطوق بالمفہوم ہے کہ جبسے اس مسئلہ کو تمنے تسلیم کیا ہے تبسے ہجران

اختیار کیا گیا ہے یہ امر نفس الامر کے خلاف معلوم ہوتا ہے شاید واسطے خاطر داری اور مدارات عوام کے مصلحتاً یہ جتلانا منظور ہے کہ ہم ابتدا سے اس مسئلہ مین مخالف ہین نہ متوقف کیونکہ جس روز تک جناب والا دہلی سے واپس تشریف لائے ہین اُس روز تک تو ہجران کی نام ہو زبھی موجود نہ تھی حتی کہ بنا بر مدارات احقر کے کسی قدر علماء دہلی کی شکایت غیر مہذبی اور مرزا صاحب کی ثنا تہذیب احقر سے بیان فرمائی اور مباحثہ کے سُنانے کا بھی وعدہ غریب خانہ احقر پر تشریف لاکر فرمایا گیا اور دہلی سے ایک عنایت نامہ بنام احقر در جواب عریضہ ارسال ہوا جس مین کچھ تذکرہ مجمل مباحثہ کا تھا اور اُس سے پہلے وقت تشریف بری دہلی کے جناب والا نے بمعیت چند اشخاص معزز و مہذب اس احقر کے پاس قدم رنجہ فرمایا اور ارادہ جانیکا دہلی کو بغرض مباحثہ ظاہر فرمایا گیا گویا احقر سے رخصت ہوکر دہلی تشریف لے گئے اور اس سے پہلے جب مولوی محمد حسین صاحب اور جناب سے کسی مسئلہ مین کچھ مباحثہ ہوا تھا اور احقر خدمت مبارک مین حاضر ہوا تو جناب والا نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اُس کل مباحثہ کی زبانی نقل فرمائی اور یہ بھی ارشاد کیا کہ بعد اللتیا والتی مین نے تو مولوی محمد حسین صاحب کو دجال کذاب کہہ دیا یہ سب حال سنکر احقر کو اس امر سے نہایت رنج ہوا اور بعض احباب سے اس رنج کو احقر نے ظاہر بھی کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ جو علماء مشہورین مین سے ہین ایسا معاملہ و مکالمہ مناسب نہین تھا یہ سب واقعات اس امر کے شواہد ہین کہ جناب والا کو مرزا صاحب کے امر مین بسبب اسکے کہ اُنکے دعاوی حیز امکان مین ہین توقف تھا اور حیز امتناع مین نہ سمجھی گئی تھی۔ چنانچہ روایت ثقات سے یہ امر بھی معلوم ہوا تھا کہ جناب نے حصہ اول اعلام کی نسبت ارشاد فرمایا۔ کہ اُس مین جو ادلہ مندرج ہین وہ ادلہ امکان کے اچھے لکھے ہین۔ خلاصہ سب معروضات کا یہ ہے کہ سابق اس سے دعاوی مرزا صاحب آپکے نزدیک سلسلہ ممکنات شرعیہ مین داخل تھے۔ نہ ممتنعات شرعیہ مین اسیواسطے جناب کو توقف تھا اور یہ واقعات سب کے دیکھے ہوئے اور سُنے ہوئے ہین اب اسکے خلاف کے اظہار مین جناب کی کوئی مصلحت ہے تو احقر کو اس مین کچھ کلام نہین۔ صرف اظہاراً للصواب ایک امر حق ظاہر کیا گیا اور یہ بطور مبتدا الحق کہا گیا ہے اب دیکھئے خبر اُس کی مُرّ واقع ہوتی ہے یا حلوہ۔

گذارش ہفتم

ظہر الفساد فی البرّ و البحر کے اثر سے محفوظ رہنے کی نسبت جو ارشاد ہوا۔ وہ اگرچہ آپ کی ذات محبت سمات سے متوقع ہے مگر آپکے معتقدین اور منتظمین کیونکر متوقع ہو جناب کو اگر اپنے دلپر پورا قابو ہے تو دوسرو نپر کیا قدرت و اختیار ہے قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن۔ بذریعہ معتبر سنا کہ ایک جلسہ مین جو رات میں منعقد ہوا تھا بعض میرے سچے دوست مجمع البحرین اسم با مسمیٰ مولوی خیر اللہ صاحب وغیرہ نے آپکو یہ مشورہ دیا کہ مولوی محمد احسن یا تو اس مسئلہ سے توبہ کرین یا مباحثہ کرلین ورنہ سلام کلام جملہ حقوق اسلام اُن سے ترک کئے جاوین اور زمرہ اہلحدیث سے خارج۔ اسکا تدارک جناب والا کیطرف سے کیا واقع ہوا اُنکے مشورہ کے بموجب ایک عنایت نامہ واسطے طلب مباحثہ کے تحریر پایا گیا جس سے بسبب ایسے شرور و فسادوں کے نیازمند کو سون بھاگتا ہے اور کل بروز جمعہ بھی جلسہ وعظ مین بھی یہی اعلان کیا گیا۔ پھر احقر کو اظہار صواب اور احقاق حق کی امید باوجود دخل دینے ایسے مجمع البحرین کے کیونکر ہو اسکی کیا سبیل ہے۔

گذارش ہشتم

طرز مناظرہ جو تبدیل فرمایا گیا ہے اور یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایک میعاد کے بعد مدعی مجیب بن جاوے اور مجیب مدعی۔ یہ بھی رائے ناقص مین مستحسن نہین معلوم ہوتا۔ اگرچہ جناب نے اُسکو بہت غور اور فکر سے ایجاد کیا ہو کیونکہ ایسا انقلاب اور تبدیل بحث آداب مناظرہ سے رائے ناقص مین بالکل خلاف ہو غصب منصب جو علماء نظار کے نزدیک مذموم ہے ایسی صورت مین اُسکا ارتکاب کرنا پڑجاویگا۔ علاوہ برین یہ عرض ہی کہ مباحثہ تو حیات و ممات ہی مین ہے اور جناب والا مدعی حیات کے ہین پس جبکہ جناب مدعی حیات کے نہ رہینگے اور اس دعوے سے دست بردار ہو جاوینگے تو بحث ختم ہوچکی۔ آپ خودبخود قایل ممات کے ہوگئے۔ کیونکہ حیات و ممات مین کوئی واسطہ تو ہے ہی نہین جو بحث باقی رہے اجتماع الضدین تو محالات مین سے ہے حیات بھی نہ ہو اور ممات بھی نہ ہو اسکے کیا معنے۔ ہان اہل دوزخ کے واسطے ایسا کچھ ارشاد ہوا ہے کہ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ حیات و ممات مین ایسا تضاد ہے جیساکہ وجود و عدم مین۔ پھر یہ بات فہم ناقص مین نہین آتی کہ جناب والا ایک میعاد کے بعد دعوے حیات سے بھی دست بردار ہو جاوین اور پھر بھی ممات کے قایل نہ ہون۔ اور بحث جاری رہے اسمین جناب والا کو کیا اظہار حق و صواب کو نظر خاطر عاطر ہے

اندرین صورت فریقین کے پرچے مساوی نہ رہین گے وَتِلْكَ اِذاً قِسْمَةٌ ضِيزىٰ جناب والا نے یہ مسئلہ علیہ عنایت نامہ مین ایسا مندرج فرمایا ہے کہ ہیچمدان کی سمجھ مین نہین آتا اور اغلب کہ دیگر ہیچ دانو کی سمجھ مین بھی نہ آوے گا پس طرز جدید رائے ناقص مین مستحسن نہین ہے وہی طرز اور وہی مباحثہ محررہ جناب جس سے دہلی مین فتح ہوئی ہے کافی ہے کیونکہ مجرب بھی ہو چکا ہے اندرین صورت وہی مباحثہ دہلی ہیچمدان کے پاس روانہ فرما دیجئے حق ہوگا تو قبول کر لونگا ورنہ نظر کر کے کچھ عرض کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

گذارش نہم

جناب والا جب دہلی سے واپس تشریف لائے تو بروقت ملاقات کے احقر سے فرمایا تھا کہ جب حضرت میان صاحب مدظلہٗ نے بہت سا کچھ اصرار کیا کہ اگر مباحثہ کرتے ہو تو انسمین مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ سے ضرور بالضرور مشورہ کر لو کیونکہ تلاحق افکار سے علم مین ترقی ہو جاتی ہے تب آپنے میانصاحب سے کہا کہ مجھکو اپنی ادلہ پر ایسا وثوق ہے کہ حاجت اعانت اور مشورہ کی ہرگز نہین ہو مطلب یہی تھا گو الفاظ اور ہون۔ یہ سب قصہ جب سے احقر نے آپ کی خاص زبان فیض ترجمان سے سنا ہو اگرچہ بذریعہ آمد خطوط بھی معلوم ہوا تھا تب سے احقر نہایت مضطرب اور بیقرار ہے کہ وہ ادلہ قطعیہ دفعتًا کیونکر غیب الغیب سے عالم شہود مین پیدا و ظاہر ہو گئین کہ نہ حضرت شیخ الکل مدظلہٗ کے خیال مین آئین۔ اور نہ مولوی محمد حسین وغیرہ کی قوت متخیلہ مین گذرین اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ روایت عدول و ثقات سے سنا گیا کہ چند روز قبل تشریف بری دہلی کے آپنے بھی برملا فرمایا تھا کہ حیات مسیح پر کوئی دلیل قطعی نہین معلوم ہوتی۔ شرق سے غرب تک بھی اگر کوئی تفحص کرے تو بھی ایسی دلیل نہ ملیگی پس جبکہ وہ ادلہ قطعیہ دفعتًا غیب الغیب سے عالم شہود مین آ گئی ہین اور مباحثہ دہلی مین پیش ہو کر صورت فتح و غلبہ بھی پیدا ہو گئی ہے تو وہ ادلہ قطعیہ محررہ پیش شدہ بعینہا ہیچمدان کے پاس روانہ فرما دیجا وین بھلا جب وہ ادلہ قطعی الدلالت ہونگی تو احقر اُنکو کیونکر قبول نہ کریگا۔ اور جو مقدمہ اُسکا لکھا جا رہا ہو اگر آپ چاہین تو اُسکو نہ دکھلایئے کیونکہ وہ مقدمہ غایت الامر یہ ہے کہ بطور مبادی کے ہوگا نہ بطور مقاصد اور اصول مطالب کے کیونکہ ایسے اصول و مقدمات مقاصد سب قبل ہی سے ممہد ہو چکے ہونگے اصول مقاصد مین اُسکو دخل ہی کیا ہے

گذارش دہم

جناب کو معلوم ہے کہ یہ احقر دس بجے سے شام تک کچہری میں کام سرکاری کرتا ہے صبح سے

دس بجے تک کچھ سبق گھر پر پڑھاتا ہے۔ کچھ تلاوت قرآن مجید کی بطور نذر کے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لی ہے۔ بقیہ وقت حوائج خورد و نوش اور متفرق وغیرہ مین صرف ہو جاتا ہے اور دس بج جاتے ہین۔ اور اوقات جناب کے بالکل فارغ۔ احقر کا یہ حال کہ کبھی تعطیل ہو گئی تو ایک گھنٹے کی مجھکو فرصت مل گئی جس مین کچھ لکھ لکھا لیا یا کسی کتاب وغیرہ کا مطالعہ کر لیا چنانچہ یہ ملتمسہ جمعہ کے روز لکھنے بیٹھا تھا اسمین بعض احباب آگئے ملتوی رکھا گیا لیکن اتفاقاً آج بتاریخ یازدہم ربیع الثانی بروز ہفتہ بھی تعطیل تھی لہذا اسکو پورا کر لیا۔ ورنہ اگر تعطیل نہ ہوتی تو آج پورا بھی نہوتا۔ یہ احوال اوقات احقر کا جناب کو معلوم ہے لیکن بمزید احتیاط اسواسطے التماس کیا گیا کہ اگر مباحثہ دہلی احقر کے پاس اُسکے مطالعہ کے روانہ کیا جاوے تو اسپر نظر اوقات فرصت مین کرونگا۔ جناب والا کیطرف سے تعجیل نہ فرمائی جاوے کیونکہ تعجیل کی کچھ ضرورت بھی ایسی نہین معلوم ہوتی۔ سب کام تامل او تانی سے اچھا ہوتا ہے۔ ہان البتہ جناب والا نے جو طرز مباحثہ دہلی تجویز کیا ہے احقر کو بہت مستحسن معلوم ہوتی ہے۔ وجوہ جیات سے جسوقت دست برداری ہو گئی اسوقت مباحثہ آہستہ ہو جاویگی اس مین تضیع اوقات بہت کم ہو گی کیونکہ پھر بحث کی کچھ حاجت ہی نہ رہے گی۔ اس تجویز کے استحسان مین احقر بالکل آپکا موافق ہے البتہ اتنا امر اسپر مزید عرض کرتا ہون کہ وہی مباحثہ دہلی بعینہا مرتب ہو اُسی پر نظر کر لونگا۔ تبدیل طرز مناظرہ کی کوئی ضرورت نہین اور غیر مقبول ہے۔ مورخہ دہم ربیع الثانی روز جمعہ وقت شام مطابق سینز دہم نومبر ۱۸۹۱ء۔

طرز استدلال مباحثہ دہلی پر نظر

حامداً مصلیاً و مسلماً اس نیاز نامہ کا جواب مولویصاحب نے جو بھیجا تو اس مین گذارشہائے دوگانہ مندرجہ اخلاصنامہ کو تصدیق فرمایا لیکن اسکے ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل۔ اور کچھ عذرات باردہ ایسے تحریر فرمائے کہ احقر انکو بالفعل شائع نہین کرتا۔ کیونکہ عوام کو اُنسے تلون طبع کا اور ثبوت ملجاویگا اور طرز استدلال مباحثہ دہلی کا کچھ تبدیل فرما کر صرف آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے استدلال کیا۔ اور آخر مین یہ بھی لکھا کہ ادلہ حیات مسیح میرے پاس اور بھی بہت ہین وہ پھر لکھی جاوینگی اور مطاوی تحریر مین بعض ایسے الفاظ تحریر فرمائے جو مولویصاحب کے

شان سے بعید تھے۔ اور طرز استدلال کی نسبت فرمایا کہ یہ وہی طرز ہے جو مباحثہ دہلی کا تھا احقر نے
اس عنایت نامہ حال کو تین نوٹ بدین خلاصہ مضمون دیکر بجنسہا واپس کر دیا۔

خلاصہ مضمون نوٹ اول

الفاظ خلاف تہذیب کے خطوط احقر اور جناب کی تحریر مین آنا مناسب نہین ورنہ مباحثہ نہو گا۔

خلاصہ مضمون نوٹ دوم

اس تحریر کا مقابلہ اصل مباحثہ سے کرا دیا جاوے۔

خلاصہ مضمون نوٹ سوم

کل ادلہ حیات مسیح اس تحریر مین جمع کر دیجاوین۔ بار بار ایک عوے پہ وقتاً فوقتاً متفرق ادلہ کا
پیش کرنا کچھ ضرور نہین ہی بات فریقین کو اختیار ہے کہ جبتک چاہین نقض وجرح ادلہ مین یا تائید انکی مین
وقتاً فوقتاً تحریر کرین اسکا جواب آج کی تاریخ تک مولویصاحب کیطرف سے صادر نہین ہوا لہذا بعد
انتظار بسیار احقر اب اُس وعدہ کا ایفا کرتا ہی جو آغاز اخلاصنامہ مین نسبت تعبیر (اینکہ می بینم بہ بیداریست
یارب یا بخواب) کے کیا گیا تھا۔

تعبیر

تعبیر اسکی یہ ہی کہ مولویصاحبکو مباحثہ دہلی مین فتح اور کامیابی حاصل نہین ہوئی جیسا کہ مشہور کر رکھا ہے
بلکہ ناکامی ہوئی ہی جسکو احقر بعونہ تعالے ناظرین کو ثابت کر کے دکھاویگا انشاءاللہ تعالی۔ ناظرین کو مباحثہ
معاینہ سے واضح ہوا ہوگا کہ جن علوم رسمیہ کی اعانت سے علما نظاہر ایسے مسایل مین بحث ونظر کرتے ہین اُن
...... علوم مین سے سوا نحو کے اور وہ بھی ادھورے طور پر مولویصاحب نے کسی ایک علم سے بھی مدد نہین لی مثلاً دار ومدار
علما نظار کا ایک علم اصول فقہ ہی مولویصاحب نے اسکی طرف بالکل توجہ نہین فرمائی ورنہ تین چار سطر ونمین مباحثہ ختم تھا
یا پھر ان بطور نمونہ کے بعض علوم رسمیہ کی اعانت سے مجملاً کچھ عرض کرتا ہی اگر مولویصاحب بھی ان علوم رسمیہ کی
اعانت سے مباحثہ فرماوینگے۔ تو پھر انشاءاللہ تعالے پھر ان بھی تفصیل سے عرض کریگا +

علم اصول فقہ

مولویصاحب نے اس علم کیطرف بالکل توجہ نہین فرمائی۔ اگرچہ احقر کا منصب مدعی کا نہین ہی لیکن اس غرض سے کہ مولویصاحب
اس علم کیطرف توجہ فرماوین کچھ عرض کرتا ہی کہ وفات عیسی بن مریم آیت انی متوفیک سے بروایت صحیح بخاری

عن ابن عباس انی ممیتک کے بطور عبارت النص کی ثابت ہے اور مولویصاحب اگر تمام
توغل اپنا جو علم اصول مین انکو ہے صرف فرماوینگے تو اسکا نتیجہ شاید استقدر حاصل ہو کہ حیات عیسیٰ بن مریم آیت
وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ سے بطور اشارۃ النص کے ثابت کیجاوے لیکن یہ
مسئلہ تمام کتب مین مندرج ہے کہ ترجح العبارۃ علی الاشارۃ وقت التعارض پس وفات
ثابت رہی۔ اور حیات ساقط الاعتبار ٹھہری اور مباحثہ ختم ہوا۔

طرز دوم از روئے علم اصول فقہ

دوسرے طور پر آیت انی متوفیک حسب روایت صحیح بخاری کے وفات عیسیٰ ابن مریم مین محکم ہے کیونکہ
تعریف محکم کی کتب اصول فقہ اور نیز حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم و مغفور نے حصول المامول
وغیرہ مین یہ لکھی ہے المحکم ما لہ دلالۃ واضحۃ اور بفرض تسلیم لفظ قبل موتہ حیات
مسیح پر اگر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہین ہے۔ کیونکہ اس مین ضمائر وغیرہ ذو الوجوہ مین اور
روایتاً و درایتاً مفسرین کا ان مین بہت سا کچھ اختلاف ہے اور اسیکو متشابہ کہتے ہین پس یہ لفظ متشابہ
ہوا اسی حصول المامول مین لکھا ہے والمتشابہ ما لہ دلالۃ غیر واضحۃ اب ظاہر ہے
کہ ہوتے محکم کے متشابہ کیطرف کیونکر رجوع ہو سکتا ہے لقولہ سبحانہ تعالیٰ فَأَمَّا الَّذِينَ
فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ۔ اسیطرح
پر اگر دیگر قواعد علم اصول کیطرف رجوع کیا جاوے تو مباحثہ چار پانچ سطرون مین ختم ہو سکتا ہے مگر آپ حقیر کو
اس تقریر سے مدعی نہ قرار دیلیوین۔ یہ تقریر تو بطور نقض یا معارضہ کے عرض کیگئی ہے اور یہی سائل کا منصب ہے

طرز استدلال از روئے اصول حدیث

مولویصاحب نے اس علم کی طرف بھی توجہ نہین فرمائی ورنہ چار پانچ سطرون مین فیصلہ ہوجاتا
تقریر اسکی بطور نمونہ مجملاً یہ ہے کہ صحیحین کی حدیثون سے جو ازالہ اوہام مین لکھی ہین وفات عیسیٰ بن
مریم ثابت ہوتی ہے اور اگر بعض روایات مرسل یا ضعیف وغیرہ سے حیات مسیح بن مریم ثابت کیجاوے
تو اسکو علم اصول حدیث کب تسلیم کریگا وہ تو باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ احادیث متفق علیہا
جملہ احادیث پر مقدم ہین پس وقت تعارض کے احادیث متفق علیہا جملہ احادیث پر مقدم رہین گی۔
وھو المطلوب۔

استدلال از روئے علم منطق

مولویصاحب نے اس مباحثہ مین علم منطق سے بھی کام نہین لیا ورنہ شکل اول بدیہی الانتاج سے ایک دو سطر مین فیصلہ ہوجاتا۔ گویا در ہے کہ مین مدعی نہین ہون بلکہ ناقض اور معارض ہون بطور نمونہ کے تقریر اس کی یہ ہے۔ عیسی بن مریم کان نبیا من الناس وما ت الناس حتی الانبیاء یعنی کلہم ماتوا فعیسٰی بن مریم ایضا مات مقدمہ صغریٰ تو مسلم ہی ہے اور مقدمہ کبرے ایسا مشہور ہے کہ اطفال مکتب لفظ حتیٰ کی مثال مین پڑھا کرتے ہین پس وہ بھی مسلم ہے اور اگر مسلم نہ ہو تو آیت قرآن مجید موجود ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وغیر ذلک من الآیات۔ تنبیہ جامع مسجدون مین اثناء خطب منظومہ اردو مین ائمہ مساجد پڑھا کرتے ہین ؎

آدمؑ کہان حواؑ کہان مریمؑ کہان عیسٰیؑ کہان ہارونؑ اور موسٰیؑ کہان اس بات کا ہی سب کو غم

ایضاً

حضرتِ آدمؑ نبی نیچے زمین کے چل بسے نوحؑ کشتیبانِ عالم بھی یہان سے چل بسے
یوسفؑ و یعقوبؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و خلیلؑ اور سلیمانؑ آسمانی مہر والے چل بسے
ہودؑ و ادریسؑ و یونسؑ شیثؑ و ایوبؑ و شعیبؑ دعوتِ اسلام کرکے ٹھہرے چند چل بسے
حضرتِ عیسٰیؑ نبی داودؑ و موسٰیؑ خاک مین لیکے توریت و زبور و انجیل حق سے چل بسے
واسطے جنکے زمین و آسمان پیدا ہوا جنت الفردوس مین وہ حق کے پیارے چل بسے

الیٰ آخر ما قال +

استدلال از روئے علم بلاغت

اس علم کیطرف بھی مولویصاحب نے رخ تک نہین کیا ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہوسکتا تھا مطول اور اس کے حواشی مین لکھا ہے وتقدیم المسند الیہ للدلالۃ علی ان المطلو انما ہو اتصاف المسند الیہ بالمسند علی الاستمرار لا مجرد الاخبار بصدورہ عنہ کقولک الزاہد یشرب ویعزب دلالۃ علی انہ یصدر الفعل عنہ حالۃ فحالۃ علی سبیل الاستمرار قال السید السند علی قول العلامۃ۔ انما یدل علیہ الفعل

المضارع۔ قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضی
بحسب المقامات ووجہ المناسبۃ ان الزمان المستقبل مستمر یتجدد شیئا
فشیئا فناسب ان یراد بالفعل الدال علیہ معنی یتجدد علی نحوہ بخلاف
الماضی لانقطاعہ والحال لسرعۃ زوالہ الی آخر العبارۃ حاصل مطلب اسکا
یہ ہے کہ تقدیم مسند الیہ کی کبھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مسند الیہ مسند کے ساتھ بطور استمرار کے
متصف ہے اور وہاں پر صرف یہی مطلب نہیں ہوتا کہ مسند کے۔ اور ہونے کی مسند الیہ سے خبر
دیجاوے جیسا کہ زاہد شراب پیتا ہے اور مطرب دلکشی کرتا ہے السید السند فرماتے ہیں کہ مضارع سے
استمرار کا قصد علی سبیل التجدد اور التقضی کے بحسب مقامات کے قصد کیا جاتا ہے اور صیغہ مضارع
کا جو واسطے دلالت کرنے کے اوپر استمرار کے خاص کیا گیا اور ماضی و حال کو استمرار کیواسطے
مقرر نہ کیا اُس کی یہ وجہ ہے کہ زمانہ مستقبل ایک ایسی شئے مستمر ہے جو چیزے بچیزے متجدد ہوتی
رہتی ہے پس جو فعل کہ اُس زمانہ متجدد پر دلالت کرے اسکو دوام تجددی کیواسطے مقرر کیا گیا
اور یہی مناسب تھا بخلاف ماضی کے کہ وہ منقطع ہو چکا اور حال سریع الزوال ہے السید السند دوسری
جگہ حواشی مطول میں لکھتے ہیں وقد یقصد فی المضارع الدوام التجددی وقد سبق
تحقیقہ۔ دوسری جگہ مطول میں لکھا ہے۔ کما فی قولہ تعالی اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ وَیَمُدُّہُمْ
بعد قولہ تعالی اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ لم یقل اللہ مستہزئ بہم بلفظ اسم الفاعل
قصدا الی حدوث الاستہزاء وتجددہ وقتا بعد وقت الی قولہ وہکذا کانت
نکایات اللہ فی المنافقین وبلایاہ النازلۃ بہم تتجدد وقتا فوقتا وتحدث حالا فحالا
انتہی وایضا قال کل ان المضارع المثبت یفید استمرار الثبوت یجوز ان یفید المنفی
استمرار النفی وغیر ذلک من العبارات الصریحۃ۔ پھر اس صیغہ مستقبل کے دوام تجددی
کے واسطے مستعمل ہونے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں معلوم ہوتا ایک مسئلہ اتفاقیہ ہے۔ پس اگر حضرت مرزا
صاحب نے حسب مقتضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل سے معنے دوام تجددی کی مراد لی تو
کونسا محذور لازم آیا بینوا توجروا اور مباحثہ ایک صفحہ میں ختم ہو گیا +

علم اسماء الرجال

اس علم کیطرف مولویصاحب نے صرف اسقدر توجہ فرمائی ہے کہ رجال اسناد قرأت قبل کی موثقہ کی توثیق وتعدیل حضرت مرزا صاحب سے دریافت فرمانے لگے مگر جو روات کہ مولویصاحب روایات مندرجہ مباحثہ مین قابل تنقید واقع ہوئی ہین اُن کا کچھ بھی احوال تحریر نہ فرمایا۔ پھر حضرت مرزا صاحب سے رواۃ اسناد اُس قرأت کی توثیق جو تفاسیر معتبرہ مین بحوالہ مصحف ابی بن کعب لکھی ہے بعد تسلیم کرلینے اُس قرأت کے مصحف ابی مین توثیق رجال کیون دریافت فرمائی گئی تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔ علم اسما الرجال مین کمال تو یہ ہوتا کہ جو راوی کی زبان سے نکلتا اُسکی وفیات وسنین ولادت اور اعمار اور سوانح عمری اور کنی اور القاب اور جملہ اسباب قادحہ خفیہ غیر خفیہ زبانی بیان فرمادئے جاتے ورنہ اب تو اکثر کتب حدیث کے حواشی پر اسمار الرجال چڑھا ہوا ہی۔ ادنے طالب علم نقل کرسکتا ہے۔ مولویصاحب کی اس مین کیا خصوصیت ہے پس کوئی کمال علم اسمار الرجال مین مولویصاحب نے یہان پر ظاہر نہین فرمایا شاید کسی اور وقت کے لئے رکھ چھوڑا ہو۔

علم قرأت

اس علم کی طرف مولویصاحب نے بالکل توجہ نہین فرمائی۔ ورنہ چند سطور مین فیصلہ ہوجاتا۔ بطور نمونہ کے تقریر اُسکی مجملاً یہ ہے کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب بالکل قراءت شاذہ ہے تو قراءت مشہورہ کے لئے اسکے مبین ومفسر ہونے میں کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قرّاء وغیرہ کے نزدیک مسلم ہے۔ اتقان وغیرہ مین لکھا ہی۔ وقال ابو عبیدۃ فی فضائل القران المقصد من القراءۃ الشاذۃ تفسیر القراءۃ المشہورۃ وتبیین معانیہا الی قولہ فہذہ الحروف وماشاکلہا قد صارت مفسرۃ للقران وقد کان یروی مثل ہذا عن التابعین فی التفسیر فیستحسن فکیف اذا روی عن کبار الصحابۃ ثم صار فی نفس القراءۃ فہو اکثر من التفسیر واقوی فادنی مایستنبط من ہذہ الحروف معرفۃ صحۃ التاویل انتہے
چونکہ متعلق علم قراءت کے مولویصاحب نے کچھ بھی تحریر نہیں فرمایا لہذا زیادہ طول نہیں کیا گیا۔

جب مولویصاحب کچھ تحریر فرماوینگے تو انشاء اللہ تعالے خاص اس قراءت کی نسبت بہ تفصیل اور بھی لکھا جاویگا۔ واضح ہو کہ ابی بن کعب وہ صحابی جلیل القدر ہین جن کی نسبت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین واقرأکم ابی وایضا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرأ علیک القرآن قال اللہ سمانی لک قال نعم قال و ذکرت عند رب العلمین قال نعم فذرفت عیناہ متفق علیہ اور ان حضرت ابی کا ایک مصحف بھی ہے جس کی ترتیب سور اتقان وغیرہ مین لکھی ہے۔

علم تفسیر

مولویصاحب نے اس علم کیطرف صرف اسقدر توجہ فرمائی ہے کہ بعض تابعین کے اقوال دربارہ ترجیح اپنی معنی مختار کے تفسیر ابن کثیر سے نقل کیے ہین اور حضرت ابو ہریرہ کا فہم اور کچھ حضرت ابن عباس سے ایک آدھ قول نقل فرمایا ہے۔ اور پرچہ ثانی مین مولوی صاحب نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ اس میرے معنی کیطرف ایک جماعت سلف مین سے گئی ہے یعنے اس آیت کی تفسیر مختلف فیہ اور ذوالوجوہ ہے اجماعی طور پر ایک معنے نہین ہین اور یہ بھی اقرار ہے کہ فہم صحابی کو حجت نہین جانتا باوجود اسکے مولویصاحب نے فن تفسیر کیطرف بالکل توجہ نہین فرمائی۔ فن تفسیر کے رو سے کسی ایسی آیت کے معنے مین جس مین تعلق کسی پیشین گوئی کا ہو واقع ہونے پیشین گوئی تک قطعی کچھ فیصلہ نہین ہو سکتا۔ صرف ایک اجتہادی امر ہے کیونکہ حقیقت پیشین گوئی کی لا علم لنا مین داخل ہے بخلاف دیگر مطالب ضروریہ تفسیریہ کے کہ وہ علمتنا مین داخل ہو سکتے ہین اور قطعی فیصلہ بھی ہو سکتا ہے۔ مولویصاحب باوجودیکہ اس آیت کو متعلق پیشین گوئی قرار دیتے ہین پھر بھی لا تقف ما لیس لک بہ علم کا کچھ خوف نہ کیا اور آیت کی تفسیر مین اقوال رجال غیر معصوم سے یہ بات قطعی طور پر یقین کرلی کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ بعد نزول عیسی بن مریم کے اور قبل موت اُسکی کے جس مین سب اہل کتاب حضرت عیسے پر ایمان لے آوینگے جبکہ آیت ذوالوجوہ اور متشابہ ہے اور مولویصاحب کے نزدیک اُسکا تعلق بھی پیشین گوئی سے ہے تو معہذا قطعی اور یقینی طور پر مولویصاحب کون سے علم سے فیصلہ کرسکتے ہین۔ حضرت ابو ہریرہ نے بھی مشکی طور پر اپنے فہم کو ترجیح دی تھی وبس۔ کیا مولویصاحب کو علم غیب ہے یا اس آیت کی تفسیر مین کسی حدیث صحیح مرفوع

متصل سے یہ ثابت ہے کہ معنے آیت کے یہی ہین جو مولویصاحب نے کئے ہین پیشین گوئی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تو دیگر مطالب تفسیریہ کی نسبت یہی تحریر فرماتے ہین پیشتر این فقیر محقق شدہ است کہ صحابہ و تابعین بسیار بود کہ نزلت الایۃ فی کذا و کذا مے گفتند و غرض ایشان تصویر ما صدق آن آیت بود و ذکر بعض حوادث کہ آیت آن را بعموم خود شامل شدہ است خواہ این قصہ متقدم باشد یا متاخر اسرائیلی باشد یا جاہلی یا اسلامی تمام قیود آیت را گرفتہ باشد یا بعض آن را واللہ اعلم ازین تحقیق دانستہ شد کہ اجتہاد را درین قسم دخلے ہست و قصص متعددہ را آنجا گنجایش ہست پس ہر کہ این نکتہ مستحضر دارد حل مختلفات سبب نزول با دنے عنایت مے تواند نمود انتہے + ہان مولویصاحب کو صرف اتنا اختیار تھا کہ اپنے ان معنے مختار کو ترجیح دیتے نہ یہ کہ انکو قطعیۃ الدلالت فرماتے اور نہ ایسا کلمہ کہنے کہ مصداق ہو۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ کا اس معنے کے ماعدا جتنے معنے تمام دنیا بھر کی تفسیرون مین لکھے ہین سب غلط اور باطل ہین۔ اے مولویصاحب اتق اللہ سے نام نیک رفتگان ضائع مکن۔ تا بماند نام نیکت یادگار + یہ قضیہ بھی تو مسلمہ مفسرین ہے کہ فمتی اختلف التابعون لم یکن بعض اقوالہم حجۃ علی بعض پھر مولویصاحب کا تمام دنیا بھر کے مفسرین کو باطل اور غلطی پر قرار دینا اور اپنے معنے کو حجت قطعی گرداننا کیا یہی تقوے اور دیانت اور اظہار حق و صواب ہے؟ بینوا توجروا +

علم زبان فارسی

مولویصاحب نے جو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کیطرف توجہ فرمائی تو یہ سبب غلط خیال نون ثقیلہ کے جو جو صیغے کہ فارسی مین واسطے مضارع کے آتے ہین انکو خالص استقبال کیواسطے اپنی طرف سے خلاف قواعد فرس قرار دے لیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ ترجمہ یہ ہین ۔ پس البتہ متوجہ گردانیم ترا بآن قبلہ کہ خوشنود شوی۔ والبتہ بسوزانیم آن را۔ پس پراگندہ سازیم آنرا والبتہ دلالت کنیم ایشان را براہہا خود۔ والبتہ غالب شوم من و غالب شوند پیغمبران من۔ والبتہ زندہ کنیمش بہ زندگانی پاک۔ و در آریم ایشان را در زمرہ شایستگان۔ ایہا الناظرین اطفال دبستان بھی اس قاعدہ کو خوب جانتے ہین کہ علامت خالص استقبال کی خواہد۔ خواہند۔ خواہی۔ خواہید خواہم ہے اور علامت خالص حال کی لفظ مے کا مضارع پر داخل ہونا ہے۔ اور یہ الفاظ مندرجہ

ترجمہ سب کے سب صیغے مضارع کے ہین نہ خالص استقبال کے۔ اسپر علاوہ یہ ہوا ہے کہ اردو مین لفظ ابھی کا جو خالص حال کیواسطے آتا ہے۔ مولویصاحب نے اُسکو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب مین یعنے ابھی جلاوینگے ہم اسکو۔ خالص استقبال کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ اب ناظرین انصاف فرماوین کہ مولویصاحب کا اس جگہ پر حضرت مرزا صاحب کی نسبت یہ فرمانا کہ ھذا بعید من شان المحصّلین۔ کیسا اپنے موقع اور محل پر واقع ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔

علم مناظرہ

مولویصاحب نے علم مناظرہ کیطرف صرف اسقدر توجہ فرمائی کہ حضرت مرزا صاحب نے جو تعریف مدعی کی لکھی۔ اور اسکی فلاسفی بیان فرمائی اُسپر جھٹ اعتراض کردیا کہ یہ تعریف لفظ مدعی کی مخالف ہی اُسکے جسکو علما مناظرہ نے لکھا ہے اور رشیدیہ سے یہ عبارت نقل فرمادی کہ:— المدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الخبری الذی تکلم بہ من حیث انہ اثبات بالدلیل او التنبیہ۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو سِرّ اور گُر مدعی ہونیکا بہ تفصیل و بسط کلام تبلایا ہے اور اسپر ایک دلیل عقلی قطعی بھی قائم کردی ہے۔ وہی سِر من حیث انہ اثبات بالدلیل کی حیثیت سے بخوبی سمجھا جاتا ہے چنانچہ رشیدیہ مین اسی تعریف کے آگے اس قید حیثیت کا فائدہ یہ لکھا ہے فلا یرد ما قیل انہ یصدق ھذا التعریف علی الناقض بالنقض الاجمالی والمعارض وھما لیسا بمدعیین فی عرفہم لانہما لم یتصدیا لاثبات الحکم من حیث انہ اثبات بل من حیث انہ نفی لاثبات حکم تصدی باثباتہ الخصم من حیث انہ معارضۃ لدلیلہ۔ مگر مولویصاحب نے توسوائے ایک نون ثقیلہ کے جسکا حال انشاء اللہ تعالٰے بیان علم نحو مین آئیگا کسی طرف توجہ ہی نہین فرمائی نہ تو اس قید حیثیت پر نظر فرمائی جو خود تحریر نہین فرمائی تھی اور نہ اس عبارت رشیدیہ کیطرف غور فرمایا جو لکھی گئی۔ اور حضرت مرزا صاحب نے تو جہان جہان اپنے رسایل مین بطور معارضہ کے وفات عیسٰی ابن مریم ثابت کی ہے یا نقض اجمالی یا نقض تفصیلی کیا ہے یا دلیل حیات مین کوئی فساد بیان فرمایا ہے اور یا دلیل مدعی حیات کو باطل کیا ہے تو اس بیان نقض و معارضہ سے حضرت اقدس سلمہ مدعی نفس الامری کیسے ٹھہر سکتے ہین

لانا لا نسلم ان الناقض والمعارض متصدیان لاثبات الحکم من حیث انہ اثبات بل من حیث انہ نفی لاثبات حکم تصدی باثباتہ الخصم من حیث انہ معارضۃ او نقض لدلیلہ۔

ناتمامی تقریب از روئے علم مناظرہ

اور علم مناظرہ کے روسے تقریب مولویصاحب کی دلیل کی محض ناتمام ہے بیان اسکا چہار سطری یہ ہے۔ مدعا مولویصاحب کا منقح ہوکر یہ رہا ہے کہ بعد نزول عیسٰی ابن مریم اور قبل موت انکی کے ایسا زمانہ آویگا کہ سب اہل کتاب مومن ہوجاوینگے یعنی اسلام میں داخل ہوجاوینگے اور دلیل مولویصاحب کی مستلزم اس مدعا کو نہیں ہے کیونکہ مولویصاحب کا اقرار پرچہ ثانی میں مندرج ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہوسکتا ہے نہ ایمان شرعی۔ پس دلیل سے سب اہل کتاب کا ایمان شرعی کے ساتھ مومن ہونا اور اسلام میں داخل ہونا ثابت نہ ہوا اور تقریب محض ناتمام رہی۔ ایہا الناظرین ذرہ انصاف کرو کہ اس مشکل مسئلہ مناظرہ کو حضرت اقدس نے کس آسانی اور سہولت اور حسن اسلوب سے بیان کیا ہے کہ ہر ایک قاصی و دانی اسکو سمجھ سکتا ہے لیکن افسوس کہ حضرت مولویصاحب نے اسپر ذرہ بھی خیال نہ فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

فقہ حدیث

اس مباحثہ میں فقہ حدیث مولویصاحب کا یہ ہے کہ ما اتاکم الرسول کا مصداق حضرت ابوہریرہ کا قول اور فہم مشکوک مندرجہ فاقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کو ٹھہرا دیا ہے اور طرفہ اسپر یہ ہے کہ یہ بھی اقرار ہے کہ فہم صحابی کو میں حجت نہیں جانتا۔ مولانا صاحب جبکہ قول و فہم صحابی حجت نہیں ہے تو اقوال تابعین وغیرہ جو جناب نے اپنے معنے کی تائید میں نقل فرمائے ہیں وہ کیونکر حجت قطعی ہوگئی۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی اگر فقہ حدیث کیطرف مولویصاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اسکا بطور نمونہ کے مجملاً یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایتاً و درایتاً اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے۔ واماما منکم منکم جو صحیحین کی حدیث میں ایک جملہ واقع ہے اس سے کوئی دوسرا امام سوا ابن مریم کے مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ جملہ یا تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے

یا حال ہے فاعل نزل یا ینزل سے جسکا عامل وہی نزل یا ینزل ملفوظ ہے اور اس مطلب کو امام مسلم
نے چند روایات سے ثابت کیا ہے اول روایت ابن عیینہ سے چنانچہ لکھتے ہین وفی روایۃ ابن عیینۃ
اماماً مقسطاً حکماً عدلاً پھر بروایت حضرت ابی ہریرہ یہ الفاظ نقل کئے ہین قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم ناظرین غور فرماوین
کہ اس روایت مین کس تخصیص اور تصریح سے موجود ہے کہ وہی ابن مریم تمہاری امامت کرے گا
نہ یہ کہ کوئی دوسرا اسکے وقت مین امام ہو۔ پھر بروایت حضرت ابی ہریرہ دوسری اسناد سے لکھتے
ہین کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم اس روایت سے تمام شبہات وشکوک
ناظرین دفع کردئے گئے ہین۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہین فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی
حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هریرة وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب
اتدری ما امکم منکم فقلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارک وتعالی
وسنة نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب تو کوئی بھی شک باقی نہین جسکا دفع امام
مسلم صاحب نے نکر دیا ہو کہ امامکم منکم حال یا صفت اسی مسیح بن مریم کی واقع ہے نہ کسی دوسرے
شخص کی نسبت امام مہدی ہونا اگر کوئی آپ کی بات ہے وہ اہل حدیث جو دعوے کیا کرتے ہین کہ احادیث
صحیحین سب صحیح اور سب سے مقدم ہین اور مقدم اپنی کچھ چلے جاتے ہین کہ امامکم منکم تو سواء
ابن مریم کے کوئی دوسرا امام ہوگا۔ اب ناظرین یہی مصداق ما آتاکم الرسول کا یا
وہ یہ مولانا صاحب نے فہم نہ کی [illegible] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا لکھا؟

علم نحو

مولوی صاحب نے اس مباحثہ مین علم نحو سے بڑی اعانت لی ہے اور دار و مدار نزول [illegible] استدلال [illegible] بنا قطعیۃ الدلالت ہونے
اپنی دلیل کا اسی مسئلہ نحوی کو قرار دیا ہے مگر افسوس کہ یہ مسئلہ نحویہ تو ایک [illegible] کا ایک نہایت مقدمہ خفیفہ
ہی جس سے کچھ ثابت اور کچھ حاصل نہین ہو سکتا۔ بیان اسکا یہ ہے اول تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی
کتابون سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے مولوی صاحب کو اسمین کوئی
باب الامتیاز خصوصیت جیسا کہ انکی شان کے لائق ہے حاصل نہین ہوئی۔ کاش اگر ائمہ کبار نحویین مثل
زجاج۔ جوہری۔ سیرافی۔ ابو علی فارسی۔ خلیل ابن احمد۔ اخافش ثلثہ۔ اصمعی۔ کسائی۔ سیبویہ۔ مبرد

زمخشری وغیرہ سے کچھ اقوال اس بارہ مین نقل فرماتے تو یہ مباحثہ نحوی مولویصاحب کا کسیقدر مابہ الامتیاز ہوجاتا۔ اگرچہ بمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب جیسے موید من اللہ کے ان ائمہ کبار کی نقل اقوال بھی کچھ وقعت نہین رکھتی ملاحظہ فرماؤ کتب قرآ اگر وہ میسر نہون تو مطالعہ کرو کتب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اگر وہ بھی بالفعل نہ ملین تو دیکھو فوز الکبیر۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اُس مین لکھتے ہین۔ ودر نحو قرآن خللے عجیب راہ یافتہ است وآن آنست کہ جماعتے مذہب سیبویہ را اختیار کردہ اند وہرچہ موافق آن نیست آنرا تاویل مے کنند تاویل بعید باشد یا قریب واین نزد من صحیح نیست اتباع اقوے واوفق بسیاق وسباق باید کرد۔ مذہب سیبویہ باشد یا مذہب فراد در مثل وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ حضرت عثمان گفتہ اند۔ ستقیمھا العرب بالسنتھا وتحقیق این حکم نزدیک فقیر آنست کہ مخالف روزمرہ مشہورہ نیز روزمرہ است وعرب اول را در اثناء خطب ومحاورات بسیار واقع مے شد کہ خلاف قاعدہ مشہورہ بر زبان گذشتے۔ اگر احیاناً بجائے واو یا آمدہ باشد یا بجائے تثنیہ مفرد یا بجائے مذکر مؤنث چہ عجب۔ پس آنچہ محقق است آنست کہ ترجمہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ بمعنے مرفوع باید گفت واللہ اعلم اگر مولویصاحب قواعد نحو مندرجہ شرح ملّا وحواشی اُسکے کے ایسے پابند ہین کہ سر مو تجاوز نہین کرسکتے تو سوال ذیل کا جواب مرحمت فرماوین انہین کتابون مین لکھا ہے کہ نون التاکید لا یؤکد الا مطلوباً والمطلوب لا یکون ماضیاً ولا حالاً ولا خبراً مستقبلاً

اس سے ثابت ہوا کہ لیومنن بہ قبل موتہ جملہ خبریہ نہین ہے بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ مین بھی واللہ کو پہلے لیومنن کے مقدر مانا ہے اور جملہ قسمیہ انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جبکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیشین گوئی یعنے خبر مستقبل کیونکر ہوسکتا ہے کجا جملہ خبریہ اور کجا جملہ انشائیہ سہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور پھر ایک فساد اسمین اور بھی پیدا ہوگیا وہ یہ ہے کہ تمام اہل کتاب سے جو ایمان لانا حضرت عیسیٰؑ پر مطلوب الٰہی ہے وہ قبل اُن کی موت کے ہے کیونکہ تقیید بقید قبل موتہ محض بیکار تو ہے ہی نہین مطول وغیرہ کو دیکھو جملہ مقیدات مین بموجب قواعد علم بلاغت کے لحاظ قید کا ضروری ہوتا ہے ورنہ

قید محض لغو اور بے فائدہ ہو جائے گی۔ قواعد علم بلاغت کی رعایت سے بعید ہے اگر کاش بجائے
قبل موتہ کے من قبل موتہ بھی ہوتا تو کسیقدر مناقی مدعانہ ہوتا۔ یہاں پر تو طلب ایمان کا ظرف
زمان قبل موتہ واقع ہوا ہے نہ من قبل موتہ۔ قال فی المطول و مختصرہ ما حاصلہ
واما تقیید الفعل وما یشبہہ من اسم الفاعل والمفعول وغیرھما بمفعول مطلق او بہ
او فیہ او لہ او معہ۔ ونحوہ من الحال والتمیز والاستثناء فلیترتب
الفائدۃ لان الحکم کلما ازداد خصوصا ازداد غرابۃ وکلما ازداد غرابۃ زاد افادۃ۔
کما یظہر بالنظر الی قولنا شیئ ما موجود و فلان بن فلان حفظ التوراۃ
سنۃ کذا فی بلد کذا۔ اس حیات سے تو حضرت عیسے کی وفات مثل دیگر انبیاء کے ہی
اچھی ہوتی۔ اگر حالت حیات و نیز ممات اُن کی میں سب اہل کتاب کو اُن پر ایمان لانا مطلوب
الٰہی ہوتا اور اب تو بعد اُنکی موت کے انپر ایمان لانا اس جگہ مطلوب الٰہی نہیں رہا۔ ان ھذا الشئی
عجاب بل ھو عین الفساد۔

بحث ترکیب نحوی

الا لیومنن بہ ترکیب نحوی میں کیا واقع ہوا ہے اگر احدٌ مقدر کی صفت ہو اور احدٌ
مبتدا مقدم الخبر ہے یعنے من الکتاب اُس کی خبر واقع ہوئی ہو تو یہ معنے بھی بہ بداہت
فاسد ہیں۔ کیونکہ حاصل معنے یہ ہوئے کہ جو شخص ایسا ہو کہ ایمان لاوے عیسٰے پر قبل انکی موت کے
وہ شخص اہل کتاب میں سے نہیں ہے حالانکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اس شخص مومن کا
موافق جناب کی مسلک کے اہل کتاب میں سے ہونا کچھ ضرور نہیں۔ سواء اہل کتاب کے
دیگر کفار بھی مسیح ابن مریم کے وقت میں اسلام میں داخل ہونگے اور اگر الا لیومنن محل خبر
میں ہو اور من اھل الکتاب صفت ہے احدٌ مقدر کی اور احدٌ مع اپنی صفت کے
مبتدا ہے تو بھی معنے فاسد ہیں کیونکہ اس صورت میں بھی تخصیص و تقیید اہل کتاب کی موہم اُسکی
ہو کہ سوائے اہل کتاب کے اور ملت والے حضرت عیسٰے پر ایمان نہ لاویں اور اسلام میں داخل
نہ ہوں وھذا اخلاف دعواکم۔

مرجع ضمیر قبل موتہ

مرجع ضمیر قبل موتہ مین از روئے نحو کے یہ بحث ہے کہ آیت مذکورہ مدعائے مولویصاحب مین حسب فہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بطور شک کے بھی تب دلالت کرے گی کہ ضمیر قبل موتہ کا مرجع صرف حضرت عیسٰی کا ہونا از روئے قواعد نحو کے واجب ولازم ہو اور کتابی ما احد کا مرجع ہونا از روئے نحو کے بطور قطعی کے محض باطل اور ممتنع ثابت کیا جاوے حالانکہ وہ وجوب اور یہ امتناع از روئے قواعد نحو کے ہرگز ثابت نہین ہوسکتا بلکہ عام مفسرین نحویین نے راجح اور اولٰے قول بموجب قواعد نحو کے یہی اختیار کیا ہے۔ کہ ضمیر قبل موتہ کی راجع ہے طرف کتابی کے جو لفظ اہل کتاب سے سمجھا گیا یا احد مقدر ہے جسکا مقدر ماننا بسبب استثناء کے ضروریات سے ہے اور اگر جناب والا یہ وجوب اور امتناع ثابت کرینگے تو تمام مفسرین کا اجماع ایک امر ممتنع نحوی پر لازم آتا ہے و اللازم باطل فالملزوم مثله فهذا الدعوى تقول على الله وفاسد بالقطع ولا يقول به الا من رضى بتاسيس بنائه على شفا جرف هار فانهار به۔

بحث سیاق و سباق آیہ از روئے نحو

نحو مین سیاق اور سباق کلام کی رعایت بھی بہت کیا کرتے ہین لہذا اگر آیت مذکورہ سے یہ پیشین گوئی جو مدعا مولویصاحب ہے مراد الٰہی ہو تو سیاق کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اوپر ہی عنقریب اس آیہ کے پیشین گوئی موجود ہے فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا اور اسکے جملہ خبریہ ہونے مین کوئی کلام اور بحث نحوی بھی نہین ہے بخلاف آیت پیش کردہ مولویصاحب کے کہ بموجب ہو اش شرح جامی وغیرہ کے اُسکے جملہ خبریہ ہونے مین بموجب مسلک مولویصاحب کے کلام گذر چکا پس ایسا اختلاف سیاق وسباق جس کو کوئی نحوی پسند نہ کریگا کلام الٰہی مین کیونکر ہوسکتا ہے۔ صدق اللہ تعالٰی وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۵

سیاق

بیان سیاق یہ ہے کہ آیت وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا بھی اس معنی کے مخالف پڑتی ہے مجملاً بیان اسکا یہ ہے کہ یہ مسئلہ بکتاب اللہ وسنت صحیحہ ثابت ہو چکا ہے کہ پچھلی تمام امم ماضیہ پر یہ امت مرحومہ شہید و گواہ ہوگی اور اس اُمّت مرحومہ پر رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم (روحی فداہ) شہید و گواہ ہونگے۔ قال اللہ تعالے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ واخرج احمد والبخاری والترمذی والنسائی وغیرھم عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدعی نوح یوم القیامۃ فیقال لہ ھل بلغت فیقول نعم فیدعی قومہ فیقال لھم ھل بلغکم فیقولون ما اتانا من نذیر وما اتانا احد فیقال لنوح من یشھد لک فیقول محمد وامتہ ذلک قولہ یعنی ھذہ الایۃ فیشھدون لہ بالبلاغ واشھد علیکم۔

پس اب دریافت کیا جاتا ہے کہ ضمیر علیہم کا مرجع بھی اہل کتاب جو ایمان لے آوینگے اور اسلام مین داخل ہوکر ہمارے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین داخل ہو جاوینگے تو بالضرور اُنکے شہید و گواہ بجز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت عیسےٰ کیونکر ہو سکتے ہین حضرت عیسےٰ کا غایت درجہ تو یہ ہے کہ اپنی امت کے شہید ہون فرمایا اللہ تعالے نے كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اور اگر کہو کہ یہ منصب جو ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ بعد نزول حضرت عیسےٰ کے حضرت عیسےٰ کو ملجاوے گا تو نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ ختم نبوت نہین ہوا واللازم باطل فالملزوم مثلہ اور اگر کہو کہ مرجع ضمیر علیہم کا وہ اہل کتاب ہین جنکا ذکر یہان سے ایک کوس بھر کے فاصلہ پر ہوا ہے تو یہ استفسار ہے کہ اسقدر بعید مرجع کا ماننا کسکا مذہب ہے فراء کا یا سیبویہ کا بینوا توجروا

بحث نحوی بابت زمانہ حال

یہ جو بعض کتب نحو مین لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہین ہے کہ اسمین کوئی فعل واقع ہو سکے۔ اور اسی بنا پر مولویصاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمین فرمائین اول استقبال قریب دوم استقبال بعید اگرچہ مطلب ہمارا اسی سے حاصل ہوگیا کہ مولویصاحب جسکو استقبال قریب کہتے ہین ہم اُسکو حال کہینگے صرف ایک نزاع لفظی رہ گئی مگر علاوہ اسکے یہ گذارش ہے کہ یہ ایک تدقیق متکلمین کی ہے ہمکو کیا ضرورت ہے کہ ایسی تدقیق جو بالکل خلاف عرف اہل عربیت کے ہے اُسپر اڑجاوین دیکھو مطول اور اُسکے حواشی مین لکھا ہے وھذا یعنی الزمان الحال امر عرفی کما

يقال زيد يصلي والحال ان بعض صلوته ماض وبعضها باق فجعلوا الصلوٰة الواقعة في الاٰنات الكثيرة المتعاقبة واقعة في الحال وتعيين مقدار الحال مفوض الى العرف بحسب الافعال ولا يتعين له مقدار مخصوص فانه يقال زيد ياكل ويمشي ويحج ويكتب القراٰن ويعد كل ذلك حالا ولا شك في اختلاف مقادير ازمنتها - اور السيد السند السيد بھی تدقیقات کی نسبت حواشی مطول میں تحریر فرماتے ہیں والحق انها منا قشات واهية لان هٰذه التعريفات بينات يفهم اهل اللغة منها ومن تلك العبارات ما هو المقصود بها ولا يخطر ببالهم شيئ مما ذكروا اما التدقيق فيها فيستفاد من علوم اخر يلاحظ فيها جانب المعنى دون القواعد اللفظية المبنية على الظواهر انتهى موضع الحاجة -

بحث بطرز دیگر بابت مرجع ضمیر قبل موتہ

اگر ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسٰے کیطرف رجوع کر کر وہ معنے لئے جاویں جو مولویصاحب لیتے ہیں تو ایک اَور فساد لازم آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق حضرت عیسٰے نبوت سے معزول و عاری اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوکر آویں گے اور سب کو دعوت کرینگے کہ اسلام لاکر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاؤ مگر یہاں پر عکس القضیہ ہوا جاتا ہے حضرت خاتم النبیین پر ایمان لانے کا تو کچھ ذکر نہ ہوا اور ایک شخص امتی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا گیا لیکن کسی امتی پر ایمان لانے کی کوئی عمدہ معنے قابل التفات نہیں معلوم ہوتے اور اگر کہو کہ حضرت عیسٰے پر ایمان لانا مستلزم ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے تو یہ گذارش ہے کہ سلمنا - لیکن یہ ایمان ضمن میں ایمان بعیسٰے کے بالتبع حاصل ہوا نہ بالاصل جو مقصود اصلی اللہ تعالے کا ہے پس مقصود اصلی کو ترک کرنا اور غیر مقصود کو اختیار کرنا جس سے طرح طرح کے توہمات ختم نبوت میں پیدا ہوتے ہیں کیا ضرورت ہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو یہ تاکید تمام حکم ہوا ہے - اور اُن سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان

روین قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ۔ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ترجمہ مولانا صاحب یہی گرچہ تھا۔ کہ حضرت میان صاحب مدظلہ اور محمد حسین نے جناب والا کو بہت فہمائش کی کہ یہ آیت مطلوب مین قطعی الدلالت نہین اس آیت کو آپ بمقابل مرزا صاحب ہرگز پیش نکرین۔ کیونکہ یہ دونون صاحب اس آیہ کے تشیدی فراز سے واقف تھے مگر جناب نے اُن کی فہمائش کو قبول نہ فرمایا اور تفسیر ابن کثیر پر تکیہ کرلیا آپ کے شان محققی سے یہ امر نہایت بعید ہے۔

بحث لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ

ازہری وغیرہ نے تصریح مین تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کیواسطے آتا ہے ایسا تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کیواسطے ہے لیکن جبکہ کسی صیغہ مین لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ مانحن فیہ مین ہے تو وہان پر خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ اسکی کوئی دلیل مولویصاحب نے نحو سے ارشاد نہین فرمائی۔ اور تقریب دلیل محض ناتمام رہی ہے۔ یہ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو مین لکھا ہے۔ امر نہی۔ استفہام۔ تمنی۔ عرض وغیرہ ان مین صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغو نمین صرف استقبال ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ مین لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اُس مین خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہو شاید مولویصاحب نے ازہری کی اس عبارت سے یہ بات سمجھی ہے کہ لانہما تخلصان مدخولہما للاستقبال ہم کہتے ہین کہ یہانپر استقبال سے صرف صیغہ استقبال مراد ہو جسکی نسبت السنہ اطفال پر جاری ہے کہ صیغہ حال ہمچو صیغہ استقبال است اور یہ بات خود ازہری کی عبارت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ ذلک نیا فی المضی اگر مراد ازہری کی خالص زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا کہ و ذلک نیا فی المضی والحال اور اسیواسطے قسم کے جواب مثبت مین کوئی شرط زمانہ استقبال کی نہین رہتی صرف صلاحیت تامہ فعلی کیواسطے دخول نون کی تمام کتب نحو مین لکھی ہے

اور اسی وجہ سے اکثر نحویین نے لفظ مستقبل مثبت کی جگہ لفظ مضارع مثبت کا اختیار کیا ہے
اور اکثر نے صرف لفظ فعل مثبت کا کما لا یخفی علی من دارس کتب النحو شرح ملا
اور حواشی اسکے میں لکھا ہے ولزمت ای نون التاکید فی مثبت القسم ای فی
جوابہ المثبت لان القسم محل التاکید فکرھوا ان یوکدوا الفعل بامر منفصل عنہ
وھو القسم من غیر ان یوکدوہ بما المتصل بہ وھو النون بعد صلاحیتہ لہ
ای صلاحا تاما واحترز عما لا یصلح اصلا کالجملۃ الاسمیۃ والفعل الماضی المثبت
وما فیہ مانع لما سیجیٔ وعما لا یصلح صلاحا تاما کالمستقبل المنفی الی اخر العبارۃ۔

تفصیل حال جواب قسم فعل مثبت

تفصیل حال جواب قسم فعل ثبت کی تفصیل مقام یہ ہے کہ جب قسم کا جواب ثبت جملہ فعلیہ
واقع ہو تو باعتبار زمانہ کے اُس کی پانچ صورتیں ہوسکتی ہین یا تو خالص ماضی مراد متکلم کی ہو
اس صورتمین لام اور قد کے ساتھ اکثر جواب قسم آتا ہے جیساکہ واللہ لقد قام زید۔
یا جواب قسم مین مراد متکلم کی صرف حال ہو تو اندرینصورت جواب قسم مین صرف لام آویگا جیسا
کہ لیمینا لبعض کل امرء یزخرف قولا ولا یفعل اور یا صرف استقبال
مراد متکلم کے ہو اس صورت مین لام تاکید نون تاکید کے ساتھ جواب قسم کا آنا لازم ہے جیساکہ
تاللہ لاکیدن اصنامکم الخ اُن صورتون کی تصریح تو جملہ کتب نحو صغیر وکبیر مین لکھی ہے،
مولانا عبدالحکیم تکملہ مین لکھتے ہین۔ **قولہ** فالام ہھنا الام الابتداء
المفیدۃ للتاکید لا فرق بینہا وبین ان الا من حیث العمل وتفصیل
الکلام فی ھذا المقام ان القسم الذی لغیر السوال جوابہ اما جملۃ اسمیۃ
مثبتۃ فیلزمہا ان او اللام وقد یجمع بینہما وحینئذ یدخل اللام علی
الخبر فلا یستغنی الاسمیۃ عنہما من دون استطالۃ الا نادرا واما جملۃ
اسمیۃ منفیۃ فیلزمہا ما او لا او ان النافیۃ واما جملۃ فعلیۃ فان کان
فعلہا ماضیا غیر منصرف او منصرفا فی معنی التعجب او المدح یلزمہا
اللام وان کان ماضیا منصرفا لا فی معنی التعجب او المدح یلزمہا مع اللام

قد اوما فی معناہ مثل ربما وقد لقد رقد ویکتفی باللام بالفظ ولا یکتفی بقد الا اذا طال القسم اوکان فی ضرورۃ الشعر نحو قولہ تعالٰی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وان کان مضارعا استقبالیا یلزمہا اللام مع نون التاکید وان دخلت اللام علی نفس المضارع الا نادرا ولا یکتفی عن اللام بالنون الا فی ضرورۃ الشعر واذا لم یدخل اللام علی نفس المضارع یکتفی باللام نحن لان متم او قتلتم لالی اللّٰہ تحشرون وان کان مضارعا حالیا یکون باللام من غیر النون واما جملۃ فعلیۃ منفیۃ فیلزمہا فی الماضی ما او لا ویلزم تکرار لا ھٰھنا لان الماضی ینقلب فی الجواب مع لا مستقبلا وفی المضارع استقبالیا کان اوحالیا ما او لا مع النون او بدونہا الخ ۔ اب اگر قسم کے جواب مثبت فعلی مین مراد متکلم کے دوام تجددی ہو یا حال واستقبال دونون مراد ہوں ۔ جو چوتھی اور پانچوین صورت ہے تو اسکے واسطے بھی وہی صیغہ مضارع کا موکد بلام تاکید ونون تاکید بولین گے اگر مولوی صاحب اسکو ناجائز فرماوین تو سبھی ائمہ کبار نحو کے جو سابق مذکور ہو چکے اس مراد کے واسطے کوئی صیغہ استخراج فرماوین ورنہ یہ تو نہین ہو سکتا کہ ایسے مافی الضمیر کیلئے کوئی صیغہ اور پتہ نشان عربیت مین موجود نہو بیتوا توجروا ۔

حاصل یہ ہے کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہین ہے بلکہ جواب قسم کبھی ماضی ہوتا ہے کبھی حال کبھی استقبال کبھی استمرار اور دوام تجددی اور نیز سابق ازین علم بلاغت سے ثابت ہو چکا کہ صیغہ مستقبل کا واسطے استمرار اور دوام تجددی کے مستعمل ہوتا ہے ۔ پس اگر جواب قسم کا صیغہ مستقبل موکد بلام تاکید ونون تاکید ہووے تو اسکی امتناع دوام تجددی کے لئے ہونے مین یا حال واستقبال دونون مراد ہونے مین کونسی دلیل نحوی قائم کیگئی ہے باوجودیکہ لام کبھی جو حال کیواسطے آتا ہے اسمین موجود ہے اگر کوئی ایسی دلیل اکابر ائمہ نحویین سے بطور اجماع کے منقول ہوئی ہو تو بیان کیجاوے اُس مین نظر کیجاویگی ۔ بلکہ جو آیات کہ جناب نے بطور شواہد کے اپنے مدعا کیواسطے لکھی ہین ۔ انمین اکثر آیات واسطے استمرار اور دوام تجددی کے لئے اور حال واستقبال دونون زمانون کے واسطے ہو سکتی ہین کوئی محذور

نحوی لازم نہین آتا۔ البتہ آیت اول مین چونکہ صرف نون تاکید ہے لام تاکید نہین لہذا وہ صرف استقبال کے واسطے ہے۔ اور آیت دوم فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے پس اسکے حال واستقبال ہونے مین کوئی محذور نہین ہے علی ہذا القیاس آیت سوم وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ مین حال واستقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور اگر کسی تفسیر مین ان آیات کو صرف استقبال پر حمل کیا ہو تو ہم کو کچھ مضر نہین۔ اور آیت چہارم لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ مین حال واستقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور ہم یہ کب کہتے ہین کہ ہر جگہ حال ہی مراد ہوا کرے اور لَتَنْصُرُنَّهٗ مین صرف استقبال ہی مراد ہونا ہمکو کچھ مضر نہین ہے آیت پنجم لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے حال واستقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور اگر کسی تفسیر مین صرف استقبال کا مراد ہونا ان آیات مین لکھا ہو تو ہمکو کچھ مضر نہین۔ اور آیت ۶ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ اگر خبر بمعنے انشاء کے ہے اور اسواسطے صرف استقبال مراد ہے تو ہم کو کچھ مضر نہین۔ آیت ششم لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ مین دونون زمانہ مراد ہوسکتے ہین کوئی محذور لازم نہین آتا آیت ہفتم وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے۔ حال و استقبال دونون مراد ہین۔ ورنہ اسکے کیا معنے کہ وہ مہاجرین اللہ تعالے کے راہ مین قتل تو کئے گئے اور اُس کی راہ مین تکلیفین اُٹھا چکے اور ابھی تک جنت مین داخل نہین ہوئے اور ہزارون برس کے بعد کہین جنت مین داخل ہونگے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہین کہ نزول آیت کے وقت مین بھی داخل ہوئے اور ہونگے اور داخل ہوتے چلے جاتے ہین یاد کرو القبر روضة من رياض الجنة الخ۔ آیت ہشتم وَلَاُضِلَّنَّهُمْ کے بھی مضارع ہونے مین کوئی محذور نہین۔ ابلیس کا اضلال حضرت آدم کے وقت دخول جنت سے متحقق ہے۔ آیت نہم۔ لَيَجِدَنَّ مین بھی دونون زمانے مراد ہوسکتے ہین کونسا محذور لازم آتا ہے بیان کیا جاوے اس مین نظر کیجاوے گی۔ آیت دہم۔ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ مین بھی خالص استقبال کا بطور وجوب و لزوم کے مراد ہونا کچھ ضرور نہین ومن ادعى فعليه البيان۔ آیت یازدہم۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مین بھی دونون زمانہ مراد ہوسکتے ہین کیونکہ مرتے جاتے ہین۔

اور جمع ہوتے جاتے ہین اور یہ جمع قیامت تک رہے گا۔ قیامت اُس کی انتہا ہی کیونکہ اسلئے انتہا کے واسطے آتا ہے آیت فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ مین صیغہ فلنسئلن مضارع ہو سکتا ہے کیونکہ لام تاکید مع نون تاکید کے اُس مین موجود ہے اور دوام تجددی بھی مراد ہو سکتا ہے شروع سوال وقت موت سے ہی برزخ مین بھی ہوتا ہے اور حشر و نشر احیاد مین بھی رہے گا تا دخول جنت یا نار۔ شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ اسکا زمانہ حال کے ساتھ فرماتے ہین سو ہمکو پوچھنا ہے اُن سے جن پاس رسول بھیجے تھے اور ہمکو پوچھنا ہے رسولونسے آیت لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مین حال واستقبال دونون مراد ہو سکتے ہین شاہ ولی اللہ صاحب نے ترجمہ بلفظ مضارع کیا ہے۔ البتہ ببرم دستہائے شمارا و پائے شمارا۔ آیت وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مین بھی دونون زمانے مراد ہو سکتے ہین اور کوئی محذور لازم نہین آتا کیونکہ وقت نزول آیہ سے یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے یہود پر عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا اور یہ عذاب اُنپر قیامت تک نازل رہے گا۔ اسی واسطے ترجمہ اس آیہ کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بلفظ مضارع کیا ہے و یاد کن چون آگاہ گردانید پروردگار تو کہ البتہ بفرستد بر الیشان تا روز قیامت۔ آیت وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا مین حال و استقبال دونون مراد ہین کیونکہ اسکے کیا معنی کہ کفار پیغمبرونکو اذیت تو دے چکے یا دیتے ہین۔ اور اُن پیغمبرون نے ابھی تک صبر نہین کیا کسی زمانہ مین صبر کرینگے اور زمانہ حال مین بے صبر ہین اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ آیت وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ الایہ مین بھی حال و استقبال دونون مراد ہو سکتے ہین۔ کوئی محذور لازم نہین آتا۔ خصوصًا جبکہ لحاظ کیجاوے تعریف زمانہ حال کی جو اوپر گذر چکی کہ زمانہ حال ایک امر عرفی ہے اور اُسکی مقدار بلحاظ افعال کے مختلف ہے اور وہ مفوض الی العرف ہے آیت وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ مین تسلیم کیا کہ صرف زمانہ استقبال مراد ہے مگر ہمکو یہ کچھ مضر نہین ہم یہ کب کہتے ہین کہ ایسے صیغ مین زمانہ حال ضرور بالضرور مراد ہی ہوتا ہے اور آیت مذکورہ مین ایک صارف بھی موجود ہے

وجہ لان یراد بہ فریق من اہل الکتاب یوجدون حین نزول عیسٰی علیہ السلام۔ وقال الزجاج ھذا القول بعید لعموم قولہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ والذین یبقون یومئذ یعنی عند نزولہ شرذمۃ قلیلۃ منھم کذا فی فتح البیان۔ اور اس بحرالعمیق کے بیان سے بحوالہ مطول وحواشی وغیرہ اسکے کے دوام تجددی اور حال و استقبال کا مراد ہونا بحسب مقامات مناسبہ ثابت ہو چکا پس اب مولویصاحب کولازم ہے کہ بہ تقاضائے اتقاء و خشیۃ اللہ کے حسب اقرار خود اس اپنے مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم فرماوین **قال** اورحاصل ترجمہ یہ ہے **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب آیات بینات سے یہ امر بخوبی ثابت فرما چکے کہ الیہ ساعۃ قیامت تک کبھی نہین آسکتا کہ بسیط الارض پر کوئی فرقہ کفرہ مجرمہ کا باقی نہ رہے۔ ہان البتہ غلبہ اور ظہور اہل اسلام کا کبھی جسمانی طور پر اور کبھی روحانی طور پر اور کبھی براہین احمدیہ کے رو سے بالضرور ہوگا۔ خود آیت ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ جو مفسرین نے زمانہ مسیح بن مریم کے واسطے لکھی ہے یہی مضمون آیات مذکورہ بالا کر رہی ہے اور جمیع ما فی الارض کی ہدایت تو سنت اللہ کے محض خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ایضًا قال تعالیٰ وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وغیر ذالک من الآیات الکثیرۃ المصرحۃ بذالک **قولہ** تو اس معنے کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل سلمہ اس مقام پر غلط فاحش کا مصدر ہوا ہے اسلئے قول اسلئے یہ معنے غلط ہے **اقول** مولانا صرف صاحب قول الجمیل سلمہ نے ہی اس جملہ کو جملہ انشائیہ نہین قرار دیا بلکہ جملہ نحویین ایسے جملہ کو جو مصدر بقسم ہو خواہ وہ قسم مقدر ہو یا ملفوظ جملہ انشائیہ کہتے ہین۔ اور حصر جملہ انشائیہ کا صرف صیغہ امر مین یہ جناب والا کا ہی ایجاد ہے جملہ انشائیہ کی اقسام تو سوا امر کے اور بہت ہین جو ہر ایک کتاب صغیر و کبیر نحو مین مذکور ہین۔ اس مسئلہ کو نحو میر خوان اطفال بھی جانتے ہین۔ صاحب القول الجمیل سلمہ نے لیؤمنن کو ہرگز ہرگز صیغہ امر کا نہین سمجھا

بلکہ تحریض سمجھی ہے۔ جو بیضاوی وغیرہ مین لکھی ہے اُسی تفسیر کے موافق معنے آیت کے صاحب القول الجمیل نے لکھے ہین۔ پس یہ اعتراض جناب کا صاحب القول الجمیل سلمہ پر اپنے موقعہ پر نہین ہے۔ اور یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ خالص استقبال کا مراد ہونا اس مقام پر کچھ ضرورت نہین ہے بلکہ زمانہ حال کا مراد ہونا بھی یہان پر ضروری ہے۔ **قولہ** اُن مین سے ہین ابو ہریرۃ الی قولہ وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بعد بالدلیل القاطع انشاء اللہ تعالیٰ۔ **اقول** اس قول مین جس قدر تابعین وغیرہ کا اسطرف جانا مولویصاحب نے ذکر فرمایا کوئی قول انکا ایسا نقل نہین کیا جس سے ثابت ہوتا ہو کہ جسطرح مولویصاحب اس آیہ کو قطعی الدلالت فرماتے ہین اسی طرح یہ جماعت بھی اس آیہ کو قطعی الدلالت کہتی ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو خود بطور شک کے جسپر حرف اِنۡ دلالت کرتا ہے یہ فہم اپنا مشکوک قرار دیتے ہین پھر اور کسی تابعی وغیرہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ پس تقریب مولویصاحب کی محض ناتمام ہے۔ اور مستلزم مدعا کو نہین اور پھر اسپر مولویصاحب کا یہ فرمانا کہ ایک جماعت کثیر سلف مین سے اسیطرف گئی ہے کیسا اپنے محل اور موقعہ پر ہے ناظرین ذرا ملاحظہ فرماوین۔ اور صاحب تفسیر ابن کثیر جو فرماتے ہین۔ کہ وھذا القول ھو الحق الخ۔ تو اُنسے مطالبہ دلیل قاطع کا ہے۔ وہ دلیل قاطع بیان فرمائی جائے۔

نون ثقیلہ کی دلیل تو بہت ہی خفیفہ ہو گئی۔ **قولہ** اول یہ کہ آیت مین نون تاکید ثقیلہ موجود ہے الی قولہ غیر متصور ہے۔ **اقول** مقدمہ نون ثقیلہ کا بسبب لام تاکید مفتوحہ کے بالکل خفیفہ ہو گیا۔ اور ایسی تعمیم کہ (جو اہل کتاب قبل چڑھائی جانے مسیح کے صلیب پر دنیا مین موجود تھے۔ آیت لیؤمنن بہ انکو بھی شامل ہو) کچھ ضروری نہین سباق آیہ مین اہل کتاب موجودین قبل وقوع صلیب کے کیے مراد ہین جو یہان پر بھی وہ مراد ہون۔ دیکھو سب جملون ماسبق آیت کو وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وغیر ذالک من الجمل۔ **قولہ** اور ایسا ہی آپکے دوسرے معنے بھی باطل ہوئے جاتے ہین الخ۔ **اقول** جبکہ مقدمہ نون ثقیلہ کا بسبب موجود ہونے لام تاکید مفتوحہ کے بالکل خفیفہ ہو گیا تو اب یہ معنے کیونکر باطل ہو سکتے ہین اور اگر اور وجوہ اُسکے ابطال کی آپ کے نزدیک موجود ہون بیان فرمائی جاوین۔ انشاء اللہ تعالے اُنمین نظر کیجاویگی۔ **قولہ** جواب اعتراض دوم بدو وجہ ہے اول یہ کہ الی قولہ بلکہ یقین مراد ہے۔ **اقول** جبکہ آیت مین کہین تصریح اس امر کی نہین تھی کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آوینگے تو جناب نے واسطے اثبات اپنے دعوے کے

یہ قول ابو مالک کا کیون نقل فرمایا ہے قال ابو مالک فی قولہ الا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال ذلک عند نزول عیسی بن مریم علیہ السلام لا یبقی احد من اہل الکتاب الا امن بہ اور پھر اس پر علاوہ یہ ایک لطیفہ اور ہے کہ قول حسن کا بھی واسطے استدلال اپنے مدعا کے نقل فرمایا ہے وقال الحسن البصری یعنی النجاشی واصحابہ بھلا کہان نجاشی اور کہان اس کے اصحاب اور کہان نزول عیسی بن مریم اور کجا وہ اہل کتاب جو عند نزول عیسے بن مریم ایمان لاوینگے۔ ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور پھر یہ قول بھی نقل فرمایا گیا ہے۔ وقال الضحاک عن ابن عباس وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ یعنی الیہود خاصۃ۔ یہ کیسا تناقض اور اختلاف ہے۔ صدق اللہ تعالی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور پھر باب اعتقادیات مین بطور امکان کے یہ فرمانا آپ کا دلپسند ہوسکتا ہے کہ حین کفار کا علم الہی مین مسیح علیہ السلام کے دم سے کفر کی حالت مین مرنا مقدر ہو انکے مرنیکے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آوین) کیسا اپنے محل اور موقع پر ہے باب عقائد مین ایسی ہی ادلہ قطعیۃ الدلالت ہونی چاہئین۔ اور پھر جبکہ یہان ایمان سے مراد ایمان شرعی نہ ہوا بلکہ مراد اس سے یقین ہوا تو کہان گیا وہ مدعی کہ بعد نزول اور قبل موت عیسے علیہ السلام بن مریم کے ایک زمانہ ایسا آویگا کہ سب اہل کتاب اسلام مین داخل ہو جاوینگے مولانا ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا **قولہ** اعتراض سوم کا جواب بھی انہین وجہون سے ہے الخ۔ **اقول** ان دونون وجہون کا غیر موجود ہونا معلوم ہوچکا کوئی اور وجہ نون خفیفہ وغیرہ کی بیان فرمائی جاوے **قولہ** یہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ الی آخر العبارۃ۔ **اقول** مولانا وہ کونسا زمانہ ہوچکا ہے جس مین کوئی کافر نہ تھا۔ اگر فرماو حضرت آدم کے اوایل وقت مین تو گذارش یہ ہے کہ حضرت ابلیس علیہ اللعن سب سے بڑے کافر موجود تھے۔ اور بعد ہونے اولاد کے قابیل و ہابیل کا قصہ خود قرآن مجید مین موجود ہے اور اگر کہو کہ قبل حضرت آدم کے تو گذارش یہ ہے کہ اس زمانہ سے بحث ہی کب ہے اور اگر خواہ مخواہ آپ اس زمانہ کو ہی مصداق اس کا قرار دیوین اور فرماوین کل ملائکہ مومنین ہی تھے تو ہم کہین گے کہ جنات کفار بھی موجود تھے پھر وہ کونسا زمانہ تھا جس مین کوئی کافر موجود نہ تھا۔ قال اللہ تعالی حکایۃً

عن ابلیس قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم قال فبعزتک لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین قال فالحق والحق اقول لاملئن جهنم منک وممن تبعک منهم اجمعین۔ دیکھئے جناب صیغہ لاغوینهم اجمعین میں ایک نون ثقیلہ بھی موجود ہے اور قرائن الی یوم یبعثون اور الی یوم الوقت المعلوم وغیرہ بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے یہاں پر خالص زمانہ استقبال مراد ہے الحاصل خلاف مشیت الٰہیہ ایسا زمانہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس میں سب لوگ ہدایت پر ہو جاویں اور کوئی گمراہ وکافر بسیط الارض پر موجود نہ رہے پس میری والسنت ناقص میں ایسا کچھ فرمانا آپ کی شان سے نہایت مستبعد ہے نہ حضرت مرزا صاحب کا فرمانا۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے مثل مشہور ہے الانصاف احسن الاوصاف **قولہ** دلیل دوسری الخ **اقول** مولانا اول تو یہ گذارش ہو کہ کہل کے معنے میں کسی لغت کی کتاب میں دو ہزار برس کا یا زیادہ کا زمانہ بھی لکھا ہے یا نہیں اگر کسی کتاب میں لکھا ہو تو نقل فرمایا جاوے اور اگر کہیں نہیں لکھا تو پھر دو ہزار یا زیادہ کا زمانہ اسکے مفہوم میں کیونکر معتبر ہو سکتا ہے ثانیاً جس قدر کتب تفاسیر کی عبارت سے جناب نے استدلال کیا ہے کسی تفسیر میں رفع قبل التکہل بجسدہ العنصری علی السماء کا ثبوت کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے نہیں دیا ہے جب تک کہ رفع قبل التکہل دلیل قطعی سے ثابت نہولے تو دلیل آپکی استنادیہ میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ فتح البیان میں لکھا ہے واورد علی ھذا عبارۃ المواھب مع شرحھا للزرقانی وانما یکون الوصف بالنبوۃ بعد بلوغ الموصوف بھا اربعین سنۃ اذ ھو سن الکمال ولھا تبعث الرسل و مفاد ھذا الحصر الشامل لجمیع الانبیاء حتی یحیی عیسیٰ ھو الصحیح ففی زاد المعاد للحافظ ابن القیم ما یذکر ان عیسیٰ رفع وابن ثلث وثلثین سنۃ لا یعرف بہ اثر متصل یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذلک انما یروی عن النصاریٰ والمصرح بہ فی الاحادیث النبویہ انہ انما رفع وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ ثم قال الزرقانی وقع للحافظ الجلال السیوطی فی تکملۃ تفسیر المحلی وفی شرح النقایہ وغیرھا من کتبہ الجزم بان عیسیٰ رفع وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ ویثبت

بعد نزوله سبع سنين فما زلت التعجب منه مع مزيد حفظه واتقانه وجمعه للمعقول والمنقول حتى رائيته في مرقاة الصعود رجع عن ذلك ۲ انتهى۔

اور حسین ابن الفضل سے جو یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وفی ھذہ الآیۃ نص فی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سینزل الی الارض۔ اگر نص سے مراد وہی نص ہے جو مصطلح اہل اصول ہے تو آپ ہی فرماویں کہ کلام فی الکہولت واسطے نزول من السماء بجسدہ العنصری کے کیونکر نص ہو گیا۔ اگر نص سے کچھ اور مراد ہے تو بیان ہو اسمین نظر کیجاویگی۔ اور پھر یہ گذارش ہے کہ جناب والا نے آغاز پرچہ اول میں یہ اقرار وعہد کیا ہے کہ اس مباحثہ میں بحث صعود و نزول وغیرہ کا خلط نکیا جاویگا۔ پھر یہاں پر اس اقرار وعہد کا نقض آپکی جانب سے کیوں ہوا۔ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا۔ تا اشاعت کیا ایسی پیشین گوئیوں کی حقیقت کما ینبغی ایسی ہی اجتہادات اور اقوال علماء سے قبل از وقوع محقق طور پر اور قطعی ویقینی معلوم ہو سکتی ہے۔ جیسے اقوال کہ جناب نے اس دلیل دوم میں بیان فرمائے ہیں یہیں نہیں مجھ کو خوب یاد آیا مولانا صاحب تو خود اس دلیل دوم کی نسبت فرما چکے ہیں کہ یہ دلیل فی نفسہ قطعیۃ الدلالت حیات مسیح پر نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہاں پر ایک استفسار باقی رہ گیا ہے کہ جناب والا یہ بھی فرماتے ہیں کہ (مگر بانضمام آیہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قطعیۃ الدلالت ہو جاتی ہے اب استفسار یہ ہے کہ اصول حدیث کے رو سے صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ یا حسن لذاتہ وحسن لغیرہ تو بالضرور ایک اصطلاح مقررہ اصول حدیث کی ہے۔ شاید اسی بنا پر جناب نے قطعی الدلالت کی دو قسمیں ارشاد فرمائیں اول قطعیۃ الدلالت فی نفسہ دوم قطعیۃ الدلالت لغیرہ یہ اصطلاح یا علم مناظرہ کی ہو گی یا شاید علم اصول فقہ کی ہو۔ لہذا گذارش ہے کہ جس کتاب علم مناظرہ یا اصول فقہ میں دلیل کی یہ دونوں قسمیں لکھی ہوں بہ تصحیح نقل ارشاد فرمائی جاویں کیونکہ ہم ان کو یہ اصطلاح نہیں معلوم نظار نے تو تعریف دلیل کی یہ لکھی ہے۔ والدلیل هو المركب من قضيتين للتادي الى مجهول نظرى۔ اور بعض نے یہ لکھی ہے ما يلزم من العلم به العلم بشئ اخر یا ما يلزم من التصديق بشئ اخر بطريق الاكتساب۔ رشیدیہ میں لکھا ہے فان حمل ذلك التعريف على تعريف الدليل القطعي البين الانتاج

ومعنی الاستلزام ظاهر وان ارید به التعمیم کما هو الظاهر حمل الاستلزام علی
المناسبة المصححة للانتقال لا علی امتناع الانفکاک۔ اور اصولیین نے تعریف دلیل
کی یہ لکھی ہے ہو ما یمکن التوصل بصحیح النظر فی احواله الی مطلوب خبری کالعالم مثلاً
فانه من تامّل فی احواله بصحیح النظر بان یقول انه متغیر وکل متغیر حادث
وصل علی مطلوب خبری وهو قولنا العالم حادث فعند الاصولیین العالم
دلیل وعند الحکما مجموع العالم متغیر وکل متغیر حادث —
واضح خاطر ناظرین ہو کہ مولوی صاحب نے اول دلیل کا نام تو قطعیۃ الدلالت فی نفسہٖ رکھا ہے اور بقیہ اربعہ
کا نام ظنی رکھکر قطعیۃ الدلالت لغیرہٖ فرمایا ہے اور غیر سے مراد وہی دلیل اول ہے پس یہ دلایل اربعہ
ظنیہ دلیل اول کے انضمام سے قطعیۃ الدلالت کیونکر ہو گئیں۔ اگر دلیل اول ان دلایل کیواسطے
بمنزلہ مقدمہ دلیل کے گردانی گئی ہے کہ المقدمة ما یتوقف علیه صحة الدلیل
اعم من ان یکون جزءا من الدلیل او لا۔ تو اس صورت میں دلیل اول دلیل نہی
بلکہ مقدمہ دلایل اربعہ ہو گئی۔ ہاں اسکا ترتیب کرنا جناب پر باقی رہا۔ اور خواہ جناب اسکو مرتب
فرما دیں یا نہ فرما دیں ہم تو اسپر نقض تفصیلی کر چکے اور اگر وہ خود فی نفسہٖ ایک دلیل جداگانہ ہے تو یہ
دلایل تو ہے بلکہ حسب اصطلاح نظار کے امارت ہو گئی۔ لانه یقال لملزوم الظن امارة
لا دلیل اور یہ اصطلاح جناب کی حسب اصطلاح اصول فقہ کے بھی درست نہیں معلوم ہوتی
اگر درست ہوتی تو مثلاً خفی کو جو ظاہر کے مقابل ہے ظاہر لغیرہٖ اور مشکل کو جو نص کے مقابل ہے نص
لغیرہٖ اور مجمل کو جو مفسر کے مقابل ہے مفسر لغیرہٖ اور متشابہ کو جو محکم کے مقابل ہے محکم لغیرہٖ بھی کہدیا
کرتے اور تمام اقسام نظم قرآن مجید کے جو اصولیین نے لکھے ہیں اُن کا رجوع کسی جگہ پر ایک قسم
کی طرف ہو جایا کرتا۔ اگر اس قسم کا مسئلہ اصول فقہ میں مندرج ہو تو ازراہ عنایت ذرہ وضاحت
سے بیان فرما دیا جاوے تاکہ ہیچمدان کی سمجھ میں آجاوے اور جو حُسن کہ جناب نے اپنے معنے کے بموجب
کلام فی الکہولت میں ارشاد فرمایا ہے وہ حُسن تو سب کچھ سہی مگر اس حُسن کا ثبوت ایسے مقام
پر کتاب وسنت صحیحہ سے بھی تو ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ایک خیالی حُسن ہو گا جیسے شعراء کو
اپنے خیالات اور مضامین شاعری کا حُسن معلوم ہوا کرتا ہے اور اس کلام فی الکہولت کی نسبت

جو حُسن حضرت اقدس مرزا صاحب نے بدلیل بیان فرمایا ہے وہ کیا تھوڑا حُسن ہے جو اس خیالی حُسن کو واقعی خیال کر لیا جاوے۔ **قولہ** دلیل سوم الی آخرہ الدلیل۔ **اقول** مولانا صاحب مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کی ضمیر کا مرجع جو جناب نے روح مع الجسد کو قرار دیا۔ یہ مرجع ضمیر تو آپ ہی کے مافی الضمیر میں ہو بیچاران نے تو ماقبل اس آیہ کے تمام رکوع میں تفحص کیا۔ مگر کسی جگہ روح مع الجسد مذکور نہیں۔ یہ کیا معما جناب نے ارشاد فرمایا البتہ مسیح عیسیٰ بن مریم تو مذکور ہے اور وہی مرجع مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کی ضمیر کا ہے اور وہی مرجع بل رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ کا۔ ظاہر ہے کہ اعلام و اسماء کا اطلاق جیسا کہ روح مع الجسد پر ہوتا ہے ویسا ہی صرف روح بلا جسد پر بھی ہوتا ہے بلکہ حقیقت انسانیہ کا مصداق تو وہی روح انسانی ہے ولنعم ما قال المولوی ؏ آن توئی کہ بے بدن داری بدن ؛ پس مترس از جسم جان بیرون شدن ؛ معنے آیت کے یہ ہوئے کہ اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی اُس کی روح کو اٹھا لیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا تھا کہ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ پس اس آیت کو خواہ آیت اول کے ساتھ انضمام کیجئے یا نہ کیجئے مدعا کو ہرگز مستلزم نہیں اور تقریب دلیل کی محض ناتمام ہے بلکہ اس آیہ سے تو عکس مدعا جناب کا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ نے مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ **قولہ** دلیل چہارم الی آخر الدلیل۔ **اقول**۔ مولانا صاحب جناب کا اقرار پرچہ اول میں مندرج ہے کہ اس مباحثہ میں بحث صعود و نزول عیسیٰ وغیرہ کا خلط نہ کیا جاویگا پھر یہاں پر مناط استدلال خود نزول کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور یہ کیوں فرمایا گیا کہ (پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہی سلمنا کہ نزول مراد ہے لیکن نزول بار ثانی مراد ہونے کی وجہ وجیہ نہیں ہے وہی نزول بار اول کیوں نہ مراد ہو جسکو جناب نے حدوث سے تعبیر کیا ہے اور اس احتمال حدوث کو جن وجوہ سے جناب نے باطل کیا ہے ان وجوہ کو حضرت اقدس مرزا صاحب نے بدلایل باطل کر دیا مطالعہ فرمائے جاویں تحریرات۔ اُنکی حاجت اعادہ ذکر کی نہیں اور تمام قرآن مجید میں لفظ نزول سے نزول بار اول یعنے حدوث مراد لیا گیا ہے ملاحظہ فرماؤ۔ ازالہ اوہام اور اعلام الناس کو۔ **قولہ** معنے حقیقی ابن مریم کے عیسیٰ بن مریم ہیں اور صارف یہاں پر کوئی موجود نہیں۔ **اقول** جناب مولانا صاحب ایک صارف کا کیا ذکر ہے متعدد صارف موجود ہیں۔ یاد کرو فامکم منکم واما مکم منکم وغیرہ جو سابق میں

ہے پہچہ ان شرح اس کی مفصل لکھ چکا اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے ازالہ اوہام مین اور رسائل
ان پرچون مین بکثرت مذکور فرمائے ہین وہ ملاحظہ فرمائے جاوین پھر کوئی وجہ نہین ہے کہ باوجود
موجود ہونے صوارف کثیرہ کے حقیقی ہی معنے مراد لئے جاوین و حدیث مرسل جو یہ لکھی گئی ہے کہ قال الحسن
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسی لم یمت وانہ
راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ اس کی نسبت یہ گذارش ہے اولاً تو اس حدیث کی تخریج
فرمائی جاوے کہ یہ حدیث کس کتاب حدیث مین لکھی ہے ثانیاً تعدیل و توثیق اسماء رجال سب
رواۃ اسناد کی کی جاوے ثالثاً بعد طے کرنے ان مراتب کے یہ حدیث مرسل بمقابلہ ان احادیث
صحاح متصل مرفوع کے جو ازالہ وغیرہ مین لکھی ہین ساقط الاعتبار رہیگی رابعاً اگر کوئی حدیث متصل
مرفوع اس کی معارض بھی نہو تو بھی بعد طے کرنے ان مدارج اربعہ کے حدیث مرسل کے حجت
ہونے مین کلام ہے سب اصول کی کتابون مین لکھا ہے وقد ذہب جماعۃ الی ضعفہ وعدم
قیام الحجۃ یہ نہین معلوم مولانا صاحب نے اس حدیث کو ایسے مقام مین جہان نص قطعیۃ الدلالۃ
مطلوب ہے اور اسی کی بحث ہو رہی ہے کیون مذکور فرمایا ہے ایسے اقوال یا احادیث ضعیفہ جو بعض
تفاسیر وغیرہ مین لکھے ہین تو اُن کو باب اعتقادیات مین کیا دخل ہے پھر ان کے ایک مخلص مکرم اخوانا المعظم
جناب حکیم نور الدین صاحب ایک خط موسومہ احقر مین تحریر فرماتے ہین کہ امام شعرانی نے
طبقات کبرے جلد دوم صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے۔ وکان یقول ان علی بن ابی طالب رضی
اللہ تعالی عنہ رفع کما رفع عیسی علیہ السلام وسینزل کما ینزل
عیسی علیہ السلام ثم قال الشعرانی ھکذا کان یقول سیدی علی الخواص
پس جو معنے نزول علی بن ابی طالب کے ہین وہی معنے نزول عیسیٰ بن مریم کے ہین علی ہذا القیاس
رفع کو سمجھنا چاہیے۔ **قولہ** تو اب یہ آیت صارف ہو گئی۔ آیات مذکورہ کے حقیقی معنے سے
اقول یہ امر ثابت ہو چکا کہ آیات اِنِّی مُتَوَفِّیکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی وغیرہ وفات مسیح
بن مریم مین نص صریح اور محکم ہین۔ اور آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ بسبب چند در چند ذو الوجوہ
ہونیکے متشابہ ہے اور متشابہ کسی طرح پر محکم کے صارف عن الاحکام نہین ہو سکتے اور اشارۃ النص
بھی بمقابل عبارۃ النص کے وقت تعارض کے ساقط ہو جاتی ہے اور کتب لغت سے توفی کے

معنے جو لکھے گئے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اصل معنے توفی کے پورا حق لے لینے کے ہین۔ تو اس سے
مدعا جناب کا کب ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے کونسا حق اپنا حضرت عیسےٰ سے پورا لیا تھا۔
جس کی نسبت فرمایا گیا کہ یا عیسیٰ اِنّی مُتَوَفِّیکَ یعنے اے عیسےٰ مین تجھسے اپنا حق پورا
لینے والا ہون۔ یا حضرت عیسےٰ نے جو فرمایا کہ فَلَمّا تَوَفَّیتَنِی یعنی جبکہ تو نے اپنا حق پورا لے لیا۔
یہ معنے بیچاران کی سمجھ مین بالکل نہین آتے اور ایک تحریف سی معلوم ہوتی ہی۔ اور اگر کہا جاوے کہ توفی
کے معنے مین جو لفظ حق کا لکھا ہے اُس سے تجرید کر لیگئی ہی اور قبض تام کے معنے بھی آتے ہین چنانچہ
قسطلانی سے ہمنے نقل کیا کہ اخذ الشیٔ وافیاً تو یہان پر یہ معنے ہوئے کہ حضرت عیسےٰ کو روح
مع الجسد سے پورا لے لیا۔ تو یہ گذارش ہی کہ نص مین اس تاویل رکیکہ کی ضرورت ہی کیا ہے
علاوہ یہ کہ قسطلانی نے بھی خود اقرار کر لیا کہ والموت نوع منہ اس اقرار سے تو صاف
وصریح ثابت ہو گیا کہ موت مین بھی قبض تام ہوتا ہے وھذا یخالف دعوٰیکم پس
قسطلانی سے بھی یہی ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ کی وفات ہو چکی روح مع الجسد کا اٹھایا جانا
تو کسی لغت سے بھی ثابت نہ ہوا۔ اور سلمنا کہ توفی بمعنے انامت یعنے سولا دینے کے قرآن مجید سے
ثابت ہے مگر اس معنی کے اثبات سے ما نحن فیہ مین جناب کا کیا مطلب ہے بلکہ جو آیات کہ جناب نے
واسطے اثبات اس اپنے مدعا کے ذکر فرمائی ہین وہ بھی مدعا جناب کے مخالف ہین کیونکہ بموجب
ان آیات کے معنے توفی کے اگر انامت کے ما نحن فیہ مین تسلیم بھی کئے جاوین تو پھر یہی آیات مدعا
جناب کو نفی بھی کرتی ہین کیونکہ اگر حضرت عیسےٰ کی توفی بطور انامت کے واقع ہوئی ہوتی تو ضرور تھا
کہ پھر دو پہر مین حد درجہ ایکدن مین جاگ اٹھتے اور فیرسل الاخریٰ کا مضمون پیدا ہو جاتا
یہ کیسے انامت ہوئی۔ کہ قریب دو ہزار برس کے ہو گئے ابھی تک فیرسل الاخریٰ کا مضمون
واقع نہین ہوا۔ اس سے تو صریح یہی معلوم ہوا کہ فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت
کا ہی مضمون واقع ہو چکا ہے۔ آیت مین دو صورتین مذکور ہین ایک ارسال دوسری امساک در صورت
انامت کے ارسال واقع ہوتا ہی اور در صورت موت کے امساک جب ہم دیکھتے ہین کہ قریب دو ہزار برس
امساک ہی امساک ہی اور ارسال نہین ہی تو بالضرور ماننا پڑیگا اسی صورت کو جس مین امساک
ہوتا ہی اور وہ موت ہی نہ انامت۔ اور سورہ انعام کی آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کیونکہ اسمین

بھی توفی بطور اتامت کے جو مذکور ہے وہ رات بھر تک ہوتی ہے نہ دو ہزار برس تک بلکہ اس میں تو تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ رات میں سلا دیتا ہے اور دن میں اٹھا دیتا ہے هُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى اور اگر بطور حکماء کے بھی اس بارہ میں نظر کیجاوے تو بھی یہی مطلب جو ہم نے تفسیر آیات مذکورہ میں لکھا ثابت ہوتا ہے چنانچہ حواشی بیضاوی میں لکھا ہے۔ قال الزعفرانی ناقلا عن الامام النفس الانسانية جوهر مشرق روحانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءه فی جمیع الاعضاء وهو الحیوة ففی وقت الوفات ينقطع ضوءه عن ظاهر البدن وباطنه وذالك هو الموة واما فی وقت النوم فينقطع ضوءه عن ظاهر البدن من بعض الوجوه ولا ينقطع عن باطنه فثبت ان النوم والموت من جنس واحد لكن الموت انقطاع تام والنوم انقطاع ناقص انتهى۔ پس اگر انقطاع ناقص ہوتا تو ضرور بحکم فَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى کے حضرت عیسےٰؑ جاگ اٹھتے۔ جبکہ دو ہزار برس سے ابھی تک نہیں جاگے تو معلوم ہوا کہ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ کے مصداق ہو گئے ہیں اور انقطاع تام ہو چکا ہے۔ **قولہ** اور قسم دوم کا جواب الیٰ قولہ ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے **اقول** اس آیت کا حال تو معلوم ہو چکا غایت الامر یہ ہے کہ حیات مسیح میں متشابہ ہے پھر کیونکر مخصص ہو سکتی ہے۔ علاوہ یہ کہ جب وفات عیسےٰ ابن مریم بطور اخبار کے ثابت ہو چکی تو اب اس آیت یا کسی اور آیت سے حیات کیونکر ثابت ہو گی یہ تو اخبار ماضیہ کا نسخ ہوا جاتا ہے اور بموجب قواعد اصول کے اخبار میں نسخ ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے نسخ سے کلام باریتعالیٰ میں کذب صریح لازم آتا ہے والازم باطل فالملزوم مثله **قولہ** صحیح معانی ان آیات کے وہ ہیں جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں الخ **اقول** جو معانی ان آیات کے حضرت اقدس مرزا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں وہ تفاسیر معتبرہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ معہذا عام رسمیہ جو خادم کتاب ہیں اُن کے بھی موافق ہیں۔ جب جناب جواب تفصیلی ازالۃ الاوہام کا تحریر فرماوینگے اور اُن معانی حقہ کا ابطال کرینگے تو انشاء اللہ تعالےٰ مفصلاً و مشرحاً احقاق حق کیا جاویگا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

مولوی محمد بشیر صاحب کے

پرچہ ثانی پر سرسری نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ - امابعد واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ پرچہائے ثلثہ محررہ مولویصاحب کا جواب جو حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ نے اپنے پرچون مین دیا ہے وہ ایسا کافی وشافی ووافی ہے کہ ہوتے اُسکے اب کسی کے جواب کی حاجت نہین رہی۔ ناظرین جب انصاف سے ملاحظہ فرماوینگے تو یہ امر اُن پر خود بخود واضح ہو جاوے گا کسی کے جتلانے اور بتلانے کی کیا حاجت ہے مثل مشہور ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید لیکن چونکہ مولویصاحب نے بھوپال مین واپس تشریف لاکر اپنی فتحیابی کا اعلان کیا اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ مدرسہ کر راس ہیچمدان سے درخواست مباحثہ فرمائی گئی اور مجالس وعظ مین ہل من مبارز کا ڈنکا بجایا گیا اور اس عاجز ہیچمدان کا نام لیکر طلب مباحثہ کیا گیا تو اس عاجز پر بھی واجب ہو گیا کہ مولانا صاحب کے امر واجب الاذعان کی اطاعت کرے اور مولویصاحب کی فتحیابی پر کچھ نظر کرے کہ فی الحقیقت وہ فتحیابی ہے یا محض آب سرابی ہی ہے اسمین دونون امر مذکورہ حاصل ہوتے ہین سہ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ لہذا مولویصاحب کے پرچہ ثانی پر کچھ اند کے نظر کرتا ہون۔ **قولہ** واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنے پرچہ مین نہین دیا الخ۔ **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپکے مضمون کا جواب ایسا کافی وشافی دیا ہے کہ اُس سے بڑھکر بجز طوالت پر ملامت کے اور کچھ متصور نہین ناظرین صورت الحال کو دیکھکر خود بخود انصاف فرمالیوینگے مثل مشہور ہے کہ اصدق المقال ما نطقت بہ صورۃ الحال۔ اور آپ کی ابحاث ثلثہ مین جو اصل اور عمدہ بحث تھی یعنے

نون تاکید اس کو تو حضرت اقدس نے ایسا توڑا ہے کہ اس سے زیادہ ہرگز متصور نہیں کیونکہ اس بات کو سب علماء و طلبہ جانتے ہیں کہ تمام علوم رسمیہ کے اور جملہ قواعد اور فنون درسیہ کے جو کتب فن اصول میں ممہد اور مشید کئے جاتے ہیں ان کے اثبات اور استحکام کیواسطے شواہد قرآن مجید سے بڑھ کر اور کوئی شاہد نہیں ہے نہ امثال و اشعار جاہلیۃ کا وہ مرتبہ ہے اور نہ اقوال عرب عرباء کا وہ رتبہ مثل مشہور ہے کہ اذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل جس قاعدہ کے واسطے کوئی آیت قرآن مجید کی شاہد ملجاوے تو پھر اُس میں نہ سیبویہ کی حاجت ہے نہ اخفش کی نہ فرا کی ضرورت ہو نہ زجاج کی اس جگہ سب قرنبقر ہو جاتے ہیں اور اُس کے مقابل میں زجاج زجاج بھی ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور قول مبرد بھی محض بارد ہو جاتا ہے الصباح یغنی عن المصباح کا مضمون صادق آتا ہے۔ قرآن مجید میں جبکہ بقرأت متواترہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوۃَ بجائے وَالْمُقِيمُونَ الصَّلٰوۃَ وارد ہو گیا اور اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ بجائے ان ھذین لساحرین اور وَالصَّابِئُونَ بجائے والصابئین قرأت متواترہ میں آگیا۔ تو نہ فرا کی چلی نہ اخفش کی۔ سب کے سب تاویلات رکیکہ بنار ہے میں اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اصل وہی ہے جو حکیم امت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ مخالف روزمرہ مشہورہ ہم روزمرہ است الحاصل یہ جناب والا کا بھی اقرار ہے جو پرچہ ثالث میں مندرج ہے کہ اصول فقہ اور اصول حدیث جملہ علوم خادم کتاب و سنت کے ہیں اور کتاب اللہ سب کی مخدوم ہے۔ اب یہ گذارش ہے۔ کہ باوجودیکہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے متعدد آیات قرآن مجید اور عبارات تفاسیر معتبرہ سے واسطے جرح کرنے آپکے نون تاکید کے تحریر فرمائی ہیں۔ پھر آپ یہ کیا معنے فرماتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے نہ تو کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی نہ کچھ جرح کی۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ قولہ اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل اسے قولہ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں الخ۔ اقول جبکہ آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ جناب کے نزدیک قطعی الدلالت ہے تو دیگر مویدات کے پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے اسی سے ثابت ہوا کہ آیت مذکور جناب کے نزدیک قطعی الدلالت نہیں ہو ورنہ تائید کی کیا ضرورت ہوتی نہ اخلت۔ خلاصہ یہ کہ اگر آیت مذکورہ کو قطعیۃ الدلالت کہتے ہو تو دیگر مویدات کی ضرورت نہیں اور اگر تائیداً اسکی دوسری آیات سے کرتے ہو تو خود آیت

؎ اور نہ اُن عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی

اس وجوب ولزوم نحوی کے آپ ارشاد فرماتے ہین کہ یہ عبارت اَلَّا یُؤمِنُنَّ نہایت ہی عمدہ ہو ایسی عمدہ عبارت کو چھوڑکر بجائے اِلَّا لَیُؤمِنَنَّ اختیار کرنا ہرگز نہین چاہیئے تھا۔ ان ھذا لشیئ عجاب اور اگر کوئی کہے۔ کہ لیؤمنن مین کوئی حرف تخضیض موجود نہین ہو۔ پھر اسکو بیضاوی وغیرہ نے صیغہ تحضیض کا کیون قرار دیا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو بیضاوی نے لیؤمنن کو صیغہ تحریض کا نہین کہا صرف کالوعید والتحریض کہا ہے ثانیاً وجہ اسکی یہ ہے کہ مضارع مصدر بحرف تحضیض مین جو تحضیض ہوتی ہے اُس مین طلب ضرور ہوتی ہے چنانچہ فوایدضیائیہ مین لکھا ہے۔ ومعناھا فی المضارع الحض علی الفعل والطلب لہ فھی فی المضارع بمعنے الامر۔ اور نون تاکید بھی امر مطلوب کی ہی تاکید کرتا ہے تکملہ وغیرہ مین لکھا ہے۔ کہ نون التاکید لایوکد الا مطلوبا۔ پس اس مناسبت سے بیضاوی نے صیغہ لیؤمنن کو کالوعید والتحریض قرار دیا ہے بخلاف صرف یؤمن کے کہ وہ کسی طرح صیغہ تحریض کا نہین ہوسکتا ہے یہ مولانا صاحب کا بڑا تحکم ہے کہ ایک قاعدہ اپنی طرف سے ایجاد فرماکر پھر اسکے بموجب قرآن مجید مین اصطلاح لگائی جاتی ہے باقی اُس اقول کا مقولہ آخر تک جو بیان فرمایا گیا ہے وہ محض بنا رفاسد علے الفاسد ہے جسکا جواب اظہاراً للصواب مکرر سہ کرر گذر چکا ہے اب ضرورت اعادہ جواب کی نہین ہو **قولہ** اس مین کلام ہے بچند وجوہ اول یہ کہ الخ۔

اقول جناب والا بار بار وہی ایک بات فرمائے جاتے ہین جس کا ابطال حضرت اقدس مرزا صاحب بدلائل بینہ فرما چکے ہین۔ **قولہ** دوم یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف نہین ہے الخ۔ **اقول** اول تو زمانہ نزول کا مراد لینا آپ کے اقرار مندرجہ اول پرچہ کے خلاف ہو اقرار یہ ہے کہ اس بحث مین صعود ونزول وغیرہ کا خلط نکیا جاویگا۔ ثانیاً آپکی طرز استدلال کے بموجب صرف اسی آیت لَیُؤمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قطعی الدلالت ہونے کی کیا وجہ ہو۔ تمام قرآن شریف کے وہ صیغے مندرجہ آیات جنمین ایمان لانیکا ذکر یا کسی اور امر معروف کی پیشین گوئی زمانہ آیندہ مین ہو وہ سب آیات حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہوگئین۔ تقریر اسکی بموجب استدلال جناب کے یون ہوسکتی ہو۔ کہ یہ معنے ہمارے معنے کے مخالف نہین ہین کیونکہ اس صورت مین یہ معنے ہین کہ ہر ایک شخص اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آیندہ مین ایمان لے آویگا اور یہ معنے اول کے ساتھ

جمع ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد لیا جاوے سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال ہے۔ اے مخالفین حضرت مرزا صاحب مولوی محمد حسین وغیرہ تمکو مبارک ہو کہ ہمارے حضرت مولوی صاحب نے کیا عمدہ طرز استدلال کا بموجب اصول موضوعہ جدیدہ علم مناظرہ کے ایجاد کر دیا ہے کہ تمام قرآن مجید کے ایسے صیغے جن میں ایمان لانیکا ذکر یا کسی امر معروف کی پیشگوئی گو کسی زمانہ استقبال میں ہو حیات مسیح کیلئے دلائل قطعیۃ الدلالت ہو گئیں اب تمکو متعدد ایسے صیغے قرآن مجید میں ملجاوینگے جو مولوی صاحب کی طرز استدلال کیطرح وہ سبکے سب حیات مسیح پر قطعیۃ الدلالت ہوجاوینگی اب جو مشکلات مولوی محمد حسین وغیرہ کو بمقابل حضرت اقدس کے اس بحث میں پیش آرہی تھیں ہمارے مولانا صاحب نے وہ سب حل فرما دیں۔ سبحان اللہ استدلال ہو تو ایسا ہو۔ یہ فتح عظیم تمکو مبارک مبارک مبارک ہو۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ اب میں دو تین آیتیں اور مولوی صاحب کیطرف سے دلیل قطعی حیات مسیح پر لکھے دیتا ہوں جو بموجب طرز استدلال مولوی صاحب کے قطعی الدلالت ہیں مثلاً آیت فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ جو مولوی صاحب نے خالص استقبال کیواسطے اول پرچہ میں لکھی ہے وہ حیات مسیح میں قطعی الدلالت ہے۔ کیوں قطعیۃ الدلالت ہے۔ یوں ہے کہ جو شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے درحالیکہ وہ مومن بھی ہو تو ہم زمانہ آیندہ میں البتہ زندہ رکھینگے اسکو ساتھ زندگی پاکیزہ کے اور البتہ بدلا دینگے ہم انکو ثواب انکا یہ معنے مولوی صاحب کے معنوں کے کچھ منافی نہیں اور مولوی صاحب کے معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اسطرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول عیسےٰ علیہ السلام مراد لیا جاوے پس یہانتک دلیل قطعی الدلالۃ کی تقریب تمام ہو چکی۔ اور مثلاً آیت وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہے کیوں قطعی الدلالۃ ہے۔ یوں ہے کہ نون ثقیلہ تو اس میں موجود ہی ہے جو خالص زمانہ استقبال کیواسطے آتا ہے۔ پس یہ نصرت الٰہیہ مومنین صالحین اور مومنات صالحات کو زمانہ آیندہ میں ہوگی اور یہ معنے مولوی صاحب کے معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اسطرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد لیا جاوے۔ وہ تقریب دلیل کی تمام ہو گئی علیٰ ہذا القیاس آیت وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جسکو مولوی صاحب نے واسطے اثبات قاعدہ نون ثقیلہ کے پرچہ اول میں لکھی ہے وہ بھی حیات مسیح پر بموجب طرز استدلال مولوی صاحب کے قطعی الدلالت ہو سکتی ہے۔

قطعیۃ الدلالت فی نفسہ نہین رہتی۔ لیکن اب گذارش یہ ہے کہ ہرچہار آیات کو تو چار و ناچار خود جناب نے ادلّہ ہونے سے خارج کیا اور آیت اولے کو دنیا بھر کے مفسرین متشابہ اور ذوالوجوہ کہہ رہے ہین وہ تو کسی طرح پر بھی حیات مسیح مین قطعیۃ الدلالت ہو ہی نہین سکتی کما مر شرحہ پس اب جناب کے پاس حیات مسیح پر کونسی دلیل باقی رہی۔ اگر موجود ہو تو پیش کیجئے۔ ورنہ چونکہ حیات و ممات مین کوئی واسطہ نہین ہے لہذا اللہ تعالے سے خوف کر کر اب تو حیات مسیح کے دعوے سے رجوع فرمایئے۔ **قولہ** اس مین کلام ہر چند وجوہ اسے قولہ تو یہ کام عبث آپ نے کیون کیا **اقول** اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ جبکہ مولانا جیسے فاضل اجل قواعد علم مناظرہ کو قلم انداز فرماوینگے اور ملحوظ نظر نہ رکھینگے تو اب اس ہیچمدان کو کس سے امید ہے کہ اس مباحثہ مین حسب اصول مناظرہ گفتگو کرے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ ایہا الناظرین ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اس مباحثہ سائل اور مانع کا منصب رکھتے ہین خصوصًا مولوی صاحب جیسے مدعی کے مقابلہ مین کہ دعوے بھی اُن کا خلاف سنت اللہ اور فطرت اللہ کے واقع ہوا ہے پس اگر حضرت اقدس نے توضیح مرام وغیرہ مین یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح بسبب فوت ہو جانیکے دنیا مین نہ آوینگے اور اس منع پر کچھ سند وغیرہ بیان کی ہے تو کیا اس منع وغیرہ سے حضرت اقدس بموجب اصول مناظرہ کے مدعی حقیقی بن گئے۔ سائل اور مانع کا تو کام ہی یہی ہے کہ منع وغیرہ کا ایراد ادلہ مدعی پر کرے خواہ مناقضہ اور نقض تفصیلی کے طور پر ہو بلا سند یا مع السند کے یا معارضہ کے طور پر ہو یا نقض اجمالی کی طرز پر وغیرہ وغیرہ جسکی تفصیل رسائل صغیر و کبیر علم مناظرہ مین لکھی ہے پس اگر سائل ان طرق مناظرہ اور آداب مباحثہ سے بحث کرے تو کیا وہ فی الحقیقت مدعی ہو جاویگا ہرگز نہین ہرگز نہین۔ رشیدیہ وغیرہ مین لکھا ہے جسکا ماحصل یہ ہے۔ السائل من نصب نفسہ لنفی الحکم الذی ادعاہ المدعی بلا نصب دلیل علیہ وقد یطلق علی ما ہو اعم وہو کل من تکلم علی ما تکلم بہ المدعی اعم من ان یکون مانعًا او ناقضًا او معارضًا۔ اور اُسی مین لکھا ہے المنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ویسمی ذٰلک مناقضۃ ونقضًا تفصیلیًا۔ والسند ما یذکر لتقویۃ المنع ویسمی مستندًا۔ اور اُسی مین لکھا ہے۔ النقض ابطال الدلیل بعد تمامہ

متمسکا بشاهد یدل علی عدم استحقاقه للاستدلال به وهو استلزامه فسادا اما اعم من ان یکون تخلف المدلول عن الدلیل وفسادا اخر مثل لزوم المحال وغیرہ

پس اگر حضرت اقدس مرزا صاحب نے جو منصب سائل کا رکھتے ہین یہ ابحاث اپنے رسائل مین درج فرمائی ہین تو اُن کے درج کرنے سے وہ مدعی کیونکر ہوگئے اور جو فرض منصب سائل کا ہو اگر اس کو حضرت اقدس بموجب آداب مناظرہ کے بجا لائین تو یہ سب کام اُنکا عبث کس اصل مناظرہ کے روسے ہوگیا۔ اور اگر کہو کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے مقابل اُن رسائل مین مدعی کون ہے جو مرزا صاحب سائل اور مانع ہوگئے تو جواب اسکا یہ ہے کہ وہ تمام مخالفین حضرت اقدس کے جو دعوے حیات مسیح کا کرتے ہین وہی مدعی ہین جن کے خیالات مین حضرت اقدس نے ان رسائل مین کلام کیا ہے اور یہی تعریف ہے سائل کی کہ السائل من تکلم علی ما تکلم به المدعی اعم من ان یکون مانعا او ناقضا او معارضا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بالجملہ بار ثبوت وفات مسیح دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے الخ یہ ایک التباس حق کا ساتھ غیر حق کے یا تو قصداً کیا گیا ہے یا بسبب عدم امعان نظر کے اصول مناظرہ مین پیدا ہوا ہے اگر اصول مناظرہ مین امعان نظر فرمایا جاوے تو یہ التباس رفع ہو جاویگا۔ مولانا صاحب گذارش یہ ہے کہ جب مانع اور سائل کسی مدعی کی دلیل کا نقض و منع کریگا اگر وہ منع بلا سند ہے تو صرف لا نسلم کہیگا اور اگر اُس منع اور نقض کے ساتھ کوئی سند یا شاہد مذکور ہو تو وہ سند وغیرہ بالضرور مشتمل مقدمات پر بھی ہوگی لیکن وہ مانع یا ناقض و معارض اس اشتمال مقدمات سے حقیقتاً مدعی اُس بحث متنازعہ فیہ مین نہین ہو سکتا خصوصاً ایسی حالت مین کہ دعوے مدعی اول کا مخالف سنت اللہ کے ہو اور منع خصم کے موافق سنت اللہ کے جیسا کہ ما نحن فیہ مین ہے پس وفات مسیح کو جو آپ اصل دعوے حضرت اقدس کا قرار دیتے ہین بموجب آداب مناظرہ کے یہ بات درست نہین ہے۔ یہ اصل دعوے نہین یہ تو اصل فطرۃ اللہ ہے جس کے قائل اور تمام جگہ آپ بھی ہین اور یہ وفات مسیح کی حضرت اقدس کی دلیل کا کوئی ایسا مقدمہ ہے جسکے اثبات کی اُنکو ضرورت ہو کیونکہ جو امر فطرت اللہ اور سنت اللہ کے موافق ہوتا ہے وہ ظاہر بمنزلہ بدیہی کے ہوتا ہے اسکے اثبات کی کوئی ضرورت ہی نہین ہوتی۔ لیکن جبکہ آپ اس سنت اللہ کے ایک خاص مقام مین منکر ہو گئے ہین تو بحیثیت انکار جناب کے وہ وفات مسیح ایک مقدمہ اعتباری

ہوگیا ہے پس صرف اس لحاظ سے حضرت اقدس نے بحکم آنکہ خصم را تا بخانہ باید رسانید۔ دلائل وفات مسیح کی اپنے رسائل مین مذکور فرما دیے ہین اور وہ بھی بطور نقض و معارضہ و تخلف وغیرہ کے جو سائل کا ہی فرض منصب ہے آپ اصول مناظرہ مین غور فرمائیے اور خلط مبحث نہ کیجیے غرضکہ حسب آداب مناظرہ حضرت اقدس کسی طرح یہ مدعی حقیقی اس مسئلہ متنازعہ فیہ مین نہین ہو سکتے ہان البتہ مسیح موعود ہونے کا دعوے اُنکا ہے اور وہ اُسکے مدعی ہین اور بار ثبوت اس دعوے کا اُنکے ذمہ ضرور ہے جسکو ازالۃ الاوہام وغیرہ مین مفصلاً اور مشرحاً یہ براہین بیان فرمایا ہی۔ مگر جب بحث حیات و ممات مسیح ختم ہو چکے گی تب آپ ثبوت اس دعوے کا اُن سے طلب فرما سکتے ہین مگر اسوقت اس بحث کا چھیڑنا خلط مبحث کرنا ہے وہ بعد اس بحث حیات وفات مسیح کے اُن سے ہو سکتی ہے و بس۔ **قولہ** اس قاعدہ کو جدید قاعدہ کہنا نہایت محل استبعاد ہی الخ۔

اقول مولانا حضرت اقدس مرزا صاحب نے تو آپکے اس قاعدہ کو جدید ہی فرمایا تھا۔ مگر ہیچمدان نے اسکا اجدّ ہونا ثابت کر دیا۔ اور کوئی محل استبعاد کا بھی نہین رہا۔ میزان خوان اطفال بھی جانتے ہین کہ صرف نون تاکید البتہ مضارع کو خالص مستقبل کر دیتا ہے لیکن جب لام تاکید بھی موجود ہو جو واسطے حال کے آتا ہے اور نون تاکید بھی تو ایسے صیغے مین نہ کوئی شیخزادہ اس بات کا قائل ہے کہ خالص استقبال کا ہونا ضروری ہے اور نہ کوئی سیّدزادہ یہ کہتا ہے ازہری جو لکھتا ہے کہ **لانہما تخلصان مدخولہما للاستقبال** تو یہان پر استقبال سے مراد صیغہ استقبال ہی نہ زمانہ استقبال۔ اور یہ بات تو زبان اطفال میزان خوان پر بھی جاری ہی کہ صیغہ حال ہیچو صیغہ استقبال است۔ اور ازہری نے جو اس مسئلہ کی دلیل بیان کی ہی اس سے بھی مطلب ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر مراد اُسکی زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا کہ **ذلک وینافی المضی والحال**۔ آگے ازہری نے جو یہ لکھا ہے کہ **ولا یجوز تاکیدہ بہما اذا کان منفیا او کان المضارع حالا**۔ الخ۔ تو اسکا صریح مطلب یہ ہی کہ اگر مضارع سے خالص حال مراد ہو اور استقبال مراد نہ ہو تو اس صورت مین صرف لام تاکید بغیر نون کے مضارع پر آویگا اس سے یہ کہان ثابت ہوا کہ اگر حال و استقبال دونون مراد ہون تو بھی لام تاکید اور نون تاکید سے اُس مضارع کو موکد نہ کرینگے۔ خود فوائد ضیائیہ کے حواشی تکملہ عبد الحکیم وغیرہ مین اس بات کی تصریح کر دیگئی ہی کہ مراد فعل مستقبل

سے یہان پر فعل مستقبل اصطلاحی ہے ملاحظہ فرماؤ ہوامش شرح جامی کی۔ علیٰ ہذا القیاس جسقدر عبارات کتب نحو کی جنابنے نقل فرمائی ہین ان سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ جس صیغہ مین لام تاکید معہ نون تاکید کے ہو تو وہ بالضرور خالص استقبال کیواسطے ہی آئیگا۔ ہان البتہ اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ صرف نون تاکید کے داخل ہونیسے صیغہ مضارع کا خالص استقبال کیلئے اکثر جگہ ہو جاتا ہے پس جبتک کہ اجماع اکابر ائمہ نحویین کا در صورت اجتماع لام تاکید معہ نون تاکید کے اس بات پر آپ ثابت نہ کرینگے کہ سوائے زمانہ استقبال کے زمانہ حال کا مراد ہونا ممتنع ہے تب تک تقریب دلیل جناب کی محض ناتمام رہے گی واین ہذا یثبت من تلک العبارات المنقولۃ اور بعد اس اثبات کے بھی یہ گذارش کیا جاویگا کہ صیغہ مستقبل کا مستعمل ہونا واسطے دوام تجددی یا استمرار کے علم بلاغت سے ثابت ہوچکا ہے ولہذا اینا قض دعوا کم پھر یہ قاعدہ جناب کا اجدّ نہین تو کیا قدیم ہے **قولہ** خاکسار کی اصل دلیل اتفاق ائمہ نحاۃ کا ہے اس قاعدہ پر الخ

اقول اتفاق اور اجماع کا تو ذکر ہی کیا ہے کسی ایک امام نحو کا قول بھی آپنے ایسا نقل نہین فرمایا جس سے تقریب دلیل جناب کی تمام ہوتی۔ کما مرّ شرحہ۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے آیات قرآن مجید کی جو ماخذ تمام علوم کا ہے اس بارہ مین تحریر فرمادین اور تفاسیر معتبرہ مثل مظہری وغیرہ سے ثابت کر دیا کہ فان حقیقۃ الکلام للحال **قولہ** ہان آیات اس قاعدہ کی تائید کیلئے لکھی ہین الخ۔ **اقول** ایہا الناظرین آیات سے بڑھکر اور کس کا قول ہوگا اذا جاء نصر اللہ بطل نصر معتقل۔ **قولہ** مخفی نہ رہے الخ۔ **اقول** مولانا یہ ایک اور دوسرا قاعدہ علم نحو مین اُس پہلے قاعدہ سے بھی زیادہ اجدّ آپ نے ایجاد کیا۔ بھلا کون سے قاعدہ نحو سے اَلّا یُؤْمِنُ صیغہ تحریض کا بغیر حرف تحضیض کے لائے ہوئے ہوسکتا ہے اور قسم کے جواب مثبت مین جو باتفاق نحویین کے نون تاکید کا آنا بطور وجوب ولزوم کے لکھا ہے اسکو بھی آپنے توڑ دیا۔ خود فوائد ضیائیہ مین لکھا ہے۔ ولزمت ای نون التاکید فی مثبت القسم ای فی جوابہ المثبت لان القسم محل التاکید فکرھوا ان یوکدوا الفعل بامر منفصل عنہ وھو القسم من غیر ان یوکدوہ بما یتصل بہ و ھو النون بعد صلاحیتہ لہ انتہی موضع الحاجۃ اور پھر باوجود توڑ دینے

ہیچمدان نے یہ دو تین آیتین واسطے توضیح قاعدہ استدلال مولویصاحب کے بطور مثال کے لکھدیتی تاکہ ہر ایک ادنے طالب علم جو ترجمہ خوان قرآن مجید ہو حیات مسیح پر قرآن شریف سے بہت سی آیات قطعی الدلالت استخراج کر سکے۔ **قولہ** سوم یہ کہ یہ قرأت غیر متواترہ ہے الخ **اقول** قرأت غیر متواترہ سے احتجاج نہین کیا گیا بلکہ قرأت غیر متواترہ صرف واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے حسب اصول مفسرین لائی گئی ہے چنانچہ تمام مفسرین محققین اس قرأت غیر متواترہ کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے اپنی تفاسیر مین لائے ہین اُسی طرح پر حضرت اقدس مرزا صاحب اس قرأت غیر متواترہ کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے لائے ہین اور جناب والا نے جو روایات اس کل اپنے مباحثہ مین بیان ونقل فرمائی ہین اُن کی رجال اسانید کی کچھ بھی توثیق وتعدیل بیان نہین فرمائی۔ کیا یہ وجوب حضرت مرزا صاحب پر ہی ہے آپ پر واجب نہین کہ اس مقام تحقیق مین اُن رجال اسانید کی توثیق وتعدیل حسب اصول علم اسماء الرجال بیان فرماتے و دونہ خرط القتاد۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ **قولہ** چہارم یہ کہ مرزا صاحب الخ **اقول** آیت مذکورہ چونکہ ذوالوجوہ ہے اسواسطے حضرت اقدس نے اُسکو دوسری وجہ سے بھی تفسیر فرمایا ہے یعنے قبل موتہ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف بھی راجع کر کر وہ تفسیر کی ہے اور وہ معنے بیان کئے ہین۔ کہ جنپر کسی طرح کا اعتراض وارد نہین ہوتا ایسی آیات ذوالوجوہ کی تفسیر مختلف وجوہ سے کرنا ایک فقہ محمود ہے قال ابو الدرداءؓ لا یفقہ الرجل حتی یجعل للقرآن وجوھا اور جناب کی طرح حضرت اقدس نے ایسی آیت ذوالوجوہ کو ایک وجہ مین محصور کر کر قطعی الدلالت ایک وجہ پر نہین فرمایا۔ اور درصورت ارجاع ضمیر کیطرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے جو معنے آیت کے آپ کرتے ہین اُسپر طرح طرح کے اعتراضات وارد ہوتے ہین۔ پس کیا یہی مقتضائے دیانت وانصاف ہے کہ جو معنے انواع انواع اعتراضات کے مورد ہون اُنپر تو اصرار کیا جاوے اور جو معنے خالی از فساد ہون اُنکو تسلیم نہ کیا جاوے الحاصل درصورت ارجاع ضمیر کے طرف حضرت عیسیٰؑ کے اگر آپ وہ معنے جو حضرت اقدس نے ازالہ مین تحریر فرمائے ہین تسلیم وقبول فرماتے ہین تو نعم الوفاق سب نزاع طے ہو گیا اور اگر اُن معنے خالی از فساد کو آپ تسلیم نہین فرماتے تو اس وجہ سے کہ آپکے معنے مورد اعتراضات کثیرہ ہین ارجاع ضمیر حضرت عیسیٰؑ کیطرف بسبب اُن فسادات کے نہین ہو سکتا کتابی یا احد کی مقدر کی طرف ضمیر رجوع ہوویگی

جس کی تائید قرأت غیر متواترہ کرتی ہے۔ بعد التیا والتی حضرت اقدس نے ارجاع ضمیر کو طرف کتابی
یا احد مقدر کی کسی جگہ اپنی تحریر میں غیر صحیح نہیں فرمایا اگر آپنے کسی تحریر میں دیکھا ہو تو بہ تصحیح نقل بیان
فرمایا جاوے۔ آگے رہی یہ بات کہ موت مسیح پر استدلال حضرت اقدس نے اس آیہ سے کیا ہے اُس کی نسبت
یہ گذارش ہے کہ کسی جگہ اُس استدلال کو قطعی الدلالت نہیں فرمایا جبکہ آیت ذوالوجوہ ہے تو نہ حیات مسیح پر
قطعی الدلالت ہو سکتی ہے اور نہ وفات مسیح پر۔ اور وفات مسیح بطور تعین قطعی کے اور بہت ہیں جو اوپر سیاق میں
گذر چکیں اور ازالہ میں بتفصیل مذکور ہیں۔ مگر ایسی آیت ذوالوجوہ کو حیات مسیح پر قطعی الدلالت ٹھہرانا یہی تو
مجادلہ ہے کہ جس میں مناظرہ کا رائحہ بھی موجود نہیں ہے **قولہ** یہاں ارادہ حال غلط محض ہے بلکہ خالص
مستقبل مراد ہے بچند وجوہ **اقول** یہاں پر تو مولانا صاحب نے کمال ہی کیا ہے کہ نون ثقیلہ کے غلبہ
و ثقل خیال میں ترتیب آیات جو درایتاً و روایتاً مراد الٰہی ہے اسکو بھی غلط محض فرمادیا۔ درایتاً بیان اسکا یہ
ہے کہ آیت قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ میں مولویصاحب کا نون ثقیلہ تو موجود ہی نہیں جو
خالص استقبال ہی مراد ہو اور حال مراد نہو سکے پس ہم کہتے ہیں کہ قد نری میں زمانہ حال مراد ہے اور

فلنولینک قبلۃ ترضاھا میں حرف فاء داخل ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ قد نری پر مترتب بلا مہلت ہو۔ یہ مسئلہ تحقیق علیہ ہے کہ
الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بلا مہلۃ پس فَلَنُوَلِّيَنَّكَ کا بھی حال ہی ہوا۔ اور
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں بھی وہی حرف فا موجود ہے جو باتفاق نحاۃ ترتیب بلا
مہلت کیواسطے آتی ہے پس نظم و نسق آیات سے معلوم ہوا کہ قَدْ نَرٰی الایہ پر فَلَنُوَلِّيَنَّكَ الایہ بلا
مہلۃ مترتب ہوا اور فَلَنُوَلِّيَنَّكَ الایہ پر فَوَلِّ وَجْهَكَ الآیہ بلا مہلۃ مترتب اور متسبب ہوا کوئی
فاصلہ زمانہ دراز یا کوتاہ کا درمیان ان آیات کے واقع نہیں ہے جو فَلَنُوَلِّيَنَّكَ کو خالص زمانہ استقبال
دراز یا کوتاہ کے لئے ہی قرار دیا جاوے پس درایتاً ثابت ہوا کہ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ میں زمانہ حال مراد ہے جسکی مقدار
مختلف اور مفوض الی العرف ہے اور روایتاً بیان اسکا یہ ہے حواشی بخاری شریف میں لکھا ہے۔ ثم
اعلم ان الروایات اختلفت فی ان التحویل ھل کان خارج الصلوۃ بین الظہر والعصر
فالظاہر من حدیث البراء الذی سبق فی کتاب الایمان فی صفحہ ۱۰ انہ
کان خارج الصلوۃ حیث قال انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اول صلوۃ
صلّٰھا الی الکعبۃ صلوۃ العصر الحدیث قال مجاہد وغیرہ نزلت

او فی اثنائھا صلوۃ الظہر او العصر

ھذہ الایۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد بنی سلمۃ وقد صلی
باصحابہ رکعتین من صلوۃ الظہر فتحول فی الصلوۃ واستقبل المیزاب
وحول الرجال مکان النساء والنساء مکان الرجال فسمی ذلک المسجد
مسجد القبلتین کذا ذکرہ البغوی ثم قال وقیل کان التحویل خارج الصلوۃ
بین الصلوتین ورجح الواقدی الاول وقال ھذا عندنا اثبت ذکرہ فی المظہری
وقال فیہ ایضا محمد بن البراء تحجی (؟) الی ان البراء العلیم صلوتہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی مسجد بنی سلمۃ الظہر والمراد انہ اول صلوۃ صلاھا کاملا
الی الکعبۃ انتہی واللہ اعلم۔ اور اگر مولوی صاحب اسی بیضاوی کیطرف جس سے
یہانپر کچھ تھوڑا سا نقل عبارت کیا آخر عبارت تفسیر آیت تک رجوع فرماتے تو یہ مطلب اُسی سے
واضح ہو جاتا۔ قال البیضاوی روی انہ علیہ السلام قدم المدینۃ فصلی نحو البیت
المقدس ستۃ عشر شہرا ثم وجہہ الی الکعبۃ فی رجب بعد الزوال قبل قتال
بدر بشہرین وقد صلی باصحابہ فی مسجد بنی سلمۃ رکعتین من الظہر
فتحول فی الصلوۃ واستقبل المیزاب وتبادل الرجال والنساء صفوفہم فسمی
المسجد مسجد القبلتین اور ایسا ہی فتح البیان وغیرہ مین لکھا ہے۔ اور محشی عبد الحکیم
نے جو قول وجہک کو انجاز وعد لکھا تو اُس نے یہ کب کہا ہے کہ اس انجاز وعد مین فاصلہ قصیر
یا طویل زمانہ کا واقع ہوا ہے ایفاء وعد کو زمانہ حال جس کی مقدار مفوض الے العرف ہی کچھ
منافی نہیں اور یہ جو آپ فرماتے ہین کہ اس تقدیر پر قولہ وجہک زائد ولا طائل ہو جاویگا
تو گزارش یہ ہے کہ آیت فول شطر المسجد الحرام متعدد جگہ موجود ہے آپکے مسلک پر
وہ بھی زائد ولا طائل ہوئی جاتی ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور شاہ ولی اللہ
صاحب کے ترجمہ مین جو متوجہ گرد انیم لفظ مضارع کیا گیا ہے وہ زمانہ حال واستقبال دونون کو
شامل ہے یہ جناب والا کا کمال فہم ہے کہ لفظ مضارع کو خالص استقبال کیواسطے فرماتے ہین
اور تراجم اردو مین جو ترجمہ بلفظ استقبال کیا گیا اُس سے استقبال قریب مراد ہے جسکے آپ
بھی قائل ہین ہم اسی کو حال کہتے ہین کتب علم بلاغت سے ثابت ہو چکا کہ مقدار زمان الحال الخ

بحسب الافعال و مفوض الے العرف - **قولہ** ارادہ حال اس آیہ مین بھی غلط ہے الخ - **اقول**
درحالیکہ استقبال تو ریکئے آپ بھی قائل ہین اور کتب علم بلاغت مطول وغیرہ سے ثابت ہوچکا کہ
زمانہ حال ایک امر عرفی ہے اور اسکی مقدار باعتبار افعال کے مختلف ہے اور اسی وجہ سے مفوض الی العرف
ہے تو یہ بحث جناب کی ایک نزاع لفظی ہوگئی ہے جسکا بار بار تکرار کیا جاتا ہے جو آپکی شان سے نہایت بعید ہے۔
اور مین حیران ہون کہ ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کا جو بلفظ مضارع ہے آپ کیون اُسکو خالص استقبال
قرار دیتے ہین اور ذرہ تنبہ نہین ہوتے اور اسیطرح یہ ہے کہ لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کو جو ابھی جلادینگے
ہم اُسکو ہی خالص استقبال کسطرح فرماتے ہین - لفظ ابھی تو خالص حال کیواسطے آتا ہے - اِنَّ
هٰذَا الشَّيْءُ عُجَابٌ لان هذا الفهم بعيد عن الصبي فضلا عن الفاضل الذي
هو نائب النبي **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب ان معنونکو
لینے مین ہرگز منفرد نہین تمام سلف و خلف امت بعض ان آیات کو حال پر اور بعض کو استمرار پر
محمول کرتے چلے آتے ہین کما مر تفصیلہ **قولہ** اول یہ کہ الخ - **اقول** جزاکم اللہ فی
الدارین خیرا - کہ جناب نے اس امر کو تو تسلیم فرمالیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ
کرنیوالونکو اپنی راہین مدام دکھلایا کرتا ہے فقط - اور یہ مسئلہ کتب علم بلاغت سے ثابت ہوچکا ہے کہ صیغہ
مستقبل کا بحسب مقامات مناسبہ کے دوام تجددی اور استمرار کیواسطے مستعمل ہوا کرتا ہے - پس اب گذارش
یہ ہے کہ کیا وجہ کہ اس آیت کے ایسے ناقص اور ادھورے معنے کئے جاوین جو اس عادۃ مستمرہ کو شامل نہووین
حالانکہ کتاب اللہ بلاغت مین طرف اعلیٰ حد اعجاز کو پہونچی ہوئی ہے اور حضرت نبی علیہ السلام فرماتے
ہین اوتیت جوامع الکلم اور مسلما کہ آیت وعدہ ہے لیکن وعدہ کو زمانہ حال یا استمرار سے کچھ
منافات نہین ہے - کیونکہ وعدہ زمانہ حال کے واسطے بھی کیا جاتا ہے اور بطور استمرار کے بھی وعدہ ہوسکتا ہے
جیسا کہ حضرت اقدس نے مشرحا بیان فرمایا ہے - اور حضرت اقدس نے جو معنے دوم کی تائید مین تصحیح خالص
استقبال کی کی ہے وہ صرف جناب کی خاطر سے کی ہے - بقول شخصے کہ خصم را تا بخانہ باید رسانید -
چنانچہ الفاظ حضرت اقدس کے اسپر دال ہین جو جناب نے بھی نقل فرمائے ہین اور وہ یہ ہین کہ کیا استقبال
کے طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہین ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب مین سے ایسا نہین جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر
ایمان نہین لائیگا - **قولہ** دوم یہ کہ الخ - **اقول** مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ مضارع

کو خالص استقبال کیواسطے ٹھہرانا زبان فرس مین ایک جدید قاعدہ کی تجدید کرنی ہے سابق الفاظ ترجمئین کے جو بصیغہ مستقبل ہین اُن کی نسبت وہی گذارش ہے کہ صیغہ مستقبل کا دوام تجددی کیواسطے مستعمل ہونا کتب علم بلاغت سے ثابت ہوچکا ہے۔ **قولہ** یہان ارادہ حال واستمرار قطعًا باطل ہے الخ۔ **اقول** مولانا صاحب صرف آیت کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کا لوح محفوظ مین مکتوب ہونا جو جنابنے بحوالہ بیضاوی تحریر فرمایا اُسکی کچھ ضرورت نہین تھی کیونکہ بیضاوی وغیرہ کی تفسیر کو تو آپ آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ مین محض غلط اور باطل فرماچکے ہین یہ ہیچمدان جناب کی تائید کیواسطے یہ عرض کرتا ہے کہ کل قرآن مجید لوح محفوظ مین مکتوب ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لٰکن گذارش یہ ہے کہ قرآن مجید مین جو ازمنہ ثلثہ کا اعتبار کیا گیا ہے وہ وقت نزول سے کیا گیا ہے ورنہ اگر وقت کتابت لوح محفوظ کا لحاظ کیا جاوے تو تمام ازمنہ ثلثہ ماضی وحال واستقبال بلکہ استمرار سب استقبال ہی مین داخل ہین پھر جناب والا کی تمام بحث عمدہ اور اصل جو نون ثقیلہ کی نسبت ہے محض بیکار ہوئی جاتی ہے۔ پس اندرینصورت جو آیات کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمائی ہین اُن کا تو ذکر ہی کیا ہے اس بنا پر تو تمام صیغے ماضی وحال واستمرار مندرجہ قرآن مجید سب استقبال میں داخل ہین۔ اور یہ نزاع حال واستمرار کا محض بے سود۔ اگر آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ مین حضرت اقدس نے استمرار مراد لیا تو کتابت لوح محفوظ سے وہ بھی استقبال مین داخل رہا اور اس آیت لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ مین بھی اگر حال یا استمرار مراد لیا تو وہ بھی کتابت لوح محفوظ سے استقبال مین ہی ہوا پھر یہ جو آپ ارشاد فرماتے ہین کہ ارادہ استمرار قطعًا باطل ہے اسکے کیا معنے ہین۔ استمرار بھی تو اس بنا پر استقبال ہی مین داخل ہے یہ تو ایسا استقبال ہے کہ کوئی زمانہ اس سے باہر رہ ہی نہین سکتا اور ترجمہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو جو لفظ مضارع ہے خالص استقبال کہنا جناب کا ہی کام ہے یہ ہیچمدان تو اس مسئلہ کو کہتے کہتے تھک گیا۔ ؎ گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو + از شما یک تن نشد اسرار جو ناظرین کو اب بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا بعد تین پرچونکے بحث کا ختم کردینا نہایت ہی ضروری تھا ورنہ اپنی اوقات کو مکرر سہ کرر صرف کرنا محض تضیع اوقات تھی کیونکہ مولویصاحب کی اس بحث مین سوا اعادہ اُن امور کے جنکا جواب شافی وکافی اول ہی پرچہ مین ہوچکا اور رہا سہا بلکہ مکرر دوسرے پرچہ مین بھی اتمام حجت کیا گیا اور پھر پرچہ ثالث مین بھی بپاس خاطر مولانا صاحب کے سہ کرر جواب شافی وکافی دیئے گئے معہذا اگر اب بھی بحث ختم نہ کیجاتی تو اس ہیچمدان کو یہ بتلایا جاوے کہ وہ کونسا امر جدید جواب طلب پیش کیا گیا ہے جسکا جواب مکرر سہ کرر نہ ہوچکا ہو

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کا مضمون بھی تو پیش نظر حضرت اقدس کے رہتا ہے اور
اسپر بھی آخر پرچہ سوم مین یہ بھی تحریر فرمایا گیا کہ اس مضمون کے شایع ہونیکے بعد جب پبلک کیطرف سے منصفانہ
رائین شایع ہونگی اور شائستونکے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی موید ہو پیدا ہو جائیگی تو اُس تصفیہ کے بعد
آپ تحریری طور پر دوسرے امور مین بھی بحث کر سکتے ہین لیکن اس تحریری بحث کیلئے میرا اور آپکا دہلی مین
مقیم رہنا ضروری نہین جبکہ تحریری بحث ہے تو دور رہکر بھی ہو سکتی ہے مین مسافر ہون اب مجھے زیادہ اقامت کی
گنجائش نہین فقط۔ ایہا الناظرین باوجود اسکے مولویصاحب کا بھوپال مین واپس تشریف لاکر سر بلا مجالس
وعظ وغیرہ مین ہر کہ ومہ کے سامنے یہ اشتہار دینا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب مقام دہلی سے میرے مقابل نہ ٹھہر سکے
اور گریز کر گئے کیسا اپنے موقع اور محل پر ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ باقی ترجمین کے الفاظ
جو بلفظ استقبال ترجمہ کئے گئے ہین ان سے مراد دوام تجددی ہو سکتا ہے کما مر غیر مرۃ **قولہ**
اول یہ کہ الخ۔ **اقول** آیت مین حرف فاء جو واسطے ترتیب بلا مہلت کے آتا ہے موجود ہے پس جسوقت کوئی
شخص مرد ہو یا عورت عمل نیک کرے درحالیکہ وہ مومن ہے تو اُسکے واسطے بلا مہلت حیوٰۃ طیبہ متحقق
ہو جاتی ہے ورنہ حرف فاء لغو ہو جاویگا۔ تفسیر ابن کثیر سے جو آپنے نقل فرمائے وہ بھی اسی مطلب کو
ثابت کر رہے ہین دیکھو اُسمین صاف لکھا ہے کہ بان یحیی اللہ حیوٰۃ طیبۃ فی الدنیا بان
الیتہ الخ لنجزینہم کو صاحب تفسیر ابن کثیر نے واسطے حاصل ہونے تاسیس کے آخرت کے واسطے لکھا کیونکہ یہ ایک
مسئلہ علم بلاغت کا ہے کہ التاسیس خیر من التاکید ہم بھی یہان استقبال ہی تسلیم کرتے ہین مگر
یہ حضرت مرزا صاحب کو کچھ مضر نہین اصل بات یہ ہے کہ آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کے نقض کیواسطے تو صرف
ایک صیغہ قرآن مجید کا جو واسطے حال یا استقبال یا استمرار کے آیا ہو کافی ہے کیونکہ آپ التزاماً ہر جگہ ایسے
صیغے مین استقبال مراد لیتے ہین پس موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے جو یہان صادق ہے پس موجبہ
کلیہ غیر صادق ہوگا اور حضرت مرزا صاحب ایسے صیغے مین صرف زمانہ حال یا خالص استقبال یا فقط استمرار التزاماً ہر جگہ
مراد نہین لیتے بلکہ بحسب مقتضائے مقامات مناسبہ کہین حال مراد ہوتا ہے اور کہین استقبال اور کسی جگہ دوام تجددی مراد
ہوتا ہے پس اس مسلک کے نقض کیواسطے کتنے ہی صیغے آپ ایسے نقل فرمائین جن مین خالص استقبال مراد ہو
تو حضرت اقدس کے صراط مستقیم کو کچھ مضر نہین کیونکہ وہ التزاماً کوئی خاص ایک زمانہ ایسے صیغے مین ہر جگہ مراد نہین
لیتے۔ **قولہ** یہان استقبال مراد ہے بچند وجوہ اول یہ کہ الخ۔ **اقول** لا نسلم اما اولاً آنکہ العبرۃ

لعموم اللفظ لا لخصوص السبب - قاعدہ مسلمہ اہل اصول کا ہی پس کیا ضرورت ہی کہ اس آیت سے سوائے مہاجرین و انصار کے اور کوئی ناصر مراد نہو سکے ثانیاً آنکہ سلمنا کہ مہاجرین و انصار ہی مراد ہین لیکن حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین و انصار نے اللہ اور اسکے رسول کی نصرت کرنی شروع کی اسیوقت سے نصرت الہیہ شامل حال اُنکے ہوگئی تھی اگرچہ نصرت تامہ کاملہ الہیہ کا ظہور تامہ کسی قدر زمانہ کے بعد عوام پر ظاہر ہوا ہو - ثالثاً آنکہ یہ جو جناب فرماتے ہین کہ جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے مسلم لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ بعدیت منفصلہ ہی ہو - ہو سکتا ہے کہ بعدیت متصلہ ہو - تقدم ذاتی اور تاخر ذاتی کا مسئلہ جو بین المنطقیین مشہور معروف ہے بنظر و لحاظ فضل و رحم ارحم الراحمین کے یہانپر کیون نہین مراد ہو سکتا - حرکت مفتاح اگرچہ حرکت ید کے بعد متحقق ہوتی ہے لیکن ان دونون حرکتون مین کوئی فاصلہ زمانہ دراز کا نہین ہوتا معہذا کہتے ہین کہ حرکت ید مقدم ہے اور حرکت مفتاح متاخر اگر ایسی ہی قبلیت و بعدیت آپکی مراد ہے تو پھر یہ سب ایک نزاع لفظی ہوا جو حضرت اقدس مرزا صاحب کو کچھ بھی مضر نہین ہے اور تراجم ثلثہ کی کیفیت ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکی - **قولہ** یہان بھی مستقبل مراد ہے الخ - **اقول** وعد اور موعود مین جو قبلیت اور بعدیت ہے اسکا حال معلوم ہو چکا اور تراجم ثلثہ کا حال بھی مکرر سہ کرر لکھا جا چکا حاجت اعادہ کی نہین ہے اور یہان عادت مستمرہ ہونے مین کونسا محذور لازم آتا ہے بیان فرمایا جاوے - **قولہ** بالا معلوم ہو چکا **اقول** نہ کچھ بالا معلوم ہوا اور نہ کچھ زیر معلوم ہوا بلکہ قاعدہ نون ثقیلہ کا بالکل تہ و بالا ہو چکا - **قولہ** ان لوگونکی کلام مین کہین تصریح حال کی نہین الخ **اقول** آپ تمام قرآن مجید مین سے ایک ہی صیغہ ایسا بتلا دین جسمین اللہ تعالیٰ نے یا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح کر دی ہو کہ اس صیغہ مین سوائے استقبال کے اور کوئی زمانہ مراد نہین تو پھر ہم بھی ایسی تصریح کہین تلاش کرینگے مولانا صاحب اہل لسان جو صیغے مضارع وغیرہ کو اپنی کلام مین استعمال کرتے ہین تو اُس کلام مین کہین یہ تصریح نہین ہوتی ہے کہ یہانپر ہماری مراد حال ہے یا استقبال یہ فہم تو اہل لسان اپنے اپنے محاورہ کے بموجب سمجھ لیتے ہین اور غیر اہل لسان حسب قواعد صرف و نحو و علم بلاغت وغیرہ سمجھتے ہین اور ہم نے تو بیان سبعہ علوم سے ثابت کر دیا کہ ان صیغون مین حال بھی مراد ہو سکتا ہے اور استمرار بھی منظہری وغیرہ سے مصرحاً گذر چکا کہ فان حقیقۃ الکلام للحال اور حضرت اقدس نے جو اس آیہ مین معنی استقبال بطور امکان کے تجویز فرمائے ہین تو صرف الزاماً افحام مخالفین کیلئے تجویز کئے ہین **قولہ** تو جواب یہ ہے کہ بیشک اس صورت مین قاعدہ مقررہ کی بنا پر الخ **اقول** یہانپر یہ تو جناب نے اقرار فرما لیا کہ بیشک اس صورت مین قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ رد نہو سکیگا

مگر ثانیاً آپ جو فرماتے ہین کہ اسکا رد منوط ہوگا- **قولہ** اگر تیرہ جسکا ذکر اوپر ہو چکا الخ- **اقول** اس رد کا جواب ہیچمدان کی تقریر سے اوپر ہو چکا لیس فیصلہ شد- **قولہ** میرا مطلب وہ نہین ہی جو آپ سمجھے ہین الخ- **اقول** آپکی خاطر سے ہمنے یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکا مطلب صرف اسقدر ہی ہی کہ یہ معنے جو مین نے اختیار کئے ہین اُسطرف ایک جماعت سلف مین سے گئی ہی مگر یہ تو ارشاد ہو کہ جب آپکے معنے کیطرف صرف ایک ہی جماعت گئی ہی اور دیگر جماعات صحابہ و تابعین اور ہزارہا مفسرین محققین دوسرے معنونکی طرف گئی ہین اور اُن معنونکو بہ براہین مبرہن کیا ہے اور آپکے معنونکو مرجوح طور پر بیان کرتے ہین تو کیا آپکے اختیار کر لینے سے ایک معنے مرجوح کو وہ معنے قطعی الدلالت ہو سکتے ہین یا جو آپکے غیر پر حجت قطعی ہو سکین ایسے معنے مرجوح کو اختیار کرکر اپنے غیر پر حجت قطعی گردانا یہ تو صریح ایک تحکم ہے- **قولہ** میری ادلہ کا قوی ہونا الخ **اقول** ان ادلہ کا اوھن من بیت العنکبوت ہونا ثابت ہو چکا- لیس یہ آپکا فرمانا بجائے خود نہین ہی- **قولہ** آپنے نون ثقیلہ کے بارہ الخ **اقول** آیات محکمات جو نون ثقیلہ کے بارہ مین لکھی گئی ہین مع حوالہ تفاسیر کے وہ قیامت تک قائم رہینگی اور جو کوئی اُنکا مقابلہ کریگا وہ ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہو جاویگا قال اللہ تعالےٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ **قولہ** جب یہ امر ثابت ہو گیا الخ **اقول** یہ امر ثابت نہین ہوا کہ نون تاکید جو مع لام تاکید کے مضارع مین داخل ہوا التزاماً وہ خالص زمانہ استقبال کیلئے کر دیتا ہے تو پھر تعمیم کیونکر قائم نہ رہیگی- **قولہ** آپنے اُن معنے کی تقریر مین جو میرے نزدیک متعین ہین تھوڑی سی خطا کی ہے الخ **اقول** یہ معنے غیر صحیح ہین کیونکہ اسصورت مین ایک ایسے لفظ کی تخصیص جسمین عموم در عموم نے بلا وجود مخصص کے کرنی پڑتی ہی اول تو لفظ اہل کتاب ایک ایسا عام لفظ ہی جو ہر زمانہ کے اہل کتاب کو شامل ہے جو اہل کتاب کہ اسبات کے قائل تھے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اور جو مصداق ہین اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ سے لیکر آنحضرت صلعم کیوقت کے اہل کتاب اور جو قیامت تک موجود ہونگے سب کو شامل ہی ایک عموم تو یہ ہوا اور دوسرا عموم یہ ہی کہ من اہل الکتاب ترکیب نحوی مین صفت واقع ہوا ہی اَحَدٌ مقدر کی پھر اَحَدٌ جو نکرہ محضہ ہی خیر نفی مین واقع ہوا ہی جو مفید استغراق ہے ارشاد الفحول مین لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے- النکرۃ فی النفی تعم سواء دخل حرف النفی علی فعل نحو ما رایت رجلا او علی الاسم نحو لا رجل فی الدار ولو لم یکن للنفی العموم لما کان قولنا لا الہ الا اللہ نفیا لجمیع الالٰھۃ سوی اللہ سبحانہ فتقرران النکرۃ المنفیۃ

بما او لن او لم او لیس او لا مفیدۃ للعموم ۔ والنکرۃ المنفیۃ ادل علی العموم منہا
اذا کانت فی سیاق النفی ۔ والصفی الہندی قدم النکرۃ علی الکل ۔ یعنے علے کل
صیغہ العام اور طرق قصر سے طریق نفی و استثنا بھی اس مین موجود ہی جو ایک مسئلہ علم بلاغت کا ہی ۔ پس
ایسے لفظ عام کو جسمین اسقدر عموم در عموم مراد الٰہی ہے ایک شرذمہ قلیلہ اہل کتاب کے ساتھ بلا وجود مخصص کے
مخصوص کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا اگر یہ عموم مراد الٰہی نہوتا تو کلام مجید جو بلاغت مین حد اعلیٰ اعجاز کو پہنچ گیا ہے
ایسے خاص معنے و مراد کو ایسے الفاظ عامہ سے بیان نہ فرماتا اور ابو مالک کے قول کی توجیہ جو جناب فرماتے ہین وہ مصداق
ہی توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے کیونکہ الفاظ قول ابو مالک کے یہ ہین ذٰلک عند نزول عیسی بن
مریم علیہ السلام لا یبقی احد من اہل الکتٰب الا امن بہ ۔ اس قول مین تو تصریح ہی ۔
عند نزول کی یعنے نزدیک وقت نزول کے جملہ اہل کتاب ایمان لے آوینگے جناب ذرہ غور سے ملاحظہ فرماوین ۔
قولہ حاصل میری کلام کا یہ ہے الخ **اقول** جبکہ آیت سے جناب کے نزدیک یہ نہین ثابت ہوتا کہ مسیح کے
نزول کے بعد فوراً سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے تو پھر یہ قول ابو مالک کا آپنے واسطے احتجاج اپنے مدعا کے
کیون نقل فرمایا ہی کہ ذٰلک عند نزول عیسی بن مریم علیہ السلام ۔ اور ایسے زمانہ
کا آنا جس مین بسیط الارض پر کوئی کافر نہ رہے آیات بینات قرآن مجید کی جو سابق مذکور ہوئین اُسکو رد کرتی
ہین **قولہ** دوم یہ کہ الخ **اقول** جبکہ ایمان سے مراد ایمان شرعی نہین بلکہ یقین مراد ہے تو پھر کہان
گیا وہ دعوی کہ جملہ اہل ملل و نحل عیسی بن مریم کے وقت مین اسلام مین داخل ہو جاوینگے اور دفع تعارض
جو کیا کرتے ہین تو ایسی وجوہ سے کہ مناقض مدعا ہوں وہ کیا دفع تعارض ہوا کہ جسسے اور مفاسد دیگر پیدا ہو جاوین
دفع تعارض کیواسطے آپ کہان سے کہان چلے جاتے ہین ذرہ غور کر کر دفع تعارض فرمایا کیجے **قولہ** جس
زمانہ کیلئے حصر کیا گیا ہی الخ ۔ **اقول** مولانا بحث تو اسمین ہو کہ جو لفظ ایسا عام ہو کہ جسکا عموم کئی وجوہ سے بیان کیا گیا
ہو کما مر بیانہ وہ عام تمام اپنے افراد کو شامل ہوتا ہی جبتک کہ کوئی مخصص اسکا پیدا نہو ۔ یہانپر صرف ایک نون ثقیلہ
پیدا ہوا تھا اگر وہ خفیفہ ہو جاتا تو شاید کسیوجہ سے کسیقدر تخصیص حاصل ہو سکتی مگر اُس نون ثقیلہ کی کیفیت تحقیق معلوم
ہو چکی تو اب کوئی بھی مخصص باقی نہ رہا ۔ پس اندرینصورت تخصیص کی کیا وجہ ہو کہ مراد تو ہوں ایک زمانہ
نامعلوم کے اہلکتاب اور انکو ایسے صیغہ عام در عام سے بیان فرمایا جاوے و حصول المامول مین لکھا ہے ولا
شک ان الاصل عدم التخصیص ایسی تخصیص کی کیا وجہ ہو کہ مخاطب تخصیص کسی طرح کرتے بھی

نِکل جاوے اور پھر معہذا اس تخصیص در تخصیص کا نام پر احصر رکھا جاوے پورحصر کے معنی تو استغراق جمیع افراد ہی حاصل ہوتے ہیں نہ تخصیص در تخصیص کے یہ بھی ایک اصطلاح جدید علم اصول فقہ کی جناب نے پیدا کی ہے ان ہذا لشئ عجاب **قولہ** بلکہ یہ تو مقتضی نون ثقیلہ و لفظ بعد موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے الخ-

اقول مولانا آپ تو سرے سے مقتضی ہی نہ رہا- پھر مقتضی کہاں ہو سکتا ہے اور پھر یہ کیونکر ہو سکیگا کہ ادھر تو الفاظ عموم در عموم کے بیان کئے جاویں اور ادھر خصوص در خصوص مراد ہو یہ تو تناقض ہوا جاتا ہے و تعالیٰ کلام اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا- واضح ہو کہ مولویصاحب کی عبارت میں لفظ بعد موتہ غلط لکھا گیا ہے قرآن مجید میں قبل موتہ ہے اور چونکہ لفظ احد کامل درجہ کا نکرہ ہے لہذا اسکی نفی حسب قواعد نحو و علم بلاغت کے بحرف اِنْ کامل استغراق کو ہوگی جو جناب کے مدعا کے مخالف ہے **قولہ** اور الیسا ہی انکا یہ فرمانا الخ- **اقول** مولانا صاحب ظاہر ہے کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ واسطے حیات مسیح کے مسوق نہیں ہے، جو حیات میں نص ہو بلکہ حیات کا تو انمیں ذکر بھی نہیں موت ہی کا ذکر ہے پس ہمارا استدلال کرنا اس آیہ سے بطور اشارۃ النص وغیرہ کے ہوگا پس جمیع اہل الکتاب کا ایمان لانا قبل موت مسیح بن مریم کے آپکے استدلال کا ایک مقدمہ ہوا اور اُس مقدمہ کی نسبت اب آپ ایسا کچھ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ہم نہ مدعی انکے ایمان کا ہوں اور نہ مدعی اس امر کا کہ مراد ایمان سے یقین ہے مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے- فقط **اقول** مولانا یہ تو سب آپکی دلیل کے مقدمات تھے جب اثبات مقدمات اپنی دلیل سے دست بردار ہو گئے تو پھر دلیل دلیل کب قائم رہ سکتی ہے کیونکہ دلیل موقوف اثبات مقدمات پر ہوتی ہے مثل ثبت العرش ثم انقش- اور رفع تناقض اگر منظور تھا تو ایسی وجوہ سے رفع فرمایا جاتا جسمیں اور مفاسد پیدا نہ ہوتے- یہاں تو آپکی رفع تناقض سے اور مفاسد پیدا ہو گئے جتنے کہ بسیط نہیں مفاسد کے آپ خود اثبات مقدمات دلیل اپنی سے دست بردار ہو گئے پھر دلیل کیونکر دلیل باقی رہی کہ المقدمۃ ما یتوقف علیہ صحت الدلیل اعم من ان یکون جزءا من الدلیل ام لا- اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ آپ جو اسجگہ یہ چمدان اور حکیم نور الدین صاحب کو حَکَم تسلیم کرتے ہیں تو اب یہ چمدان اور حکیم نور الدین کیا فیصلہ کرینگے بجز اسکے کہ جو آپنے خود ارشاد فرمایا اور اپنی مقدمہ دلیل سے دست بردار ہو گئے پس دلیل تھی دلیل نہ رہی **قولہ** اول یہ کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں فساد عدہ ہے الخ **اقول** مولویصاحب نے مسئلہ نسخ اور تخصیص میں خلط ملط کر دیا لہذا اولاً یہ ہیچمدان تعریف عام و خاص کی اور جو تخصیص و نسخ میں فرق ہے علم اصول سے لکھتا ہے تاکہ ناظرین کی سمجھ میں بخوبی

آجاوے کہ یہان پر تخصیص مطلوب مولویصاحب کی جاری نہین ہوسکتی۔ ارشاد الفحول مین لکھاہے و فی الاصطلاح العام ھو اللفظ المستغرق لجمیع ما یصلح لہ بحسب وضع واحد دفعۃ والخاص ھو اللفظ الدال علی مسمی واحد اعم من ان یکون فرداً او نوعاً او صنفا وقیل ما دل علی کثرۃ مخصوصۃ وبما الفرق بین النسخ والتخصیص ان التخصیص لا یکون الا لبعض الافراد والنسخ یکون للکل۔ اب گذارش یہ ہے کہ آیات بینات بطور اخبار کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ مین قیامت تک کچھ نہ کچھ کافر بھی موجود رہینگے قال اللہ تعالی وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ایضا قال وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ اب باوجود اس اخبار اللہ تعالے کے آپ یہ فرماتے ہین کہ آیت وان من اہل الکتاب بین معارض و عدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰ کے سب اہل کتاب مومن ہو جاوینگے اور یہ آیت مخصص واقع ہوئی ہے اُن آیات بینات کی۔ مولانا صاحب اگر آپ ان دونون آیتون مین واسطے توفیق مفاہیم مختلفہ کے تخصیص کے قایل ہین تو ظاہر یہ ہے کہ جناب کے معنے عام مین العام ہو اللفظ المستغرق لجمیع ما یصلح لہ الخ۔ اور مفہوم آیت لا یزالون مختلفین الایہ کا خاص ہے کہ الخاص ما دل علی کثرۃ مخصوصۃ او کما قیل پس بموجب فروق مذکورہ بالا کے مفہوم آیت لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ الآیہ کا جو خاص ہے آپکے معنے عام کا مخصص ہوسکتا ہے نہ برعکس لان التخصیص لا یکون الا لبعض الافراد لیکن اندرینصورت اس تخصیص سے کوئی فایدہ مترتب نہین ہوتا کیونکہ اس تخصیص کا مطلب یہ ہوا کہ آیندہ ایک خاص زمانہ مین بعض اہلکتاب ایمان لے آوینگے حالانکہ بعض اہلکتاب تو ہر زمانہ مین ایمان لاچکے ہین علاوہ یہ کہ اگر اسکے برعکس تخصیص مانی جاوے تو وہ نسخ ہوا جاتا ہے تخصیص نہین رہتی اور نسخ اخبار مین عند الاصولیین درست نہین ہے۔ ایہا الناظرین مولویصاحب نے اس مسئلہ مین غور نہین فرمایا اسواسطے اشتباہ والتباس واقع ہوگیا کہ جو آیت خاص تھی اور مخصص ہوسکتی تھی اُسکو عام قرار دیدیا اور جو آیت کہ عام تھی اُسکو خاص یا مخصوص فرمادیا۔ فتاملوا وانظروا واعتبروا یا اولی الابصار۔ **قولہ** دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے الخ۔ **اقول** مولویصاحب آیت کا تو یہ مفہوم ہے کہ مومنین متبعین قیامت تک فایق رہینگے اور کافر قیامت تک مغلوب رہینگے اور مضمون احادیث کا یہ ہے کہ وقت قیام قیامت کے سب شریر رہجاوینگے ان دونون مفہومون میں کسیطرح کا تعارض نہین معلوم ہوتا جو تخصیص یا نسخ کیطور پر ان دونون مفہومون مین توفیق کیجاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دفعۃ واحدۃ جملہ مومنین متبعین کو اللہ تعالی اپنی طرف اٹھالے اور بقیہ

شرار الناس پر اسوقت سے قیامت قایم ہو جاوے چنانچہ اس درایت کی روایت صحیح بھی مؤید ہے۔ ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیہ فیرجعون الی دین ابائھم رواہ مسلم۔ پس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مومنین متبعین کا وجود جبتک دنیا میں رہیگا قیامت تک ساتھ غلبہ کے رہیگا اور کافر مغلوب رہینگے اور جبکہ مومنین متبعین کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھالیگا تب اسوقت سے بقیہ شرذمہ کفار پر قیامت قائم ہوگی پس ثابت ہوگیا کہ وجود کفار بھی الی یوم القیامۃ رہیگا جنپر قیامت قائم ہوگی اور وجود مومنین متبعین بھی جو کفار پر وقت قیام قیامت غالب رہینگے رہیگا اور نزدیک قیام قیامت کے کچھ قبل اسکے ریح طیبہ سے مومنین اٹھالئے جاوینگے اسمین کوئی تناقض نہیں ثانیاً یہ گذارش ہے کہ سلمنا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور احادیث صحیحہ مثل لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الخلق وغیرہ اُسکی مخصص ہین لیکن چونکہ آیت مستغرق تھی کل افراد زمانوں کے واسطے اور حدیث خاص ہے واسطے وقت قیام ساعت کے پس یہ احادیث خاص اُس آیت عام کی مخصص ہوگئین لیکن اس تخصیص سے مدعا کو کیا فایدہ ہوا مانا کہ آیت مخصوص البعض ہے لیکن بعد اس تخصیص کے بقیہ افراد ازمنہ کو شامل ہین مسیح بن مریم کا زمانہ بھی داخل ہے شامل رہیگی اور شمول و عموم اُسکا زمانہ مسیح بن مریم کیواسطے حجت رہیگا کتب اصول مین یہ مسئلہ مصرح کیا گیا ہے حصول المامول مولفہ حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم و مغفور کی عبارت یہانپر نقل کیجاتی ہے۔ واما اذا کان التخصیص بمبین فقد اختلفوا فی ذلک علی اقوال ثمانیۃ منہا انہ حجۃ فی الباقی والیہ ذھب الجمہور واختارہ الآمدی و ابن الحاجب وغیرھما من محققی المتاخرین وھو الحق الذی لا شک فیہ ولا شبہۃ لان اللفظ العام کان متناولا للکل فیکون حجۃ علی کل واحد من اقسام ذلک الکل ونحن نعلم بالضرورۃ ان نسبۃ اللفظ الی کل الاقسام علی السویۃ فاخراج البعض منہا بمخصص لا یقتضی اھمال دلالۃ اللفظ علی ما بقی ولا یرفع التعبد بہ وقد ثبت عن سلف ھذہ الامۃ ومن بعدھم الاستدلال بالعمومات المخصوصۃ وشاع ذلک وذاع وقد قیل انہ ما من عموم الا وقد خص وانہ لا یوجد عام غیر مخصص فلو قلنا انہ غیر حجۃ فی ما بقی للزم ابطال کل عموم ونحن نعلم ان غالب ھذہ الشریعۃ المطہرۃ انما ثبت بعمومات پس اس تخصیص سے کہان ثابت ہوتا ہے وہ دعوے کہ مسیح بن مریم کیوقت مین سب اہل ملل و نحل اسلام مین داخل ہوجاوینگے **قولہ** یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے الخ **اقول** حسب قواعد علم اصول فقہ کے جو عام و خاص مین بظاہر ایک قسم کا

تعارض ہوا کرتا ہی لہٰذا واسطے توفیق کے عام کو عام مخصوص البعض کر لیا کرتے ہین- اور واضح ہو کہ تعارض کیواسطے یہ بھی شرط ہی کہ ہر دو ادلہ ہر وجوہ درجہ مساوی پر ہون یہ مسئلہ بھی کتب اصول مین مبین ہے پس اب گذارش یہ ہے کہ آیت لیومنن بہ قبل موتہ بچند وجوہ ذو الوجوہ ٹھہر چکی ہے تو اندرین صورت کیونکر مخصص ہو سکتی ہے اُس آیہ کے جو ذو الوجوہ نہین یعنے مثلاً یہ آیت وَاَغْرَیْنَا بَیْنَہُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ- اور اگر تخصیص بھی ما بین ان دونون آیتون کے تسلیم کیجاوے تو بیشک آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ عام تھی اور آپ بھی اُس کے عموم کے واسطے ایک زمانہ کے قائل ہین اور آیت واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ وغیرہ کا مخصوص خاص ہے کہ الخاص ما دل علی کثرۃ مخصوصۃ تو اندرین صورت خاص یعنی آیت ثانی عام یعنے آیت اول کی مخصص ہو وےگی نہ برعکس کہ عکس التقیۃ ہوا جاتا ہے کما مرّ- **قولہ** اسی واسطے اس آیہ کو قطعی الدلالۃ لذاتہا نہین کہا گیا- **اقول** جبکہ جناب والا سبب ذو الوجوہ ہونیکے آیت یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ کو کہ کو قطعی الدلالت لذاتہا نہین کہتے تو پھر آیت لیومنن بہ قبل موتہ کو کیون قطعی الدلالت فرماتے ہو کیونکہ آیت لیومنن بہ قبل موتہ بہ نسبت لفظ کہل کے زیادہ تر ذو الوجوہ ہے اول تو ضمیر بہٖ مین روایتاً و درایتاً بہت سا کچھ اختلاف ہے پھر ضمیر قبل موتہ اختلاف کثیر ہے پھر لفظ اہل کتاب مین بھی بہت اختلاف ہے پھر یہ آیت کیونکر قطعی الدلالت ہو گئی اور وہ نہ ہوئی کیا [illegible] ترجیح بلا مرجح ہے اور دلیل کی دو قسمین جو باعتبار دلالت کے آپ کرتے ہین- ایک قطعی الدلالت فی نفسہا اور دوسری قطعی الدلالت لغیرہا یہ ایک اصطلاح جدید ہے جو دوسرے پر حجت نہین کما مر غیر مرۃ **قولہ** مسلم ہے کہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ الخ- **اقول** آپ خود قسطلانی سے نقل فرما چکے ہین کہ التوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت نوع منہ اس سے معلوم ہوا کہ موت مین بھی اخذ شیٔ وافیا ہوا کرتا ہے کیونکہ والموت نوع منہ- **قولہ** آپ کو نزول عیسیٰ بن مریم سے الخ **اقول** مولانا مجھ کو یہ افسوس آتا ہے کہ آپ ہمیشہ وعدہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اگر مباحثہ کرونگا- تو بعد دیکھنے تمام ازالہ اوہام کے- لیکن افسوس یہ ہی کہ آپنے ازالہ اوہام کو اول سے آخر تک مطالعہ نفرمایا- سرسری طور پر دو ایک مقام دیکھ لئے اور مباحثہ قائم کر لیا جسکا انجام یہ ہوا کہ بہت سے امور کی بحث آپکی جانب سے ایک تکرار بے سود رہی- ازالہ اوہام اگر آپ مطالعہ فرماوین تو جناب کو صدہا صوارف ایسے قوی ملجاوین کہ معنے حقیقی ابن مریم کے ان صوارف کی وجہ سے ہرگز نہین لے سکتے مثلاً ایک صارف یہ ہے جو ان سابق لکھ چکا کہ خود صحیحین کی حدیث مین اُس مسیح بن مریم کی صفت واما مکم منکم واقع ہے اور صحیح مسلم مین اماما [illegible]

فامکم منکم بھی ہے جو سب احتمالات کو قطع کرتا ہے کما مر سابقا **قولہ** اس حدیث کو قطعی الدلالت نہیں کہا گیا صرف تائید کے لیئے لائی گئی ہے **اقول** جبکہ اس حدیث کی معارض احادیث متفق علیہ موجود ہین تو پھر حدیث بمقابلہ احادیث متفق علیہ کے ساقط رہے گی پھر تائید کے کیا معنے خصوصاً اُس حالتمین کہ درصورت عدم مخالفت و تعارض احادیث متفق علیہ کے بھی فی نفسہ وہ حجت نہین ہوسکتی ہے۔ کما مر **قولہ** آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل الخ۔ **اقول** آپ ملاحظہ فرمایئے ازالہ اوہام اور نیز جو اُس مین افادات البخاری لکھے ہین انکو مطالعہ فرمایئے تاکہ مخالفت تعلیم قرآن بھی ثابت ہوجاوے۔ وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین الذی ھدنا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدنا اللّٰہ

مولوی محمد بشیر صاحب کی پرچہ ثالث پر تنقید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر امّا بعد واضح خاطر عاطر ناظرین منصفین ہو کہ پرچے ثلثہ مولویصاحب کے جوابات حضرت اقدس مرزا صاحب کیطرف سے ایسے شافی وکافی دیئے گئے ہین کہ اب حاجت جواب دینے کی باقی نہین رہی کیونکہ مولانا صاحب نے اس پرچہ ثالث مین بھی اعادہ انہین ابحاث کا کیا ہے جنکا جواب حضرت اقدس کیطرف سے مکرر ہوچکا لیکن چونکہ مولویصاحب کیطرف سے مکرر سہ کرر درخواست مباحثہ از جہت این اس اقرار سے واقع ہوئی کہ اگر مجھکو اس مسئلہ متنازعہ فیہا کا حق ہونا اب بھی ثابت ہوجاویگا تو مین بالضرور قبول کرلونگا۔ لہٰذا ادھر سے بھی اظہار اللحق والصواب جوابہا کے شافی وکافی بامید مضمون از انکہ رتقرر کرکے مکرر سہ کرر دیئے جاتے ہین شائد کہ مولانا صاحب حسب اقرار خود اس حق کو قبول فرمالین۔ اول مین اُن تمام احادیث کا فیصلہ قطعی مجملاً چند سطور مین کرنا چاہتا ہون جو اسوقت بعض سائلین نے پیش کی ہین بعدہٗ جواب بطور قولہ واقول کے اس پرچہ ثالث کا لکھا جاویگا۔ **فیصلہ** بعض احادیث متفق علیہ درباره نزول مسیح بن مریم ساتھ قید منکم کے وارد ہین چنانچہ وامامکم منکم اور صحیح مسلم مین فامکم منکم یعنی امکم بکتاب اللّٰہ وسنت رسولہ۔ اب جسقدر احادیث کہ اس قید سے مطلق آئی ہین خواہ ہزارون ہی ہون وہ سب احادیث

مطلقہ اس مقید پر محمول کیجاوینگی کیونکہ قاعدہ مجمع علیہ علم اصول کا ہے کہ مطلق مقید پر محمول ہوا کرتا ہے ارشاد الفحول مین لکھا ہے جس کی تلخیص حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم مغفور نے ان الفاظ سے کی ہے الثانی ان یتفقا فی السبب والحکم فیحمل احدھما علی الاٰخر اتفاقا قاویہ قال ابوحنیفۃ ورجح ابن الحاجب وغیرہ ان ھذا الحمل ھو بیان للمطلق ای دال علی ان المراد بالمطلق ھو المقید وقیل انہ یکون نسخا والاول اولی وظاھر اطلاقھم عدم الفرق بین ان یکون المطلق متقدما او متاخرا او جھل السابق فانہ یتعین الحمل۔ اور اگر کوئی کہے کہ مسیح بن مریم پر تعریف مطلق کی کب صادق آتی ہے جو اس مین تقید جاری ہو تو جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت اقدس نے ازالہ مین اور نیز اخیر پرچہ ثالث مین اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ احادیث مین جو مسیح بن مریم مذکور ہے اس سے مراد مثیل مسیح ہے نہ عین عیسیٰ ابن مریم۔ چنانچہ آخر پرچہ ثالث مین تحریر فرماتے ہین کہ اطلاق اسم الشئی علی مایشابھہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جایز حسن تفسیر کبیر صفحہ ۶۸۹۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ مثیل مسیح کے مطلق ہونے مین کچھ شک نہین جسکی تقیید ساتھ منکم کے احادیث متفق علیہ سے ثابت ہو چکی اور جسقدر احادیث مطلقہ واقع ہین وہ سب محمول اس مقید پر ہو گئین فیصلہ شد + اب ایک خواب جو مولانا صاحب نے دیکھا ہے اور وہ بشرے ہے واسطے اطلاع وآگہی ناظرین کے لکھا جاتا ہے تاکہ مولانا صاحب اس مباحثہ مین اس خواب کی تعبیر کو بھی ملحوظ نظر رکھین +

خواب مولانا محمد بشیر صاحب

بتاریخ ۱۶۔ ربیع الثانی مولوی عبد الکریم صاحب ساکن پاترہ نے ہم ان سے بیان کیا کہ مولانا محمد بشیر صاحب نے خواب ذیل کو مجھسے بیان کیا۔ کہ اندر مکان کے مین کھانا کھا رہا ہون اور جسم پر لباس کسی قدر نہین ہے اس اثنا مین معلوم ہوا کہ ڈپٹی امداد علی صاحب مرحوم آئے ہین مین نے چاہا کہ انکا استقبال مکان کے باہر سے ہی کرون۔ استقبال کیواسطے باہر کو آیا تو دیکھا کہ ڈپٹی صاحب ممدوح دروازہ سے اندر آ گئے ہین مین نے معانقہ کرنیکا قصد کیا تو انہون نے فرمایا کہ تم سے کیا معانقہ کرین تمہاری حالت وہیئت تو جنون کی سی ہو رہی ہے۔ مین نے چاہا کہ کچھ جواب اسکا دون لیکن انکے لحاظ سے کچھ جواب نہین دیا اور صرف یہ کہا کہ ہم سے قصور ہوا معاف کیجئے پھر ڈپٹی صاحب سے معانقہ ہو گیا فقط تعبیر اس خواب کی یہ احقر کچھ نہین دیتا مولویصاحب اس خواب کے مضمون پر خود غور فرما دین وبس۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

قولہ اول یہ کہ آپ قبل ادعائے مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں الخ۔ **اقول** ادعائے مسیحیت بطور روحانی براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے اور ازالہ اوہام وغیرہ میں بھی وہی دعوے ہے کوئی دعوے جدید نہیں۔ آگے رہا اقرار حیات مسیح سو وہ بطور منطوق کے براہین میں نہیں لکھا گیا۔ ہاں البتہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا لکھا ہے جس سے حیات مسیح بطور مفہوم کے لازم آتی ہے اور یہ مسئلہ مقررہ علم اصول کا ہے کہ لازم القول یا لازم المذہب کا مذہب ہونا ضروری نہیں معہذا اس سے جناب کو کیا فایدہ ہوا کیونکہ مانا کہ حضرت مرزا صاحب کو حیات مسیح کا اقرار تھا لیکن جبکہ بسبب عدم وجدان دلیل کے حیات مسیح پر حضرت مرزا صاحب حیات مسیح سے دست بردار ہوگئے اور دعوے حیات ثابت نہوا تو وفات مسیح خود بخود ثابت ہوگئی کیونکہ حیات و وفات میں کوئی واسطہ نہیں ہے مگر اس صورت میں بار ثبوت حضرت کے ذمہ کہاں رہا۔

قولہ خاکسار ایک سوال کرتا ہے الی آخرہ **اقول** مولانا صاحب نے اس جگہ پر بہت سی شقوق بطور منطقیین کے جاری فرمائیں۔ مگر دانست ناقص میں طول عبث کیا ہے۔ لہذا جواب اُسکا مختصر لکھا ہے اول ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ خیال حیات مسیح بعد اس الہام کے پیدا ہوا ہے اور تسلیم کیا کہ الہام سے پہلے اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا مگر اس حد تک سے حضرت مرزا صاحب ایسے مدعی نہیں ہو سکتے جسکے ذمہ بار ثبوت ہو تقریر اُسکی وہی ہے کہ حضرت نے حیات پر کوئی دلیل اور ثبوت نہ پایا تو اس دعوے یا اقرار سے دست بردار ہوئے اور جبکہ اقرار حیات سے دست بردار ہوئے تو بجز وفات کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ اجتماع الضدین وارتفاع الضدین محالات سے ہے پس اس تقریر سے کسی طرح بار ثبوت حضرت اقدس کے ذمہ نہیں ہوا اور وفات خود بخود ثابت ہوگئی۔ اب ہم اس شق کو بھی اختیار کرتے ہیں کہ قبل الہام سے بھی یہ خیال وفات تھا مگر اسکا یقین نہیں تھا اور بعد الہام کے یقین وفات ہوگیا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ مفید یقین اسوقت میں الہام ہوا جسکی تائید نصوص نے بھی کی۔ اور اسوجہ سے کہ اکثر لوگونکو ملہم ہونا حضرت اقدس کا پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا اور اُنکے لئے الہام حجت بھی نہیں تھا لہذا حضرت اقدس نے سنت اللہ و آیات قرآن مجید سے اس یقین کو ثابت کر دکھایا تا کہ مخالفین اور منکرین الہام پر بھی حجت ہو جاوے۔ اب مخالفین کو لازم ہے کہ یا تو ان نصوص و آیات کا جواب شافی دیویں ورنہ وفات مسیح کو تسلیم کریں پھر بعد تسلیم وفات مسیح کے مسیح موعود ہونیکی بحث ہو سکتی ہے

قولہ سوم اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر الخ۔ **اقول** یہاں پر بھی وہ شقیں منطقیین کے طور پر جاری فرمائی گئی ہیں لیکن حاصل اُنکا کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ نصوص

قرآنیہ قطعی طور سے وفات مسیح پر دلالت کرتی ہین۔ اور جو عنادا اس شق پر بیان کیا گیا ہے اس کی نسبت ہم
بھی مولویصاحب سے یہا نیر صرف ایک سوال کرتے ہین تاکہ طول لازم نہ آوے جو اس سوال کا جواب مولویصاحب
دلیوین وہی جواب حضرت اقدس مرزا صاحب کیطرف سے تصور فرماوین۔ سوال یہ ہے کہ قرآنیت ہر دو سور تو ان
معوذتین کی قطعی طور پر آپ کے نزدیک ثابت ہے یا نہین بر تقدیر ثانی آپ اسکا اشتہار دین کہ میرے
نزدیک یعنے مولویصاحب کے نزدیک معوذتین قطعی قرآن نہین ہین اور بصورت شک اول لازم آتا ہے
کہ آپ کے نزدیک وہ صحابہ جنہون نے ان ہر دو سور تونکے قرآن ہونیکا انکار کیا تھا نعوذ باللہ کافر ہون
کیونکہ منکر قرآن متواتر کا جو قطعی اور یقینی ہے کافر ہوتا ہے فما هو جوابكم عنه فهو جوابنا **قولہ**
چہارم آپنے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے الخ **اقول** تعریف مدعی کی حضرت مرزا صاحب نے محض اپنی
رائے سے نہین بیان کی بلکہ فقہاء اور محدثین اور نظار جو تعریف مدعی کی بموجب اپنی اپنی اصطلاح کے کرتے
ہین اُس کی تشریح اور توضیح بطور سر اور گر کے بیان کی ہے اور قرآن مجید سے بھی مستنبط ہے وکیف لا
وكل العلم في القران لكن تقاصر عنه افهام الرجال اس مقام پر مولانا صاحب نے کتاب الاقضیہ
والشہادات کتب حدیث کو اور کتاب الدعوے کتب فقہ کو اور تمام آیات مخاصمہ وآیت مداینہ قرآن مجید کو غور
وامعان سے نظر نہین فرمایا جو ایسا کچھ فرماتے ہین کہ یہ نہ سہی کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا
کسی محدث یا فقیہ کا اسکے ثبوت کے لئے پیش کیجیے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اگر مولویصاحب کا اس فرمانیسے
یہ مطلب ہے کہ جس عبارت اردو مین حضرت اقدس نے تعریف مدعی کی بیان کی ہے وہ کہین مذکور نہین
تو البتہ یہ فرمانا مولانا صاحب کا کسیقدر درست اور راست ہے فی الحقیقت یہ عبارت اُردو کی جو حضرت اقدس نے
تعریف مدعی مین بیان کی نہ قرآن مجید مین مذکور ہے اور نہ کسی حدیث مین اور کتب فقہ عربیہ مین کہین لکھی ہے
کیونکہ وہ عربی زبان مین ہین اور بعینہا یہ الفاظ تو شاید کسی کتاب فقہ اردو مین بھی نہ نکلینگے لیکن اس بنا پر
تو جناب مولویصاحب کا سب وعظ و پند جو اردو مین ہوا کرتا ہے ... اندرینصورت
وہ سب وعظ و پند محض رائے جناب کی ہوئی جاتی ہے فما هو جوابكم فهو جوابنا اور اگر یہ مطلب نہین صرف
مطلب سے مطلب ہے تو لیجیے زیادہ طوالت تو اس تحریر مختصر مین کیا کیجاوے صرف بحوالہ حجۃ اللہ مولانا
شاہ ولی اللہ صاحب ایک حدیث کی شرح لکھے دیتا ہون۔ قال صلعم لو يعطى الناس بدعواهم
لادعى الناس دماء رجال واموالهم ولكن البينة للمدعي واليمين على المدعى عليه فالمدعي

هو الذي يدعي خلاف الظاهر ويثبت الزيادة والمدعى عليه هو مستصحب الاصل والتمسك بالظاهر ولا عدل من ان يعتبر فمن يدعي بينة فمن يتمسك بالظاهر ويدرأ عن نفسه اليمين اذا لم تقم حجة الاخر وقد اشار النبي صلعم الى سببية مشروعية هذا الاصل حيث قال لو يعطى الناس الخ يعني كان سببا للتظالم فلا بد من حجة انتهى

ایہا الناظرین اب ملاحظہ فرماؤ کہ جو تعریف اور فلاسفی مدعی ہونے کی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حکیم امت نے عربی عبارت میں بیان فرمائی اُسکا مطلب وہی ہے جو حضرت اقدس نے اردو میں بیان فرمایا کچھ اور ہے بینوا توجروا **قولہ** پنجم یہ تعریف مدعی کی الخ۔ **اقول** ہم پہلے ثابت کر چکے کہ رشیدیہ مین قید من حیث انہ اثبات بالدلیل والتنبیہ اُسی بیان کا مجمل ہے جسکو حضرت اقدس نے شرح فرمایا ہے۔ فتدبر وا۔ اور عصام الملة والدین کی مراد بھی وہی ہے جو رشیدیہ سے ثابت ہو چکی پس جو تعریف مدعی کی حضرت اقدس نے لکھی ہے بالکل مطابق ہے اُس تعریف کی جو علم مناظرہ مین لکھی ہے۔ علاوہ برین یہ کہ اس مباحثہ مین جناب والا مدعی ہو چکے ہین۔ معہذا اندرینصورت حضرت اقدس اس مباحثہ حیات وممات مین مدعی کیونکر ہو سکتے ہین۔ **قولہ** آپنے توضیح المرام اور ازالہ اوہام مین اس امر کا اقرار کیا ہے الخ۔ **اقول** اگر حضرت اقدس نے بموجب قول ابو الدرداء کے لا یفقہ الرجل حتی یجعل للقراٰن وجوھا ضمیر قبل موتہ کیطرف حضرت عیسٰےؑ کے راجع کی ہے تو اس صورت مین آیت کی تفسیر وہ ہوگی جو ازالہ اوہام مین لکھی ہے اُسکو ملاحظہ فرمایئے پھر آپکا مدعا ہر طرح پر کیونکر ثابت ہوگا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ درصورت ارجاع ضمیر موتہ کیطرف حضرت عیسٰےؑ کے وہی معنے ہون جو آپکے نزدیک ہین غایت الامر یہ ہے کہ اس صورت مین جو معنے مورد اعتراض آپ کرتے ہین وہ بھی ایک احتمال ضعیف کے طور پر ہو سکتے ہین اندرین صورت آپکے معنے قطعی کیونکر ہو جاوینگے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مثل مشہور ومقبول ہے باقی جناب کے کل قول کا جواب شافی کافی حضرت اقدس نے ایسا دیا ہے کہ خوبی اُس کی انصاف ناظرین منصفین پر موقوف ہے مگر اسکا کیا علاج ہے کہ نہ آپ اُسکو قبول کرین اور نہ جواب شافی دین۔ **قولہ** نحو آیت وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ الخ۔ **اقول** ہرگز ہرگز صحیح نہین بلکہ ذو الوجوہ ہے کما مر بیانہ **قولہ** رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے الخ۔ **اقول** یہ التباس حق کا ساتھ غیر حق کے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع

ہو گی تو سوائے معنے مضارع کے جو دونون زمانون حال واستقبال کو شامل ہے۔ اور کیا معنے ہونگے اور جملہ تفاسیر مین ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع کی ہے حتٰی کہ جلالین جو اخصر التفاسیر ہے اُسمین بھی اول قول یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع ہے پھر اور تفاسیر کا تو ذکر ہی کیا ہے پھر کوئی اہل علم ایسی بات مُنہ سے نکال سکتا ہے کہ حال واستمرار کے معنے یہان پر غلط محض ہین۔ اور اگر حضرت اقدس نے اس تقدیر پر بھی معنے استقبال کا مراد ہونا ممکن فرمایا ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ حال واستمرار کا مراد ہونا باطل ہو ایک وجہ کی امکان صحت سے دوسری وجوہ کا ابطال کیونکر لازم آگیا۔ **قولہ** بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا الخ **اقول** مولانا آپنے ضرور اس شرط کا خیال ولحاظ نہین کیا اور حضرت اقدس نے اس شرط کو پورا کر دیا کیونکہ نون ثقیلہ کا جو استعمال صحیح صحیح تھا اُسکو بھی قرآن مجید سے ہی ثابت کر دیا اور جنابنے بمقابلہ قرآن مجید کے غیر کتاب اللہ وسنت رسول کیطرف رجوع کیا اور اقوال اور فہم رجال سے جو خود بموجب آپکے اقرار کے حجت نہین استدلال کیا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ سے جو جنابنے حضرت اقدس کو الزام دیا ہے وہ ٹھیک نہین ہے بچند وجوہ۔ اما اولاً آنکہ ازالہ اوہام کی تقریر کے وقت آپ کب مخاطب تھے اور فیمابین جناب اور مرزا صاحب کے ازالہ اوہام کی تحریر کے وقت یہ شرط کب ہوئی تھی کہ قال اللہ اور قال الرسول سے باہر نجاوینگے۔ یہ شرط تو آپسے اس مباحثہ مین ہوئی ہے۔ اور ازالہ اوہام جواب ہے سب مخالفین مختلف طبائع کا ہر شخص کو اُسکے فہم کے بموجب الزام اور جواب دیا گیا ہے پھر اس مباحثہ مین یہ نقض واعتراض کیون کیا جاتا ہے۔ اما ثانیاً آنکہ حضرت اقدس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ مین کس نحوی کے قول سے استناد کیا ہے وہان پر بھی محاورہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت کی ہے کہ قال صیغہ ماضی کا ہے اور اُسکے اول مین اذ موجود ہے جو تمام محاورات قرآن مجید مین واسطے ماضی کے آتا ہے پس عبارت مندرجہ صفحہ ۶۰۲۔ ازالہ مین غیر اللہ کے کلام سے کب استدلال کیا ہے بینوا توجروا۔ مولانا یہی تو حضرت اقدس کا کمال ہے جو دوسرے مین نہین پایا جاتا کہ ہر ایک مطلب کو قرآن مجید سے ہی استخراج واستنباط فرماتے ہین صدق اللہ تعالٰی لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ **قولہ** آپ ایسی باتین کرتے ہین الخ **اقول** یہ تو آپکا ہی مغالطہ ہے نہ حضرت اقدس کا ورنہ آپ پر لازم ہے کہ جن آیات مین آپنے معنے استقبال کے لئے ہین۔ اُس استقبال کی تصریح یا تو قرآن مجید سے

یا حدیث صحیح سے یا قول صحابی سے ثابت کریں اور اس آیہ کو آپ بھی تو پیش رکھیں کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ **قولہ** یہ بات بھی آپ کی سراسر مغالطہ ہی پر مبنی ہے الخ۔ **اقول** جناب نے بغیر سوچے اور تامل کئے اُس مغالطہ کو جسکے مسند الیہ آپ ہی ہیں۔ حضرت اقدس کیطرف نسبت کیا ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ جو علما عارف باللہ اور مؤید من اللہ ہوتے ہیں وہ بتائید روح القدس جملہ علوم کا استخراج قرآن مجید سے کر سکتے ہیں قال اللہ تعالیٰ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ وایضاً قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وایضاً قال اللہ تعالیٰ وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور علما ظاہر کو یہ بات نصیب نہیں ہو سکتی اُن کو البتہ اشد احتیاج طرف علوم رسمیہ اور فنون درسیہ کی ہوتی ہے یہ مسئلہ اپنے محل پر ثابت کیا گیا ہے اور کافی وکامل طور پر آیت کے معنے کا کھل جانا اور اُسپر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت ملجانا ثابت ہو گیا اب اسکا کوئی اہل علم انکار نہیں کر سکتا اور کوئی قاعدہ نحویہ اجماعیہ آپنے ایسا بیان نہیں فرمایا جسکا ادھر سے انکار کیا گیا ہوا اور نون ثقیلہ کا حال تو آپکو معلوم ہو چکا اور اب یہ بھی سنا جاتا ہے کہ سابق میں جسقدر شد و مد سے نون ثقیلہ کی بحث طلبہ کے روبرو بیان فرمایا کرتے تھے اب اُس نون ثقیلہ کا نام تک نہیں لیا جاتا مثل مشہور ہے جولۃ غیر الحق ساعۃ وجولۃ الحق الی الساعۃ اور حضرت اقدس نے کسی علم میں آپ سے الزام نہیں کھایا تمام علوم رسمیہ و فنون درسیہ کے رو سے جناب پر ہی الزام عاید ہو گیا ہے کما مر۔ اور ایسی باتیں کرنے سے جو آپکی یہ غرض ہو کہ حضرت اقدس کی ناواقفی علوم درسیہ سے لوگوں پر ثابت کریں یہ غرض ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ علاقہ پنجاب میں سب کو معلوم ہے کہ اوائل عمر میں سب مراحل اور جملہ منازل علوم درسیہ کے بھی آپ طے فرما چکے ہیں اور فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ علما ظاہر کو ان علوم سے چارہ نہیں پھر معہذا آپ نے جو علما ظاہر ہیں سے ہیں ان علوم کو کیوں ترک فرما رکھا ہے۔ پس اگر جناب کو حضرت اقدس سے مباحثہ کرنا ہے تو پہلے ان دو کاموں میں سے ایک کام کیجئے اور اگر ایک بھی آپ قبول نہ کرینگے تو یہ امر اُس بات پر محمول ہوگا جسکو آپ حضرت اقدس کیطرف منسوب فرماتے ہیں یا توان علوم درسیہ کے اجماعی باتوں کے تسلیم کرنیکا اقرار کیجئے یا بالفعل مناظرہ سو توقف کرکے ایک ایک کتاب ایسے قاعدوں کی رائج و شائع کیجئے جیسا نون ثقیلہ کا قاعدہ جناب نے ایجاد فرمایا ہے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ اُن قواعد نو ایجاد کو سب علماء اسلام

قبول بھی کرلیں اور اگر سب علمائے اسلام نے قبول نکیا تو پھر ایسے ایجادوں سے کیا فایدہ ہوا پس بموجب
اُس طریقے کے جوجنابنے دربارہ نون ثقیلہ ایجاد کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دیسکتا جب آپ
کسی علم میں ترمیم فرماوینگے تو دوسرا بھی ترمیم کرسکتا ہے **قولہ** اسکا جواب عامہ تفاسیر میں الخ۔ **اقول**
یہ کون کہتا ہے کہ عامہ تفاسیر میں اسکا جواب بطور تاویلات رکیکہ اور توجیہات ضعیفہ کے نہیں لکھا مطلب
تو یہ ہے کہ قواعد نحو جو کتب درسیہ نحو یہ میں لکھی ہیں۔ قرأت متواترہ اِنَّ ہٰذَانِ اُسکے خلاف ہے جسکا نتیجہ یہ
ہوا کہ قواعد علوم تابع وخادم قرآن مجید ہیں! ورقرآن مجید سب کا متبوع اور مخدوم پس جملہ علوم کو تابع قرآنمجید کا
کرنا ضرور ہے نہ برعکس پس بمقابلہ وتعارض قرآنمجید کوئی قاعدہ ہو ساقط الاعتبار رہیگا۔ کما مر بیانہ
قولہ یہ خطا فاحش ہے **اقول** یہ خطا فاحش ہے کیونکہ اِنَّ ہٰذَانِ قرأت متواترہ کب ہے جو یوں لکھا جاتا۔
کہ بجائے ان ہذین کے اِنَّ ہٰذَانِ لکھا ہوا اور لفظ فاش کو مولویصاحب نے خلاف محاورہ فرس کے فاش لکھا ہے
یہ خطا فاش محاورہ فرس ونیز محاورہ اردو کی ہے **قولہ** یہ بات اگر قواعد اختلافیہ کی نسبت ہے الخ **اقول**
جو مضارع موکد بہ لام تاکید معہ نون تاکید کے ہووے اُسکا استعمال التزاماً خالص استقبال کیلئے ہونا کسی
ایک امام نحو نے بھی نہیں لکھا۔ چہ جائیکہ اسپر اجماع ہوگیا ہو ومن ادعی الاذن فعلیہ البیان
اور میزان الصرف وغیرہ کے حاشیہ میں لکھی ہونے سے اجماع ائمہ نحات کا ثابت نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آپکو ضرور ہے
کہ جلد اشتہار ایسا بکادیویں کہ خالص استقبال کا مراد ہونا اور وہ بھی التزاماً ہر ایک صیغہ مضارع موکد بلام
تاکید ونون تاکید میں جو ہمنے لکھا تھا اور اُسکو منسوب باجماع ائمہ نحات کیا تھا وہ خلاف نفس الامر کے اور
غیر صحیح تھا ہمنے اُس سے رجوع کیا تاکہ کوئی آپکا معتقد دروازہ الحاد کا نہ کھولنے پاوے۔ **قولہ** سُبْحَانَكَ
هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ **اقول** التفاسیر المعتبرۃ تشهد بها واللّٰه الكريم وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ
قولہ آپ ان اکابر کا مطلب الخ **اقول** آپ ہی ان اکابر مفسرین کا مطلب بالکل نہیں سمجھے فافہم۔
قولہ توضیح المرام سے معلوم ہوتا ہے الخ۔ **اقول** ایہا الناظرین ذرا انصاف کرو اور برائے خدا اللہ تعالیٰ
سے ڈرکر توضیح المرام کو بھی دیکھو اور ازالۃ الاوہام کو بھی ملاحظہ کرو کہ حضرت اقدس نے کس جگہ پر آیت

لیومنن بہ قبل موتہ کو وفات مسیح پر قطعی الدلالت یقینی یا صریح الدلالت لکھا ہے جو مولویصاحب بطور معارضہ
کے فرماتے ہیں کہ آپکی یہ تقریر بادنی تغیر آپ پر منعکس ہوجاتی ہے الخ ہاں البتہ اگر حضرت اقدس آیت
لیومنن بہ قبل موتہ کو وفات مسیح پر قطعی الدلالت فرماتے جیساکہ مولویصاحب اس آیہ کو حیات مسیح پر

قطعی الدلالت فرماتے ہیں تو بالضرور جو الزام مولوی صاحب پر عائد ہے وہ حضرت اقدس پر بھی عائد ہو جاتا
و اذ لا فلا۔ آگے رہی یہ بات کہ کوئی ایسے معنے کسی آیت کے جو مفسرین سابقین پر مکشوف نہ ہوئے ہوں اور
وہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر مکشوف ہوں سو اسمیں کوئی محذور لازم نہیں آتا کم ترک الاول
للاخر مثل مشہور ہے کیونکہ یہ بات اپنے محل پر ثابت کیگئی ہے کہ معارف و اسرار قرآن مجید کے ایک خزاین
لا انتہا ہیں جو وقتاً فوقتاً اولیا اللہ اور علماء عارفین باللہ پر نازل ہوتے رہتے ہیں پچھلے مفسرین نے
یہ کب دعوے کیا ہے کہ جسقدر معارف و اسرار قرآن مجید کے تھے وہ سب ہم پر مکشوف ہو گئے اور اب
آیندہ کوئی اسرار اور معارف باقی نہیں رہا خصوصاً تفاصیل و تفاسیر ان پیشگوئیوں کی جو ابھی تک واقع
نہیں ہوئیں اُنکی نسبت تو سب کا یہ اقرار ہے کہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ قال اللہ تعالے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا
بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ جبکہ ہر شے کی نسبت ایسا کچھ ارشاد فرمایا گیا تو قرآن مجید جو افضل الاشیا ہے اُسکے
خزاین اسرار کا کیا ذکر ہے **قولہ** یہ طعن بادنی تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ **اقول** جوابہ
مرّ آنفا۔ **قولہ** اس عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے الخ۔ **اقول** جو معنے آیت لیؤمنن
بہ قبل موتہ کے آپ لیتے ہیں ان معنے کو تمام مفسرین محققین نے سوائے ابن جریر طبری و من تبعہ کے
بطور مرجوح قول ضعیف قرار دیا ہے اور قول اول اور راجح یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی طرف کتابی
کے راجع ہے اور مانا کہ دونوں احتمال مساوی درجہ پر ہیں اور پھر یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکے نزدیک قول
مرجوح تو راجح ہے اور قول راجح مرجوح ہے لیکن معہذا ایک قول کو قطعی الدلالت کہنا باطل ہے اذا
جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور آیت اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ بالضرور وفات مسیح میں
صریح الدلالت ہے اور توفی کے معنے میں سوائے وفات کے جو اور قول لکھے ہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ اب اگر
کہا جاوے کہ جبکہ تمنے آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ کو بسبب ذو الوجوہ اور ذو احتمالات ہونیکے متشابہ قرار دیدیا
اور تمہارے نزدیک صریح الدلالت نہ رہی تو پھر آیت مُتَوَفِّيْكَ۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ بھی وفات
مسیح میں صریح الدلالت نہ رہی کیونکہ وہ بھی ذو الوجوہ ہے اسواسطے کہ تفاسیر میں معنے توفی کے سوائے
موت کے اور کچھ بھی تو لکھے ہیں تو جواب یہ ہے کہ احتمال کی دو قسمیں ہیں ایک تو احتمال ناشی عن الدلیل
ہوتا ہے اور دوم احتمال غیر ناشی عن الدلیل۔ احتمال ناشی عن الدلیل مقبول ہوتا ہے اور جس

کلام مین احتمال ناشی عن الدلیل پیدا ہو وہ کلام بالضرور ایک وجہ پر قطعی الدلالت نہین رہتا اور
جو احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہو وہ عند اولی الابصار ساقط الاعتبار ہوتا ہے اگر ایسے احتمالات
بعیدہ کا لحاظ کیا جاوے تو ہمکو ضروریات دین کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جاوے گا تفاسیر مین سب
طرح کے اقوال ضعیفہ و رکیکہ و روایات موضوعہ مندرج ہین اگر اُن سب روایات موضوعہ اور اقوال
رکیکہ کو تسلیم کیا جاوے تو پھر شرع اسلام مین ایک بڑا غدر برپا ہو جاویگا اور اگر کوئی کہے کہ توفی کے معنون
مین سوائے وفات و موت کے جو دوسرا احتمال مفید مخالفین ہو وہ بھی ناشی عن الدلیل ہے تو گذارش
یہ ہے کہ ایسے مدعی پر لازم ہے کہ ثبوت اس احتمال کا دلیل سے ثابت کرے اور انعام ایکہزار روپیہ
کا جو حضرت اقدس نے ازالۂ اوہام مین ایسے شخص کیواسطے مشتہر کیا ہے وہ طلب کرے بعد طے کرنے
اس مرحلہ کے یہ بات زبان پر لاوے کہ معنے توفی مین سوائے موت و وفات کے دوسرا احتمال بھی ناشی
عن الدلیل ہے و دونہ خرط القتاد **قولہ** نووی کی عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا
ہے الخ- **اقول** جبکہ نووی جیسے شارح حدیث نے یہ امر بدلیل ثابت کیا ہے کہ اکثر ائمہ تفسیر نے
ضمیر موتہ کی کتابی کیطرف راجع کی ہے تو قطعی الدلالت ہونے مین آیت مذکورہ کے دربارہ حیات مسیح
کیونکر فرق نہ آویگا- آگے رہا آپکا جرح جو نسبت قطعی الدلالت ہونے آیت متوفیک وغیرہ کے کیا ہے
اُسکا جواب مختصراً بھی اوپر گذر چکا ہے اور تفسیر ابن کثیر مین جو یہ قول نقل کیا ہے کہ المراد بالوفاۃ
ھٰھنا النوم یہ جناب کو کچھ مفید نہین کیونکہ یہ رائے ہے ایک مفسر کی غایت الامر یہ کہ ایک جماعت قلیلہ
کی رائے ہے جو غیر پر حجت نہین - خصوصاً ایسی حالت مین جو صحیح بخاری کی معارض ہو بالفعل
ہم اس رائے پر یہ جرح کرتے ہین کہ اگر مراد توفی سے اِنامت ہوتی تو فیرسل الاخرے کا مضمون
واقع ہو جاتا یا اُسکی نسبت کچھ ایسی تصریح ہوتی کہ یہ نوم ایک غیر معہود نوم ہے یہ کیسی نوم ہے کہ قریب
دو ہزار برس کے گذر چکے اور ابھی تک یُرسِلُ الاُخریٰ واقع نہین ہوا کما مر بیانہ سابقاً اور
حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کو وفات مسیح مین قطعی الدلالت
نہین لکھا ومن ادعی فعلیہ تصحیح نقل **قولہ** اور ایک ترجمہ کے اوراق کو پڑھا یا ہو الخ
اقول جبکہ خلاف مع الدلیل ہو تو ثابت ہو چکا کہ منافی قطعیت ہے اور آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اور
فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ مین جو احتمال دوسرا معنے توفی مین ہو وہ ناشی عن الدلیل نہین لہذا وہ احتمال اُسکے

قطعی الدلالت ہونے میں مضر نہیں ہو سکتا اور یہ چند مرتبہ گذر چکا کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ
کو حضرت اقدس نے دربارہ وفات مسیح قطعی الدلالت کہیں نہیں لکھا **قولہ** اور تفسیر مظہری والے کا یہ
تقول الخ **اقول** مولانا صاحب قبل حیات صاحب تفسیر مظہری کا اگر آپکے نزدیک تقول تھا اور مخدوش تھا اور مخالف
تھا تفاسیر کی تو کسی تفسیر سے اسکا مخدوش ہونا بدلائل ثابت کیا ہوتا بلا وجہ کسی مفسر کے قول مبرھن کو مخدوش
اور تقول اور مخالف کہدینا دیانت اور انصاف کے خلاف ہے اور جو کہ معنے حال سے جناب نے نون ثقیلہ
کو قرار دیا تھا وہ تو صارف رہا ہی نہیں پھر اگر کوئی طالب حق تفسیر مظہری کیطرف سے آپکی خدمت میں یہی
کہ لام تاکید جو حال کے واسطے آتا ہے وہ صارف عن معنے الاستقبال ہے تو آپ اسکا کیا جواب دینگے اور طرفہ
یہ ہے کہ جس تفسیر کی عبارت کو جناب نے دار مدار اپنے مباحثہ کا گردانا ہے اور مناط استدلال اسکو قرار دیا ہے اس
عبارت میں خود جناب نے یہ قول بھی نقل کیا ہے وقال الحسن البصری یعنی النجاشی و اصحابہ رواھما
ابن ابی حاتم - اب آپ ہی انصاف فرماویں کہ جب حال کے معنے آپکے نزدیک محض باطل تھے تو جناب نے
قول حسن بصری کو جو مناقض آپکے مدعا کے ہے کیوں نقل فرمایا اور اسکا ابطال بدلیل کیوں نہیں کیا یہ کیا
بات ہے کہ جس معنے کو التزاماً آپ مراد لیتے ہیں اسپر استدلال قول مناقض سے کیا جاوے - اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ
اور رواۃ اسناد قرأت ابی کعب کی جو تفسیر ابن کثیر میں درج ہے اور جناب نے انکی تضعیف کی ہے اور علم
اسماء الرجال میں ہمہ دانی ظاہر فرمائی ہے اسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ جناب کی تحریر میں خفیف بالفا لکھا
ہوا ہے اور تقریب میں کسی جگہ خفیف کا ترجمہ نہیں لکھا اگر خصیب بصاد و باء ہے تو جناب پر واجب تھا
کہ اول تو بمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب کے جو آپکے نزدیک علم اسماء الرجال میں دخل نہیں رکھتے
اور شاید اس علم میں حضرت اقدس کو توجہ والتفات نہوا ہو کیونکہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ
میں اس علم کو قشر علوم حدیث فرمایا ہے اندرینصورت آپ ثابت کرتے کہ خصیب تین ہیں جن میں سے یہاں کے
خصیب بصیغہ تصغیر معین ہے اور یہ ترجمہ اسکا جو مراتب اثنا عشر سے مرتبہ خامسہ پر واقع ہے کہ بموجب
علم اصول حدیث کے اس مرتبہ خامسہ کا فلاں حکم ہے مثلاً یہ کہ حدیث اسکی اس مرتبہ فلاں کی ہوتی ہے
علی ھذا القیاس - عتاب بن بشیر کا مرتبہ بھی مراتب اثنا عشر سے مرتبہ خامسہ پر ہی ہے پس بمقابلہ ہم جیسے طلبہ
کے جو علم اسماء الرجال سے بیخبر ہیں اس قدر تو آپ پر ضرور واجب تھا کہ رواۃ مرتبہ خامسہ کا حکم علم اصول حدیث
سے بیان فرما دیتے تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ ایسے رواۃ مرتبہ خامسہ کی روایت سے جو کوئی قرأت آئی ہو اسکی تائید

کرنا کسی معنے قرأت متواترہ کا جیسا کہ تمام مفسرین محققین نے کیا ہی درست نہین ہے اب تھوڑی سی گذارش اور ہے کہ عتّاب بن بشیر سے بخاری ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی نے تخریج کی ہی جیسا کہ تقریب مین بھی لکھا ہے کیا جناب کے نزدیک یہ عتّاب ساقط الاعتبار ہے۔ آگے رہا خصیب جن محدثون نے اُس سے تخریج کی ہے اسکو مین ابھی نہین لکھتا کیونکہ تقریب مین بھی اُسکے ترجمہ مین اسمقام پر کچھ نہین لکھا دیکھ رہا ہون کہ آپ عتّاب کی نسبت کیا جواب دیتے ہین یا اس ناچیز پر عتاب ہی عتاب فرماتے ہین

قولہ عموماً یہ بات غلط ہے **اقول** اس اسناد کی رُواۃ مین علل ظاہرہ تو جناب والا بیان فرما چکے لیکن علل خفیۂ غامضہ سے اطلاع نفرمائی۔ شاید اسواسطے کہ اُنکی پرکھ سوائے جناب والا کے اور کسی کو حاصل نہین اسیواسطے تمام مفسرین محققین نے اس قرأۃ سے بغیر تحقیق تائید معنے قرأت متواترہ کے فرمائی ہی کیونکہ وہ ان علل خفیۂ غامضہ سے واقف نہ تھے اور جناب والا واقف ہین **قولہ** ہان دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ مین البتہ منقول ہین الخ **اقول** جبکہ حسب اقرار جناب کے دو قول آیت کی تفسیر مین منقول ہین اور یہ ثابت ہوچکا کہ تمام تفاسیر مین قول راجح بدلائل یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع ہے تو پھر جو معنے جناب لیتے ہین انکی قطعیت مین کیونکر فرق نہ آویگا اور ماھو جوابکم فھو جوابنا جو ارشاد ہے وہ یہان پر نہین ہوسکتا یہ تو قیاس مع الفارق ہے کیونکہ آیت انی متوفیک اور فلما توفیتنی مین احتمال مخالف غیر ناشی عن الدلیل ہی یہ تو مقابلہ نص کا ہوا جاتا ہے۔ ساتھ قول کے بلکہ ترجیح قول کی اوپر نص کے ہوئی جاتی ہے اور یہی تو تقلید ناجائز ہے جسکو ہم اور آپ مدت سے چھوڑ بیٹھے ہین فی الجملہ کلام مین خواہ کلام الٰہی ہو یا کلام رسول مقبول صلعم کسی معنے کو اقوال سے ترجیح ہوسکتی ہی اور نص کے مقابل قول کی ترجیح درست نہین کتب اصول فقہ مثل مسلم الثبوت وغیرہ کے یہ مسئلہ معتبر نہین ہوچکا ہے بسبب عدم فرق کرنے کے ان دونون امرون مین جناب والا کو اسمقام پر دھوکا ہوگیا ہی ذرا اسبارہ مین غور فرمایا جاوے پس ثابت ہوا کہ یہ قیاس جناب کا قیاس مع الفارق ہے **قولہ** بکذب صحیح ہے **اقول** صحیح بخاری سے ثابت ہوچکا ہے کہ ابن عباس وفات مسیح کے قایل ہین پس بحکم قاعدہ اصول حدیث کہ صحیح بخاری مقدم ہے سب کتب حدیث پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری مسئلہ مسلمہ ہی پس سوا اسکے جو قول مخالف ابن عباس کا ہی ساقط رہیگا پھر گذارش یہ ہی کہ بعض ائمہ دیگر بھی مثل ابن اسحاق اور وہب وغیرہ کے وفات مسیح کے قایل ہین اور جو معنے اس آیت کے ابومالک نے کئے ہین کہ ذلک عند نزول عیسی بن مریم لا یبقی احد من

اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ اسکو آپ فرما چکے ہین کہ آیت سے یہ معنے یعنی وقت نزول ہرگز ثابت نہین ہوتے اور حسن بصری کیطرف قبول ان معنے کا اسناد کرنا نہایت موجب تعجب ہے حسن بصری کا قول تو جناب نے یہ نقل کیا ہو یعنے النجاشی واصحابہ اس قول مین معنے استقبال سے کیا نسبت یہ تو عاص حال ہوگیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو خود ان معنے کا قبول بطور شک کے فرماتے ہین نہ مثل جناب کے کہ یہ آیت معنے مطلوب مین قطعیۃ الدلالت لذاتہا ہے اور ابن کثیر سے جو جناب نقل فرماتے ہین کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہین الخ۔ لہذا جناب سے مطالبہ دلیل قاطع کا ہے وہ دلیل قاطع بیان فرمائی جاوے شگفتہ تر کسی بات کو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار آگے رہا کسی کا قول کسی کی نزدیک اولی ہونا یا اصح ہونا سو یہ چیز دیگر ہے اور قطعی الدلالت ہونا چیز دیگر و شتان بینہما پس تقریب دلیل جناب کی محض ناتمام ہے **قولہ** مین تو وہی معنے جو تمام صحابہ و تابعین وغیرہم سے الخ **اقول** تمام صحابہ یا تابعین سے منقول ہونا ان معنی کا غیر صحیح ثابت ہو چکا اور آپ خود تسلیم فرما چکے کہ ہان دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ مین البتہ منقول ہین **انتہی قولہ** پس ایسا کچھ فرمانا جناب کا اس اقرار کے مناقض ہے اور مسائل مستنبط کتاب و سنت کو مخترع فرمانا یہ ایک اختراع جدید ہے اور اہل لسان اپنی کلام مین ازمنہ ثلثہ کی تصریح کب کیا کرتے ہین بلکہ عجم کے علما اور غیر علما بھی وقت تخاطب کے ایسی تصریحات نہین کیا کرتے یہ صرف عجم کے اطفال وقت پڑھنے میزان منشعب کے پڑھا کرتے ہین کہ **فعل** کیا اس ایک مرد نے بیچ زمانہ گذرے ہوئے کے صیغہ واحد مذکر غائب کا بحث اثبات فعل ماضی معروف کی آور حضرت اقدس مرزا صاحب نے جو زمانہ استقبال کو بھی تسلیم فرما کر معنے بیان فرمائے ہین وہ تو یہ مضمون ہے کہ خصم را تا بدر وازہ باید رسانید یہ جناب کو کیا مفید ہے اور یہ جو آپ ارشاد فرماتے ہین کہ جن صحابہ نے ارجاع ضمیر کا طرف کتابی کے کیا ہے وہ خطا پر ہین اگر آپکی اس تخطیہ صحابہ کو سری طور پر تسلیم بھی کر لیا جاوے تو حضرت مرزا صاحب جو عاشق رسول مقبول اور فریفتہ محبت صحابہ صلعم ہین۔ ہرگز اس آپکی بات کو تسلیم نہ کرینگے کہ وہ صحابہ قطعی غلطی اور باطل پر ہین جیسا کہ آپ پرچہ اول مین فرما چکے ہین کہ جتنے معنے اسکے ما عدا ہین سب غلط اور باطل ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ مقام استبعاد کا نہو **قولہ** قرأت مذکورہ فی الواقع ضعیف ہے الخ **اقول** جبتک کہ حکم ترجیہ عتاب بن بشیر اور خصیب کا بموجب علم اصول حدیث کے بیان نفرمایا جاوے اور یہ نہ ثابت کیا جاوے کہ ایسی رواۃ جو مرتبہ خامسہ مین واقع ہین انکی روایت سے جو قرأت آئی ہو اوس سے تائید معنی قرأت کے درست نہین تب تک یہ قول قابل قبول نہین ہو سکتا کیونکہ تمام مفسرین محققین اس

قرأت کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے لائے ہین **قولہ** معنے مذکور کا فساد اسوجہ سے نہین ہو الخ۔
اقول جبکہ اس معنے کا فساد جو آپکے معنے کے مخالف ہین اس وجہ سے نہین ہو کہ وہ مخالف ہو قاعدہ نحو کے تو پھر اور کس وجہ سے وہ فساد ہے بیان فرمایا جاوے ہمنے یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکے معنے قاعدہ نحو کے سراسر موافق ہین لیکن اس سے یہ کیسا لازم آتا ہے کہ دوسرے معنے بوحسب اقرار جناب کے مخالف قاعدہ نحو کے نہین ہین وہ فاسد اور باطل ہون یہ کیسا معما ارشاد فرمایا گیا ذرا سوچکر اور تامل فرماکر توضیح اسکی فرمائی جاوے **قولہ** پس اس قول کا کذب کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہوگیا **اقول** یہ بات اپنے محل پر ثابت ہو چکی ہو کہ جب صرف اقوال رجال مین بحث آکر پڑتی ہے تو لحاظ کثرت اقوال کا کیا جاتا ہو نہ قلت کا پس اگر تمام جہان کی تفسیرون مین سے ایک تفسیر ابن جریر جناب کے پیش فرمادی اور ابن کثیر اسکا تابع ہوا تو اس سے قطعیت معنے جناب کی کیونکر حاصل ہوگئی۔ ایک یا دو مفسرین تو ایک طرف اور تمام جہان کی تفسیرین دوسری طرف۔ اب آپ ہی انصاف سے فرماوین کہ کس کو ترجیح دیجاویگی پھر اگر حضرت اقدس مرزا صاحب نے بموجب مثل مشہور و مقبول وللاکثر حکم الکل کے ایسا کچھ ارشاد فرمایا کہ سب کے سب آپ ہی کے معنے کو ضعیف ٹھہراتے ہین تو اس قول کا کذب کالشمس فی نصف النہار کیونکر ظاہر ہوگیا بحکم النادر کالمعدوم وللاکثر حکم الکل کے یہ تو عکس القضیہ ہے اور پھر یہ سب مضمون اُسصورت مین ہو کہ معنے مطلوب جناب کے نصوص کے متعارض نہوتے درصورتیکہ یہ معنے متعارض نصوص بینہ کے ہین تو پھر ابن جریر کے قول سے جسکا تابع ابن کثیر بھی ہوگیا ہے قطعیت آپکے معنے کی اور بطلان دوسرے معنے کا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے بینوا توجروا **قولہ** بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہو نہ اثبات دعوٰی۔ **اقول** بڑی تعجب کی بات ہو جب آپکے معنے پر کوئی بڑا فساد لازم آتا ہو تب آپ دعوٰی ہی سے دست بردار ہو جاتے ہین اور پھر بھی اپنے دعوے کو قطعی الثبوت فرمائے جاتے ہین۔ جناب من اگر معنے قرأت متواترہ کے وہ کئے جاوین جو قرأت غیر متواترہ سے ثابت ہوتے ہین تو پھر دعوے جناب پر اب کونسی دلیل باقی رہگئی۔ مولانا رفع مخالفت جو آپ کیا کرین ذرہ سوچکر اور تامل فرماکر کیا کرین وہ رفع مخالفت ہی کیا ہوا جس سے دعوے بالکل نیست ونابود ہو جاوے۔ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا **قولہ** سند مین جو جرح ہو وہ الخ
اقول کوئی ایسی جرح جناب نے بیان نہین فرمائی جس سے تمام مفسرین محققین کا اس قرأت غیر متواترہ

کو واسطے تائید معنے قرات متواترہ کے لانا باطل ثابت ہو اور اسکا جناب سے مطالبہ ہے **قولہ** تفسیر ابن
جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہیں **اقول** جواب اسکا مکرر سہ کرر گذر چکا۔ بھلا
تیرہ سو برس کی تفاسیر اسقدر کثیر کا مقابلہ صرف ایک تفسیر ابن جریر و من تبعہ یعنے ابن کثیر کیا کر سکی
وللاکثر حکم الکل و النادر کالمعدوم علاوہ یہ کہ اقوال مندرجہ ابن جریر معارض ہیں نصوص
قرآن مجید اور حدیث شریف کے فتسقط لا محالۃ **قولہ** یہ محض غلط ہے الخ **اقول** یہ ثبوت
تعارض بین المعنیین کی کیا عمدہ دلیل ارشاد ہوئی ہے سبحان اللہ مگر یہ تو ارشاد ہو کہ یہ تعارض کونسا
ہے آیا صرف تعارض عرفی بمعنے متعدد کے ہے یا بمعنے تناقض منطقی کے بشق اول حضرت مرزا صاحب کو
کچھ مضر نہیں دو متعدد معنے جمع ہو سکتے ہیں مثلاً یہ معنے کہ ہر ایک اہل کتاب کو قبل موت عیسیٰ
بن مریم کے یہ خیالات شک و شبہ صلب و قتل کے حضرت عیسے بن مریم کی نسبت چلے آتے ہیں جو اس
آیت کے اوپر مذکور ہیں اور انکو ان شبہات کے ہونے پر یقین ہے اور یہ معنے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے
اس بیان مذکورہ بالا پر ایمان و یقین رکھتا ہے کہ مسیح بن مریم یقینی طور پر صلب و قتل کی موت سے نہیں
مرا اسکی قتل یا صلب کی نسبت صرف شکوک و شبہات ہیں علی ہذا القیاس اور معانی جو حضرت اقدس نے
ازالہ وغیرہ میں بہ سبب ذو الوجوہ ہونے آیت کے لکھے ہیں وہ متناقض نہیں جو باہم جمع نہ ہو سکیں۔ اور
بشق ثانی ان دونوں معنوں میں تناقض ثابت فرمایا جاوے ورنہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ الہامی
معنے ان معنوں کے مغائر نہیں بہت درست اور نہایت صحیح ہے۔ پھر سخت تعارض اور بین تخالف
کیسا۔ یہ کیا ضرورت ہے کہ در صورت ارجاع اس ضمیر کیطرف کتابی کے ہو نہیں ہمنے ان دونوں معنے کا غیر متناقض
ہونا ثابت کر دیا ورنہ جمع کیوں ہو سکتی اجتماع النقیضین تو درست ہے ہی نہیں اور حضرت مرزا صاحب یہ
کب کہتے ہیں کہ ضمیر قبل موتہ کیطرف عیسے بن مریم کے رجوع نہیں ہو سکتی وہ تو یہ کہتے ہیں کہ در صورت ارجاع
ضمیر کے طرف عیسے بن مریم کے وہ معنے جو آپ کیے ہیں وہ مورد فساد ہیں اور اسوجہ سے قابل تسلیم نہیں ہیں اور آیت
وان من اھل الکتب کو وفات مسیح میں مرزا صاحب نے کسی جگہ یقینی صریحۃ الدلالت اور قطعیۃ الدلالت نہیں
لکھا ہاں وفات مسیح میں بطور اشارۃ النص کے لکھا ہے اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ آیت ذو الوجوہ کا باوجود
اقرار ذو الوجوہ ہونیکے ایک وجہ پر اصرار کرکے اسوجہ کو قطعیۃ الدلالت کہدینا اور باقی وجوہ کا بلا دلیل تجدید و انکار
کرنا وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم کا مصداق ہے یا نہیں۔ **قولہ** یہ امر مسلم ہے الخ۔

اقول یہ ایک نزاع لفظی ہے اور مرزا صاحب کو کچھ مضر نہیں کیسی کلمہ کے تکلم کے بعد متصلہ کا زمانہ آپکے نزدیک استقبال قریب ہے اور اہل عربیہ کے نزدیک حال ہے مطول اور ہوامش اسکے سے یہ مطلب ثابت ہوچکا اور ایسے مناقشات کرنیکی نسبت عرف اور اہل عربیہ کیطرفسے محشیان مطول وغیرہ یہ کہہ چکے کہ یہ مناقشات واہیہ ہیں **قولہ** فرق نہ کرنا الخ **اقول** فرق کرنا ایسی عرفی باتون مین جو نہایت درجہ کی موشگافی ہے لاحاصل ولاطائل ہے جو منجملہ مناقشات واہیہ کے ہین نہ داب محصلین جیساکہ ماہر علم عربیہ وفنون بلاغت بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہین **قولہ** بلکہ کہا گیا ہے کہ اسکا ایقا الخ **اقول** اسکے کیا معنے کہ مجاہدہ تو کرین زمانہ حال مین اور ہدایت حاصل ہو کسی زمانہ نامعلوم آیندہ مین ای مولانا مجاہدہ کے ساتھ ہی بطور اتصال لزومی کے ہدایت الہی فوراً اور معًا پہونچ جاتی ہے بلکہ مجاہدہ فی اللہ بھی خود ہدایت سے ہی ہوتا ہے۔ مجاہدہ اور ہدایت کا ایسا اتصال ہے جیسا شمس اور وجود نہار مین اگر جناب کو اسمین کچھ کلام ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس بارہ مین دلایل علمیہ کتاب و سنت سے پیش کیجاوینگی بالفعل بطور تنبیہ کے مختصر عرض کیا گیا اور بڑی تعجب کی بات ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ ہمکو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہین کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے اور پھر بلا وجہ و بغیر دلیل یہ بھی فرماتے جاتے ہین کہ اس آیت سے یہ مطلب ثابت نہین ہوتا مولانا اس آیت سے تو یہ مطلب بطور عبارت النص کے ثابت ہوتا ہے اگرچہ دوسری آیات سے بھی ثابت ہو اور نون ثقیلہ کا حال تو ناظرین منصفین کو معلوم ہوچکا کہ اس نے اثبات مدعا جناب سے بالکل دست برداری کردی ہے اور وہ آیت کے پورے معنے کو ادھورا نہین کرسکتا پھر ہمین کیا ضرورت واقع ہوئی ہے کہ کلام ابلغ البلغاء کو پورے معنے سے عاری کرکر ادھورے معنے پر محمول کرین **قولہ** یہ آیات منافی قطعیۃ الدلالت الخ **اقول** آیت لیومنن بہ آپکے مسلک کے بموجب عام ہے اور مفہوم اُن آیات کا خاص ہے اور یہ امر گذر چکا کہ خاص مخصص عام کا ہوا کرتا ہے نہ برعکس جو عکس القضیہ ہوا جاتا ہے ومر تفصیلہ **قولہ** یہ حصر غیر مسلم ہے الخ **اقول** خود آپکا حصر ہی یعنے غلام مین جو صرف معنے کودک صغیر کیا گیا ہے غیر مسلم ہے قاموس وغیرہ کو ملاحظہ فرمایئے اور منتہی الارب مین بھی لکھا ہے غلام بالضم کودک و مرد میانہ سال از لغات اضداد است یا از ہنگام ولادت تا آمد جوانے پس اندر ہنیوشتا جو صراح وغیرہ سے نقل فرمایا گیا ہے جنابکو کچھ بھی مفید نہین اور حضرت مرزا صاحب کو کچھ بھی مضر نہین ہے **قولہ** اول یہ کہ آیت وان من اہل الکتاب الخ۔ **اقول** چند مرتبہ عرض ہوچکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب

اس آیت کو وفات مسیح میں صریحۃ الدلالت اور قطعیۃ الدلالت نہیں کہتے جیسا کہ جناب اس آیۃ کو حیات مسیح میں قطعیۃ الدلالت فرماتے ہیں۔ بموجب اقرار جناب کے آپکے نزدیک بھی ضمیر قبل موتہ کی ذوالوجوہ ہے جسکو اہل اصول نے ایسی ضمیر کو متشابہ کی مثال میں لکھا ہے پھر اگر ایک وجہ کو تسلیم کر کر اسکے معنے صحیح اور سالم عن الفساد حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ دوسری وجہ غلط اور باطل ہو گئی **قولہ** دوم بر تقدیر موت بھی الخ **اقول** اللہ تعالے جو اصدق الصادقین ہے فرماتا ہے۔ **او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا**۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] نے جو خبر بھی نزول مسیح ابن مریم کی دی ہے اسکے واسطے از روئے احادیث متفق علیہ یہ قید بھی لگا دی ہے **وامامکم منکم** اور مسلم میں یہ ہے **اعلم بکتاب اللہ تعالے وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم** پس جیسا کہ صحیحین میں منکم جو درج ہے تو اسکے معنی کو بیان کر چکے ہوئے ہیں ان سے مراد کبھی بھی مقید ہوگا کما تفصیلہ پس ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر بھی نہیں دی کہ مسیح بن مریم جو اس امت میں آنیوالا ہے وہی عیسی بن مریم نبی اللہ ہی آویگا جو نبی و رسول بنی اسرائیل کا تھا بلکہ یہ خبر دی ہے۔ وہ مسیح آنیوالا تم میں سے ایک ہوگا اور ایسا امام ہوگا اور اسکی امامت کتاب اللہ کی معارف و اسرار اور سنت رسول صلعم کے بیان دقایق وحقایق میں ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم میں اسکی بحث واقع ہو چکی **قولہ** بر تقدیر وفات بھی الخ **اقول** مولانا یہ بھی وجہ قوی اور معقول موجود ہے جسکا بیان مفصلاً ثابت ہو چکا یعنے حضرت عیسی بن مریم رسول اللہ جنت میں داخل ہو چکے **فقال دخل الجنۃ وادخلی جنتی وما ہم عنہا بمخرجین**۔ **قولہ** ظاہر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سوا احادیث نزول کے دیگر الخ **اقول** ملاحظہ فرمایا جاوے ازالہ اوہام افادات البخاری صفحہ ۱۹۰ تا کہ جناب کو ثابت ہو کہ بخاری میں متعدد جگہ ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے **قولہ** افسوس کہ باوجود الخ **اقول** باوجود اسکے کہ آپکے اقرار سے آیت وان من اہل الکتاب حیات و وفات میں ذوالوجوہ ہے پھر بھی آپ اسکو قطعی الدلالت حیات میں فرماتے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون و الی اللہ المشتکی** اب سنئے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنیوالا جواب دیا جاتا ہے آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہیں تو اسی جواب کا جواب دیں اور جواب ترکی بترکی سے تعارض نہ کریں ایسا کرینگے تو یقیناً سمجھا جاویگا کہ آپ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے اور احقاق حق سے آپکو غرض نہیں

* کاتب کی غلطی سے صفحہ ۱۷۵ پر اسکا حاشیہ لکھا گیا ہے۔

ہے وہ جواب یہ ہے کہ مولویصاحب ہین نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے الف جملہ جوابونکو
جنکو مین اسوقت پیش کرنا چاہتا تھا قلمبند کرکے آپکی خدمت مین پیش کردیا اور آپ نے یہ بھی کہدیا
تھا کہ میرا اصل متمسک اور مستقل دلیل یہی آیت ہے مع ہذا اُسکی قطعی الدلالت کے ثبوت مین قواعد نحویہ
اجماعیہ کو پیش نہ کیا اگر آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہین تو اُسکے جواب مین دو صورتون مین سے ایک صورت
اختیار کرین یا تو جملہ دلایل وجوابات سے تعرض کرتے اور انہین سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے یا
میری بات یعنی وفات مسیح سے جو سنت اللہ کے موافق ہو غرض فرماتے اسکے سوا کسی بات کے جواب سے
متعرض نہوتے مگر افسوس کہ آپ نے پہلی صورت اختیار کی ہے نہ دوسری بلکہ میری اصل بات کے
علاوہ اور باتون سے بھی تعرض کرتے ہین مگر انکو بھی ادھورا چھوڑا اور بہت سی باتونکے جواب کا حوالہ آیندہ
پر چھوڑا کہ ازالہ کا جواب یون بسط سے دیا جاویگا اور وہ ون تفصیل سے رد کیا جاویگا اور انکے مقابلہ مین
اپنے دلایل وغیرہ کے بیان کو بھی اپنے آیندہ رد ازالہ اوہام پر ملتوی کیا اور جو کچھ بیان کیا وہ ایسے انداز سے
بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ مین ادا کیا کہ اس سے عوام
دھوکا کھاوین اور خواص ناخوش ہون اسکی ایک مثال آپکی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہین ہین صاحب منہ
جیسا کہ التیمن آپنے خود مدعی ہوکر دلایل بھی پیش نہ کئے اور یہ بھی فرماتے رہے کہ میرا منصب مدعی ہونیکا نہین ہے
تو آپکو اس بحث کی کیا ضرورت تھی صرف دلایل قطعیۃ الدلالت پیش کردیتے **دوسری مثال**
یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کے بھی آپنے خلاف بے موقع کیا اور لوگونکو یہ جتانا چاہا کہ حضرت
شیخ الکل بھی اس بحث مین آپ سے علم کو کم رکھتے ہین حالانکہ یہ امر خلاف ہے اور طرہ اسپر یہ ہے کہ وہ بھی
...... اس بحث مین آپکے مخاطب ہین حالانکہ شیخ الکل نے اس بحث مین بسبب چند مصالح علمیت
کے مناظرہ نہ فرمایا لہذا شیخ الکل کا ذکر آپ کے خطاب مین محض اجنبی و نامناسب تھا کیونکہ آپکو شیخ الکل
کی رائے سے مخالف ہونا نہین چاہیئے تھا اور نیز اپنے موافق مولوی محمد حسین صاحب سے بھی مخالفت
مناسب نہین تھی باوجودیکہ حضرت شیخ الکل نے فیما بین جناب اور مولویصاحب بٹالوی ممدوح کے اُس
نزاع معلومہ کی بابت صلح بھی کرادی تھی پھر انکے نہ شریک کرنے مین کیا مصلحت تھی۔ **تیسری مثال**

لہ عبارت زیر خط مولانا صاحب کی ہے اور کلمات غیر معلم مخطوط اس ہیچمدانکو ہین ناظرین منصفین لطف اس معارضہ بالقلب
کا حاصل کرکے داد انصاف دین الانصاف احسن الاوصاف اور جو کلمات مولویصاحب پر عاید ہوئے تھے اور اسجگہ لکھے گئے ہین وہ بہر نظر نفسے

(باقی صفحہ ۱۷۶)

[illegible]

یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف ایک تفسیر ابن جریر کی عبارت و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اور وہ بھی بطور شک کے جسپر اِنْ دلالت کرتا ہے نقل کر کے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات مسیح میں جو اس آیہ لیؤمنن بہ قبل موتہ کو قطعی الدلالت نہیں کہتے محض غلطی اور باطل پر ہیں نعوذ باللہ منہ اور بعد ازاں یہ بھی جتلانا چاہا ہے کہ وہ سب مرزا صاحب کے مخالف اور ہمارے موافق ہیں اور یہ محض مغالطہ ہے کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی حیات اس آیہ سے بطور قطعی الدلالت کی ثابت ہوتی ہے اور ابن جریر اور ابن کثیر کا مطلب بھی یہ نہیں۔ ہان البتہ انہون نے اپنی رائے کو ترجیح دیکر یہ تقوّل بمسامحت اختیار کر دیا ہے کہ یہ رائے دلیل قاطع سے ثابت ہے چنانچہ اب جناب سے اسی دلیل قاطع کا مطالبہ ہے اگر موجود ہو تو بیان فرمائی جاوے **چوتھی مثال** آپکا عوام الناس کو یہ جتانا ہے کہ نون لیؤمنن کو باوجود لام تاکید کے التزاماً خالص استقبال کے لئے ٹھیرانا تمام صحابہ و مفسرین کا مذہب ہے جو سراسر آپکا دھوکا و مغالطہ ہے آپکی اس قسم کی باتون کا مین تین دفعہ جواب تر کی بترکی دیچکا آئندہ بھی اگر یہی طریق جاری رہا تو اس سے آپکو تو یہ فائدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جاویگی اور آپکی اتباع مین آپ کی جواب نویسی ثابت ہو جاویگی مگر اسمین مسلمانون کا یہ حرج ہوگا کہ انپر نتیجہ بحث ظاہر نہ ہوگا اور انکا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہو چکے ہین اور اعتقاد حیات مسیح مین خطا پر ہین اور بات کو ادھر ادھر لیجا کر ٹلا رہے ہین لہذا آئندہ آپ کو اسپر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مدنظر ہے تو زوائد باتونکو چھوڑکر میری اصل بات یعنے وفات مسیح پر دلیل قطعی قایم کرنے مین کلام و بحث کو محدود و محصور کرین اور جو مین نے بشہادت قواعد نحویہ اجماعیہ و باستدلال قواعد علم بلاغت و اصول حدیث و اصول فقہ و سائر علوم درسیہ رسمیہ کے مضمون آیت کا زمانہ استقبال کے لئے مخصوص نہ ہونا اور بصورت صحت تحقق اس مضمون کا وقت نزول سے مخصوص نہ ہونا ثابت کیا ہے اسکا جواب در صورت عدم تسلیم قواعد نحویہ اجماعیہ و علم بلاغت وغیرہ کے دو حرفی یہ دین کہ تمام قواعد نحوی و قواعد علم بلاغت وغیرہ بے کار و بے اعتنا ہین یا خاصکر یہ قاعدہ یعنے صیغہ مستقبل کا واسطے دوام تجددی کے آنا غلط ہے اور اسکو فلان شخص امام فن نے غلط قرار دیا ہے یا یہ کہ فہم معنے قرآن کیلئے کوئی قاعدہ علم بلاغت و علم اصول فقہ و علم اصول حدیث وغیرہ کا مقرر نہین ہے جس

اور اس کی غلطی کی قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال صحابہ [illegible]

طرح کوئی چاہے قرآن کے معنے گھڑ سکتا ہے اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تعمیم مضمون آیت
بزمانہ حال و استقبال یا تجدد دوامی کے اس مضمون کی تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلان دلیل
کی شہادت سے ثابت ہو یا اس تعمیم سے جو فایدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتون اور اور معنے سے بھی
جو بیان کئے گئے ہین حاصل ہو سکتا ہے اور اگر مجرد اختلاف ایک دو مفسرین کا تفسیر آیت مین اس
تعمیم کا مبطل ہو سکتا ہے اور مجرد اقوال ایک دو مفسر کے آپ کے نزدیک لایق استدلال و استناد ہین
تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے اُن اقوال کو جو درباره وفات مسیح وارد ہین اور صحیح بخاری وغیرہ
مین مذکور ہین قبول کرین۔ کیونکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری مسئلہ مسلمہ ہے یا اُنکے ایسے
معنے بتا دین جنسے حیات مسیح ثابت ہو ہم دعوے سے کہتے ہین کہ جہان کے مفسرین اور جملہ صحابہ
و تابعین ہمارے ساتھ ہین ان مین کوئی اُسکا قایل نہین کہ مسیح بن مریم کی حیات اس آیہ سے بطور
قطعیۃ الدلالت کے ثابت ہوتی ہے آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ
ثابت کر دین کہ حضرت مسیح کی حیات اس آیت سے بطور قطعیۃ الدلالت کے ثابت ہے اور برہان
قطعی اسکی یہ ہے تو ہم وفات مسیح سے دست بردار ہو جاوینگے لیجئے ایک ہی بات مین بات طے
ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے۔ اب اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے تو ہم سے تیس آیات قرآن شریف
اور احادیث صحیح بخاری وغیرہ اور صحابہ و تابعین کے اقوال سُنیں جنکو ہم آیندہ بھی جواب رد ازالۃ الاوہام
مین انشاء اللہ تعالے نقل کرینگے جیسا کہ بعض اب بھی بیان کئے گئے ہین۔ آپ مانین یا نہ مانین
عامہ ناظرین تو اس سے فایدہ اٹھا دینگے اور اس سے نتیجہ بحث نکال لینگے۔ آپ سے ہمکو امید نہین
رہی کہ آپ اصل مدعا کیطرف آئین اور زوائد باتون کو چھوڑ کر صرف وہ دو حرفی جواب دین جو اس منصفانہ
جواب مین آپسے طلب کیا گیا ہے۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ
والسلام علٰی خیر خلقہ محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین و علٰی من اتبع
الرشد و الھدٰی من بعد ما تبین من الغیّ و الطغوٰی۔ تحریرہ
سلخ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ھ کتبہ محمد احسن۔ امروہی نزیل بھوپال۔

مراسلت نمبر (۲)

مابین

منشی یوبہ شاہ صاحب و منشی محمد اسحٰق صاحب

اور

مولوی سید محمد احسن صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از خاکسار یوبہ شاہ و محمد اسحٰق بخدمت مولینا مولوی محمد احسن صاحب زاد لطفہ

بعد مراسم مسنون تمنا مشحون مدعا آنکہ شاید جناب کو یاد ہوگا جب آپ ہمراہ لشکر گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب بہادر مقام لاہور مین تشریف لائے۔ چند اشخاص خدمت مین حاضر ہوکر مشرف زیارت ہوئے تھے لیکن بعد اسکے کبھی اتفاق زیارت نصیب نہ ہوا اور نہ کبھی باہم خط وکتابت کی نوبت پہونچی اگرچہ اس بات کا تو علم تھا کہ آپ ریاست بھوپال مین ایک مدت سے قیام پذیر ہین جب جد عبد الرحمہ[۱] ..... راقم محمد اسحٰق ریاست مین نبشخوار ہوگئے تو انہون نے چند بار آپکا ذکر تحریر فرمایا۔ اسوقت وجہ تصدیعہ دہی یہ ہیکہ ہمنے سنا ہے کہ جنابنے ایک رسالہ موسومہ اعلام الناس دربارۂ تائید مرزا غلام احمد قادیانی تالیف فرماکر طبع کردیا ہے اور اس مین دلایل انکے دعوے مسیح ہونیکے بڑے پرزور لکھے ہین جب سے یہ بات سنی ہے اس رسالہ کے معاینہ کا نہ حد شوق ہے۔ اگرچہ ہم ہردو ابتک مرزا قادیانی کے معتقد نہین ہین اور بڑا انتظار آپکے رسالہ کا ہی اگر ممکن ہو تو ایک رسالہ بذریعہ پمفلٹ عنایت فرماکر اسکی قیمت اور خرچ ڈاک سے مطلع فرماوین۔ انشاء اللہ قیمت مذکور بذریعہ ٹکٹ ارسال خدمت کیجائیگی۔ یا پہلے اطلاع دین کہ جسقدر قیمت اسکی ہو ترسیل خدمت کیجائیگی امید

[۱] خط چونکہ پھٹا ہوا تھا یہاں سے پڑھا نہیں گیا۔

جواب سے ضرور مطلع فرماوین پتہ یہ ہے لاہور ڈڈلیٹر آفس پاس محمد اسحق ملازم ڈڈلیٹر کے پہونچے مگر یہ کہ چند اشعار مولفہ مرزا قادیانی رسالہ توضیح المرام مین ثبت ہین انکے مطلب پر خدشہ گذرتا ہے مولانا مولوی محمد اسمعیل رحمۃ اللہ نے تقویۃ الایمان مین ایسے مضامین کی مذمت کی ہے چونکہ مولانا مرحوم تیرھوین صدی کے مجدد تھے اور مرزا کو مجددیت کا دعوی چودھوین صدی مرکوز خاطر ہے۔ پھر ایک بات کو ایک مجدد ناجایز اور گناہ سخت بیان فرماتے دوسرا مجدد اسی بات کو اپنی کتاب مین ترویج دے یہ امر کیونکر جایز سمجھا جائے اشعار یہ ہین

شان احمد راکہ داند جز خداوند کریم	آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم
زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد	پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
بوئے محبوب حقیقی مے دمد زان روئے پاک	ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد وضلال	چون دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

ان اشعار کا مضمون سرسبز عقیدہ وجودیہ پر دال ہے جس سے گروہ موحدین کو سون متنفر چلا آتا ہے۔ مسلمانون نہین وجودی ہنود مین ہیدانتی باہم ایک ہی ہین تعجب ہے کہ مرزا مدعی مجددیت ہوکر ایسے کلمہ ملحدانہ اپنی تالیف مین درج کرے۔ دلیری یہ۔ گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد وضلال یعنے گو مجھے کوئی ملحد یا زندیق پڑا کہے میرا کیا بگاڑ سکتا ہے ہان دنیا مین تو کوئی کسی کا کچھ بگاڑ نہین سکتا الا روز حشر اس احکم الحاکمین کے سامنے قلعی کھل جائے گی +

مولوی محمد احسن صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عاجز سید محمد احسن بخدمت بوبہ شاہ محمد اسحق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دو خط آپکے صادر ہوئے حال یہ ہے کہ رسایل اعلام الناس اب تقسیم مفت مین باقی نہین ہے پچاس جلد احقر کو ملی تھین وہ سب تقسیم ہوگئین۔ اور لاہور مین چند اشخاص کے پاس یہ رسائل پہونچ گئے ہین آپ کسی سے خرید فرما لیجیئے اور نسبت اشعار مندرجہ توضیح مرام کے جو خدشات آپنے تحریر فرمائے ہین وہ بسبب عدم غور اور تامل کے ہین ؎ شان احمد راکہ داند جز خداوند کریم + آنچنان از خود جدا شد

اول توان اشعار کا مطلب اور شرح خود حضرت اقدس نے سیاق اور سباق اشعار میں مفصل اور مشرح کر کر لکھدی ہے کہ جسکے مطالعہ سے مخلصین کو کسی طرح کا خدشہ اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ آپ اس مقام کو مطالعہ فرماوین اور اگر صرف لا تقربوا الصلوٰۃ پر نظر رہے گی تو شکوک و شبہات کیونکر رفع ہو سکتے ہین ثانیًا ان آیات کے کیا معنے ہین۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ جو معنے ان آیات کے آپ سمجھین ان اشعار کو تفسیر اسکی تصور فرماوین ثالثًا ان اشعار مین کوئی خدشہ ظاہری بھی نہین معلوم ہوتا حاصل مطلب یہ ہے کہ رتبہ و درجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سوائے خدائے کریم کے کوئی نہین جان سکتا۔ آنحضرت کے رتبہ اعلےٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے کسی ادنیٰ ولی کا رتبہ بھی کوئی نہین جان سکتا مثل مشہور ہے ولی را ولی مے شناسد۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خودی اور ہوا و ہوس سے ایسے جدا اور علیحدہ ہو گئے ہین کہ کوئی امر مقتضائے خودی اور خود بینی کا سوائے مرضیات احدیت کے انمین پایا نہین جاتا۔ حدیث اصح الصحیح مین آنحضرت کے خادمین اولیا کی نسبت موجود ہے۔ کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی ویدہ التی یبطش بی ورجلہ التی یمشی بی ولسانہ الذی یتکلم بی الی اخرہ۔ آپ اس حدیث کے کیا معنے سمجھتے ہین اُسی قسم کے یہ اشعار ہین ؎ زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد + پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ کے کیا معنے ہین اور خلق آدم علےٰ صورتہ کے معنے پر غور کرو اگرچہ ضمیر صورتہ مین بہت اختلاف ہے مگر جس صورت مین کہ ضمیر صورتہ کی راجع ہو طرف اللہ کی تو پھر کیا معنے ہونگے وہی معنے اس شعر کے سمجھے جائین ؎ جلوئے محبوب حقیقی مے دمد زان روئے پاک + ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم۔ اے میرے پیارے دوست تم ہر جمعہ کے خطبہ مین سنتے ہو گے کہ السلطان ظل اللہ الخ۔ جب ایک ادنے سلطان کے واسطے ایسا کچھ ارشاد ہے کہ وہ ظل اللہ ہے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر الٰہی ہونیمین کون مومن شک کر سکتا ہے ؎ گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال + چون دل احمد نمے بینیم دگر عرش عظیم۔ مہربان من اس آیت کے کیا معنے ہین قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ۔ امام شافعی رحمۃ

کبرا مجتہدین امت کے اشعار میں اس قسم کا محاورہ پایا جاتا ہے ؎ ان کان رفضا حب آل محمد -
فلیشہد الثقلان انی رافض - جو معانی ان محاورات کے ہیں وہی اس شعر کے معنے ہو سکتے ہیں
رابعاً کتاب منصب امامت اور صراط المستقیم مصنفہ مولانا و مقتدانا جناب شہید فی سبیل اللہ مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب کے ملاحظہ ہوا ت دونوں کتابوں کو آپ شرح پاوینگے اُن مضامین کی جو حضرت اقدس
کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں - ہمچنین چون امواج جذبۂ کشش رحمانی نفس کاملہ این طالب در قعر
لجج بحار احدیت فرو میکشد زمزمہ انا الحق ولیس فی جبتی سوی اللہ ازان سر میزند کہ کلام
ہدایت التیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی
یمشی بہا در روایتے ولسانہ الذی یتکلم بہ - حکایتے است ازان - و اذ قال اللہ
علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ و یقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء کنایتے است
ازان این مقالے است بس باریک و مسئلہ است بس نازک باید کہ دران نیک تامل کنی و تفصیل اورا
بر معانی دیگر تفویض نمائی شعر و وراء ذاک فلا اقول لانہ اثر لسان النطق عنہ
اخرس و زنہار برین معاملہ تعجب نہ نمائی و بانکار رہنما نہ آئی زیرا کہ چون از نار وادی ندائے انی
انا اللہ رب العالمین سر بر زد اگر از نفس کہ اشرف موجودات و نمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق
برآید محل تعجب نیست [illegible] کا کوئی کلام مخالف کلام مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے ہرگز
ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک صاحب کا کلام دوسرے صاحب کے کلام کی شرح ہے البتہ ناظرین کی نظر اور سمجھ کا قصور
ہے اگر رسالہ اعلام آپکو نہ ملے گا تو میں انشاء اللہ تعالے خرید کر روانہ کرونگا اپنے حالات خیریت سمات سے ہمیشہ
مطلع فرماتے رہو مورخہ ۳۱- جولائی سنہ ۱۸۹[illegible]ء - الراقم محمد احسن مہتمم مصارف ریاست بھوپال

بوبہ شاہ صاحب اور محمد اسحٰق صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از خاکسار بوبہ شاہ و محمد اسحٰق بخدمت گرامی جناب مولانا صاحب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدہم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپکا گرامی نامہ موصول ہو کر کاشف مضامین مندرجہ ہوا اس جواب کے دیکھنے
سے واضح ہوتا ہے کہ آپنے نیاز نامہ کو کافی توجہ سے ملاحظہ نہیں فرمایا جناب من اصل خدشہ یہ ہے کہ جب مرزا صاحب

اپنے اور مسیح علیہ السلام کے لئے ایک ایسا درجہ ثابت کیا ہے جسکو ابن اللہ ہونیسے تعبیر کرسکتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت ہیں اسکا بالکل ثبوت نہیں۔ تو یہ استفسار پیدا ہوا کہ اب جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کونسا درجہ باقی رہا۔ اسکے جواب ہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپکے لئے ایک اعلےٰ مقام اور برتر مرتبہ جو آپکی ذات کمال الصفات پر ختم ہوگیا ہے جسکی کیفیت کو پہونچنا ہی کسی دوسرے کا کام نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔ اسی جواب کے ذیل ہیں مرزا صاحب نے یہ اشعار تحریر فرمائے ہیں جنسے جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذات باریتعالےٰ سے اتحاد مفہوم ہوتا ہے اب اس اتحاد سے وحدت مجازی اور اتحاد صوری مراد ہے یا اتحاد حقیقی اور وحدت ذاتی پہلی قسم کی وحدت تو آپکے خادمین اولیاء کو بھی حاصل اور ثابت ہے جو مسیح علیہ السلام سے بدرجہا کم ہیں۔ آیہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور حدیث کنت سمعہ الذی یسمع بی الخ۔ ملاحظہ ہو پس اس قسم کی مراد ہونے کی تقدیر پر مرزا صاحب کا اپنے لئے مرتبہ ابنیت اور مساوات بالمسیح علیہ السلام ثابت کرنا اور اسکے مقابلہ ہیں جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وہ مرتبہ بیان کرنا جو حضرت مسیح علیہ السلام سے بدرجہا کم مرتبہ کے لوگوں کیلئے بھی ثابت اور متحقق ہے درحقیقت اپنے آپ کو جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افضل و فایق قرار دینا ہے علاوہ بریں مرزا صاحب اس مقام پر جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علو شان اور فوقیت علے المسیح علیہ السلام بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس عام وصف کے بیان کرنے سے وہ مطلب حاصل نہیں ہو سکتا جس سے مرزا صاحب کا کلام مہمل ہوا جاتا ہے اسلئے ضرور دوسری قسم یعنے اتحاد حقیقی اور وحدت ذاتی مراد ہونے چاہئے اور یہی ہمارا سوال تھا کہ ان شعروں سے اتحاد الممکن مع الواجب ثابت ہوتا ہے جو باجماع المسلمین باطل ہو۔

اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ + سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ + فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی + قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ + آپکو واضح ہوگیا ہوگا کہ صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر آپ ہی نے نظر کو مقصور و محصور رکھا ہے نہ خاکساروں نے۔ قولکم ان آیات کے کیا معنے ہونگے دَنٰی فَتَدَلّٰی الخ۔ جنابمن ان آیات کے وہی معنے ہیں جو عائشہ رضی اللہ عنہا اور یا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔ لیکن وہ آپکو کیا مفید ہیں قولکم وَمَا رَمَیْتَ الخ۔ اس قسم کا خطاب اوروں کے حق ہیں بھی موجود ہے جو مسیح علیہ السلام

سے کم ہیں۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا۔ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ (یٰس) (سورہ زمر) فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ۔ کنت مرضت فلم تعدنی۔ مگر مرزا صاحب اپنے شعر میں ایسا وصف بیان کرنا چاہتے ہیں جو آپکی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہو اور اس سے آپ کا کمال علو منصب ثابت ہو بر خلاف آیہ کریمہ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کے کہ اُس سے یہ مقصود نہیں پس مرزا صاحب کے شعر کو آیت کریمہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہو سکتا قولکم وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی الخ۔ غزوہ بدر اور غزوہ حدیبیہ میں جو غلطی آپسے ہوئی تھی بقول آپکے جناب باری عز اسمہ سے ہوئی ہوگی۔ افسوس مرزا صاحب کے عشق نے آپکو کہاں سے کہاں پہونچایا سچ ہے حبك الشیئ یعمی و یصم قولکم اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ الخ۔ اس آیہ کریمہ کا حال بھی آیت کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کا سا ہے فقد مر۔ قولکم کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ الخ۔ آپکے نزدیک کسی شئے کا ہلاک و فنا ہونا اور اسکا کسی دوسری چیز سے متحد ہو جانا ایک ہی بات ہوگی سعہذا جب ہر چیز کو ہلاک ہونا اور بقول آپکے ذات باریتعالٰے سے متحد ہو جانا ضروری ہے تو اس میں جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کی کیا خصوصیت ہوئی آپ وحدت الوجود کے مسئلہ کو بیان کھپانا چاہتے ہیں لیکن آپکے پیر کا سیاق و سباق کلام اُسے کھپنے نہیں دیتا اور آپ اپنے پیر صاحب کا کلام ملاحظہ کیجئے قولکم خلق ادم علی صورتہ الخ۔ مرجع قریب ہوتے ہوتے کیا ضرور ہے کہ بعید کیطرف ضمیر راجع کیجائے سعہذا یہ بھی صفات مختصہ بالنبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوگا ذرا تامل کیجئے قولکم اے میرے پیارے الخ۔ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے مظہر ہونے میں شک کرنا فی الواقع کسی مومن کا کام نہیں لیکن اور کونسی چیز ہے جو مظہر نہیں ہے ؎ ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست۔ سبحان اللہ اپنے لئے ابن اللہ ہونیکا دعوے اور جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے صرف مظہر ہونا جس میں ادنے سے ادنے ممکن آپ کا شریک ہے۔ آفرین باد برین ہمت مردانۂ او۔ حاصل یہ کہ ان اشعار میں وحدت مجازی مراد لینے سے بقرینہ سیاق و سباق کلام مرزا صاحب کے فوقیت علے النبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام ثابت ہوتی ہے اور وحدت حقیقی مقصود ہو تو ...... غلاۃ کا مذہب ماننا پڑتا ہے وکلاھما کفر یا لاجماع قولکم اس آیہ کے کیا معنے ہونگے قُلْ اِنْ کَانَ الخ۔ جناب من اس محاورہ اور طرز استعمال میں خدشہ نہیں ہے۔ خدشہ یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کا اشعار سابقہ میں اتحاد حقیقی مقصود و مراد نہو تو پھر ان اشعار میں کونسی بات ہو جسکے سبب سے کوئی انکو الحاد اور کفر کیطرف منسوب کریگا اس شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اشعار سابقہ میں وحدت حقیقی مراد ہے جسپر انکو خدشہ ہوا کہ علمائے شریعت ملحد کہیں گے پس آپنے جو کچھ انکے کلام کو وحدت مجازی وغیرہ پر محمول کرنیمیں کوشش

کی ہے مرزا صاحب کے نزدیک رایگان ہے یہ بارب مباد کس را مخدوم بے عنایت۔ قولہم کتاب منصب امامت و صراط المستقیم الخ۔ شاید آیہ کریمہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا آپکے نزدیک منسوخ ہوگئی ہوگی جو منصب وغیرہ پر چلنے کی ہدایت ہوتی ہے علاوہ برین منصب امامت اور صراط المستقیم کو تقویت الایمان پر کیا ترجیح ہے جو اُسے چھوڑ کر اُن پر چلیں صفحہ ۲۲ تقویت الایمان ملاحظہ فرمایئے کہ اسمین مولانا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔ بلکہ بعض جھوٹے دغابازون نے اسبات کو خود پیغمبر کیطرف نسبت کیا ہے کہ انہون نے خود فرمایا ہے انا احمد بلا میم اور اسی طرح ایک بڑی عبارت عربی کی بنا کر اس مین ایسی ایسی خرافتین جمع کر کر اسکا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے۔ اور اس کو حضرت علیؓ مرتضٰے کیطرف نسبت کیا ہے سُبْحٰنَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ اللہ سارے جھوٹوں کا مونہہ کالا کرے انتہٰے۔ یہ عبارت مولانا مرحوم کی دربارہ رد لفظ احمد بلا میم نص صریح ہے اس کے مقابلہ مین منصب اور صراط مستقیم کے مضامین مبہم قابل حجت نہین ہو سکتے بلکہ صحیحین کی حدیث مین آیا ہے رسول صلعم نے فرمایا لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ و رسولہ فقط۔

جناب من خاکسارون نے آپکو قدیمی شفیق تصور کر کے دوبارہ تصدیعہ دیا ہے تاکہ خدشات ہمارے رفع ہو جاوین شاید اگر جناب کے نزدیک کوئی لفظ نا ملائم معلوم ہو تو معاف فرماوین۔ اگر معاملہ دینی نہ ہوتا تو جو کچھ آپ تحریر فرمادیتے اس کے قبول کرنے مین عذر نہ ہوتا چونکہ یہ معاملہ متعلق دین اور اعتقاد کے ہے اور وجودی کو ہم جمیع پیشوایان دین سے مخالف و مخرب شریعت سُنتے آئے ہین خصوص جملہ فرق اسلام سے یہ فرقہ بدترین ہے کچھ کیونکر صبر کیا جاتا۔ عریضہ ابو بہ شاہ و محمد اسحٰق مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۹۱ء

مولوی سید محمد احسن صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبی فی اللہ و اخی للہ منشی محمد اسحٰق صاحب و منشی ابو بہ شاہ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ نے صادر ہو کر محظوظ و مسرور کیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا آپ کو تحقیق مسایل کا بڑا شوق ہے اور اسپر یہ بڑی خوبی ہے کہ کتاب و سنت ہی آپکا مطمح نظر ہے آپ جیسے صاحبون سے قبول حق کی بڑی

امید ہے تقلید کی صورت میں یہ امید نہیں ہوتی خط حال میں آپنے چند اعتراض کئے ہیں میرے پہلے خط کو آپنے غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا مکرر لکھتا ہوں +

اعتراض اول حضرت مرزا صاحب نے اپنے اور مسیح علیہ السلام کے لیئے ایک ایسا درجہ ثابت کیا ہے جس کو ابن اللہ کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں۔ حالانکہ کتاب و سنت میں بالکل اس کا ثبوت نہیں۔

الجواب بے شک بہت صحیح ہے کتاب و سنت میں اس مرتبہ کے ثبوت کا کیا ذکر ہے اس کی نفی موجود ہے اور یہ تو مذہب یہود و نصاریٰ کا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط اور فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط لیکن اے میرے محب فی اللہ مرزا صاحب اس کے کب قایل ہیں وہ اس کی نسبت یہ کہتے ہیں "جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرا امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلےٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے" انتہے بلفظہ۔ مرزا صاحب کے کلام سے صحیح و صریح معلوم ہوا کہ جو لوگ ایسی تثلیث کے قایل ہیں اُن کی طبیعتیں ناپاک ہیں اور وہ مشرک ہیں: ور عیسےٰ ابن مریم ہوں یا ان کے مثیل وہ سب ایک ذرہ امکان ہیں جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے بقول شاعر۔ آنکس کہ اولش عدم و آخرش فنا است + درحق او گمان ثبات و بقا خطا است۔ اسیواسطے اس ذرہ امکان کو فرمایا کہ وہ تو اپنی ذات میں بالکل ہالک اور فانی ہے کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ پھر آگے فرمایا کہ اس کی حقیقت ہی محض باطل ہے۔ الا کل شیئی ما خلا اللہ باطل جبکہ اس ذرہ کی یہ حقیقت ٹھہری کہ وہ اپنی حقیقت میں ہی باطل ہے تو ایسی ذات کے ساتھ جو سب سے اعلےٰ ہے اور واجب الوجود ہے کیونکر کسی بات یا صفات میں شریک و برابر ہو سکتا ہے اب آپ کو مرزا صاحب کا عقیدہ تو اُسی رسالہ توضیح المرام سے معلوم ہو گیا یہی عقیدہ ہمارا و آپکا ہے۔ اب اس قدر گذارش اور ہے کہ جو نسبتیں اور حالتیں عارفین اولیاء اللہ پر وارد ہوتی ہیں اُن کو ہم پورے پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ولی را ولی می شناسد مثل مشہور ہے مگر بطور نمونہ ایک حالت جو مجھ پر اور آپ پر اور سب پر طاری ہوئی ہو یا ہوتی ہے میں اس کو یاد دلاتا ہوں۔ جب آپ حالت طفولیت میں زیر تربیت اپنے والدین کے تھے تب اپنے والدین پر آپکو سب طرح سے اطمینان تھا۔ نہ آپکو کھانے کی فکر تھی۔ نہ آپکو لباس کی فکر تھی۔ نہ آپکو کسی دشمن کی فکر تھی اور جملہ امور میں رجوع آپکی اپنے والدین ہی کیطرف رہتی تھی حتےٰ کہ اگر والدہ نے کبھی آپکو مارا بھی ہوگا تو بھی آپنے والدہ ہی کی طرف رجوع کیا ہوگا مثل مشہور ہے کہ ماں مارے لڑکا ماں ہی ماں پکارے یہ حالت تو آپکی ہو چکی

اب اپنے والدین کو دیکھئے۔ اُن کی شفقت اور محبت کا کچھ ذکر ہی نہیں دنیا بھر کی خوبی وہ آپ ہی کیواسطے چاہتے ہیں اور آپ کے دشمن کو اگر ان کا قابو چلتا تو نیست و نابود ہی کر ڈالتے اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کسی مومن کی حالت توکل اپنے رب معبود کے ساتھ بلا تشبیہ مجازاً ایسی ہی ہو جیسا کہ آپکو اپنے والدین مربی کے ساتھ تھی اور سب طرح سے آپ کو اپنے والدین مربی پر اطمینان تھا تو کیا یہ حالت بھی شرک یا کفر ہے آپ ضرور فرماوینگے کہ یہ حالت کیوں شرک ہوتی یہ تو کمال مقتضائے ایمان ہے پھر اگر اس درجہ کمال ایمان پر مرزا صاحب پہونچے ہوئے ہوں تو اس میں کونسا امر خلاف کتاب و سنت کے ہے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے تفسیر فوز الکبیر میں لکھا ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اناجیل میں لفظ ابن اللہ آیا ہے تو واضح ہو کہ معنے لفظ ابن کے زمان قدیم میں محبوب اور پیارے کے آئے ہیں اور یہی معنے محاورات انجیل سے معلوم ہوتے ہیں انتہی حاصلہ اسی طرح پر حضرت مرزا صاحب کو مراتب ثلثہ قرب الہٰی کے مکشوف ہوئے ہیں جن میں سے ایک مرتبہ ہے کہ بطور استعارہ و تمثیل کے اُس مرتبہ کو علاقہ ابنیت سے تعبیر کرسکتے ہیں اس کے یہ معنے نہیں کہ مخلوق میں سے کسی کو مرتبہ ابنیت کا حقیقتًا حاصل ہو۔ نعوذ باللہ منہ ۔

اگر آپ کہیں کہ ہمکو کتاب و سنت سے اس مرتبہ کا پتہ اور نشان بتلاؤ تب ہماری پوری تسکین ہوگی واذ لافلا۔ لیجئے فرمایا اللہ تعالے نے ۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا حب تک کہ یہ حالت جو اوپر مذکور ہوئی تقاضائے ایمان کامل سے حاصل نہ ہو تو کیونکر ایسا ذکر الہٰی آدمی کرسکتا ہے جیسا آیت میں مذکور و مامور ہے اور جیسا کہ آیت میں کاف حرف تشبیہ کا موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی جا بجا لفظ استعارہ وغیرہ الفاظ مجاز کا استعمال کیا ہے جو ویسا ہی آیت میں بھی مذکور ہے پھر اُسی آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب نے کی ہے اور پھر طبرانی کی حدیث میں حرف تشبیہ تک نہیں ہے ۔ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللّٰهِ وَاَحَبُّهُمْ اِلَيْهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ الخ ہے ۔ دوست اولیاء اللہ کا کوئی کلام جس پر انکو اصرار ہو ایسا نہیں ہوتا جو کتاب و سنت سے مستنبط نہ ہو لیکن اسکو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا اور مخالف رہتا ہے اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا۔ البتہ استنباط والے لوگ ہی اس کو سمجھ لیتے ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ۔

اعتراض دوم۔ آپ کا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتحاد اللہ تعالی کے ساتھ اتحاد حقیقی ہے جو باجماع مسلمین باطل ہے اور اگر اتحاد مجازی مراد لیجاوے تو اسمیں کوئی

فضیلت حضرت نبی علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوتی مرزا صاحب ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گئے جاتے ہیں۔

الجواب - بے شک اتحاد حقیقی باطل ہے باطل ہے اور پھر باطل ہے آمنا ببطلانہ یہی ہمارا آپکا عقیدہ ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اتنا فرق عبارتی ہے کہ آپنے فرمایا اتحاد الممکن مع الواجب باطل۔ اور مرزا صاحب اس سے بڑھکر فرماتے ہیں۔ اتحاد ذرۃ الامکان ھالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت مع الذات الاعلی الواجب الوجود باطل۔ اور وصف اتحاد مجازی کا آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمین کو بھی تسلیم فرما چکے ہیں تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطریق اولے حاصل ہوگا۔ اس میں ہمارا آپکا کوئی نزاع نہیں ہے صرف شبہ یہ رہا کہ جو وصف مشترک ہے اس میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ خصوصیت اور فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ اے میرے پیارے دوستو اسیقدر آپکی غلطفہمی ہے۔ اگر یہ غلطی رفع ہو جاوے تو فیصلہ شد۔ اب اسکا رفع لیجئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وصف منعم علیہم ہونے کا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر مومنین صالحین تک مشترک ہے قال اللہ تعالی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ وقال تعالی فی تفسیرہ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ تو کیا اس وصف میں آپ جو میرے نزدیک صالحین میں داخل ہیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں ماھو جوابکم فھو جوابنا اسکو بھی رہنے دیجئے وصف مومن ہونیکا ایک ایسا وصف ہے جس میں مومن فاسق سے لیکر تا حضرت خاتم النبیین سب میں پایا جاتا ہے اور سب کو مومن کہتے ہیں تو کیا مومن فاسق حضرت نبی علیہ السلام کے برابر ہو گیا ؟ اس کو بھی رہنے دیجئے لفظ وجود ایک ایسی کلی ہے جس میں تمام سلسلہ ممکنات ادنے اعلے سے لیکر تا واجب الوجود سب شریک ہیں تو کیا وجود ممکن وجود واجب تعالے کے برابر ہے پہلی تقریب میں ہم اور آپ دونوں اس کو باطل کہہ چکے ہیں ایسی مثالیں سیکڑوں ہیں آپ کے روبرو پیش کر سکتا ہوں آپ انکا کیا جواب دیویں گے ماھو جوابکم فھو الجواب من حضرت المجدد۔ اے میرے پیارے دوستو آپ نے اگر ابتدائی رسائل منطق کے بھی دیکھے ہونگے تو ان میں جواب اسکا بآسانی آپکو ملے گا کلیات کی دو قسمیں ہیں ایک کلی متواطی جسکے افراد سب مساوی ہوتے ہوں۔ دوسری کلی مشکک جسکے افراد مختلف ہوتے ہیں۔ پس مرزا صاحب یہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وصف اتحادی مجازی میں جو آپکو بھی مسلّم ہے ایسے مقام اعلے اور مرتبہ پر پہونچے ہوئے ہیں کہ نہ مسیح اس مرتبہ تک پہونچ سکتے ہیں اور نہ کوئی اور سالک یا نبی ؂

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ٭ فروغِ تجلے بسوزد پرم

اور حضرت مجدد نے اسی مرتبہ کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ رکھا ہے جس کے سبب سے وہ آیات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مین وارد ہوئین جو مین نے خط سابق مین آپ کو لکھی تھین اگرچہ ظلی اور طفیلی طور پر آپکے خادمین کے حق مین بھی وارد ہوئی ہون - اب سچ سچ فرماؤ کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر آپ کا عمل تھا یا اس ناچیز کا -

اعتراض سوم - آپ کا یہ ہے کہ آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی آپ کے مطلب کو مفید نہین -

الجواب - اس آیہ کی تفسیر مین مفسرین نے بہت سے وجوہ لکھے ہین اور ہر ایک مفسر نے اپنی اپنی وجہ کو دلائل سے مبرہن اور موجہ کیا ہے آپ کے نزدیک جو وجہ مختار ہو اُسکو اپنا مذہب رکھئے - کیونکہ مدعا ہمارا یعنے اتحاد مجازی تو آپ تسلیم ہی فرما چکے ہین - ثبوت مدعا اس آیت پر موقوف نہین لیکن جس صاحب کے نزدیک اس آیہ کی تفسیر و ترجمہ اس طرح پر ہو (کہ نزدیک ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے سے پھر نیچے کیطرف اُترے یعنے مخلوق کی طرف واسطے تبلیغ احکام کے بلکہ اس سے زیادہ نزدیک تر ہوئے) حاصل یہ کہ ضمیر دَنٰی فَتَدَلّٰی وغیرہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے - تو اس صورت مین جس اتحاد مجازی کیواسطے اس آیہ کو مین نے سابق مین لکھا تھا بخوبی مفید ہو گی اگر مفصلاً و مشرحاً آپ کو یہ تفسیر مطلوب ہو گی تو انشاء اللہ تعالے عرض کی جاوے گی اور واضح خاطر ہو جیسا کہ در صورت اختلاف احادیث کے جمع مقدم ہوتی ہے ترجیح پر تاکہ اہمال احادیث کا لازم نہ آوے - اسی طرح جب کسی آیت کی وجوہ صحیحہ تفسیر مختلف ہون تو مہما امکن سب وجوہ کو اخذ کرنا چاہیئے تاکہ سب پر اعمال ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے - اس ہیچمدان کے نزدیک تفسیر اس آیہ کی جو حضرت مجدد پر مکشوف ہوئی ہو وہ کسی مجدد سابق پر مکشوف نہین ہوئی کم ترک الاول للآخر اس مین کوئی استبعاد نہین ہے -

قَالَ اللّٰہُ تعالے - وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ - جبکہ اللہ تعالے کے نزدیک ہر ایک شے کے خزاین کثیرہ موجود ہین تو کیا معارف قرآنیہ و اسرار فرقانیہ شے مین داخل نہین ہین وہ تو اپنے اپنے وقت مین مجدد امت پیر نازل ہوتے رہتے ہین اور اسی واسطے اُس کو مجدد کہا گیا ہے کہ وہ فہم جدید کتاب و سنت کا لاتا ہے کوئی شریعت جدید نہین لاتا اگر فہم جدید بھی نہ لاتا ہو تو ... اُسکو مجدد کیون کہا گیا آیت مَا رَمَیْتَ وغیرہ کی نسبت جو آپنے لکھا ہے کہ ایسا وصف اورونکے واسطے بھی آیا ہے اس مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا فضیلت بخصوصیت حاصل ہوی ...

اُس کا جواب ہو چکا بطور کلی مشکک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس وصف مین ایسے درجہ کمال پر پہونچے ہوئے ہین کہ کوئی دوسرا نبی و ملک اس مین شریک نہین ہے این ہم فیصلہ شد +

اعتراض چہارم آپ کا یہ ہے کہ غزوہ بدر و غزوہ حدیبیہ مین جو غلطی آپ سے ہوئی وہ آپکے نزدیک جناب باری عز اسمہ سے ہوئی ہوگی -

الجواب - اے میرے پیارے دوستو بغضك الشیئ یعمی ویصم - افسوس مرزا صاحب کے بغض بلا وجہ نے آپکو کہان سے کہان تک پہونچا دیا ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است - باوجودیکہ مرزا صاحب کے کلام مین جا بجا تصریحات موجود ہین کہ یہ وصف اتحاد بطور استعارہ و مجاز کے ہے نہ حقیقتاً بلکہ خود شعر مین لفظ (آنچنان) کا جو خاص مجاز کیواسطے آتا ہے موجود ہے اور یہ عبارت (کہ ذرہ امکان مالکہ الذات باطلۃ الحقیقت اس ذات اعلے واجب الوجود سے کیونکر برابر ہو سکتا ہے بھی توضیح المرام مین موجود ہے - آپ یہی سمجھتے ہین کہ مرزا صاحب وحدۃ الوجود کے قایل ہین کلا ثم کلا - اے میرے پیارے دوستو - یہ اعتراض تو اس شخص پہ وارد ہو سکتا ہے جو قایل ہو اتحاد حقیقی کا نعوذ باللہ منہا این ہم فیصلہ شد

اور یہ اعتراض کہ آیت کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سے اتحاد ثابت نہین ہوتا اور اگر ہو بھی تو کچھ مفید نہین کہ اس مین کل شئی مشترک ہے -

الجواب - بے شک معنے ظاہری آیہ سے اتحاد ثابت نہین ہوتا اور جو ایک طرح کے اشارہ سے اولیاء و عرفا اتحاد مجازی نکالتے ہین وہ معنے بہت خفی ہین - غیر سریحیت بینہ نہین ہو سکتے - مین نے ضمن ہین دیگر آیات کے اس آیہ کو بھی لکھدیا تھا - لیکن وہ معنے خفی باطل بھی نہین کیونکہ اتحاد مجازی کو تو آپ بھی تسلیم فرما ہی چکے ہین کہ یہ وصف تو اد لئے خادمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے اور یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور کلی مشکک کے اعلے درجہ کا یہ وصف حاصل ہے اندرین صورت آیہ مذکورہ ایک خفی اشارہ اس اتحاد مجازی پہ بھی کرتی ہے آفتاب اور ستارون کا وجود دو وجود ہین لیکن روز روشن مین سوائے وجود آفتاب کے دوسرا وجود ستارون کا موجود ہی نہین - شیخ بوستان لکھتا ہے ؎

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست + بر عارفان جز خدا ہیچ نیست + توان گفتن این باحقایق شناس + و لے خوردہ گیرند اہل قیاس + الے قولہ - و لے اہل صورت کجا پے برند + کہ ارباب معنے بہ ملکے درند + کہ گر آفتاب ست یکذرہ نیست + و گر ہفت دریاست یک قطرہ نیست + چو سلطان عزت علم بر کشد جہان

جہان سر بحجیب عدم در کشد + اے قولہ - مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ + بتابد بشب کرمکے چون چراغ + یکے
گفتش اے کرمک شب فروز + چہ بودت کہ بیرون نیائی بروز + ببین کاتشین کرمک خاکزاد + جواب از سر
روشنائی چہ داد + کہ من روز و شب جز بصحرا نیم + ولے پیش خورشید پیدا نیم + اگر آپ کہین کہ اقوال
شیخ بوستان سے مسائل مہمہ مین یہ کیسا استناد ہے تو جواب یہ ہے کہ اس اتحاد مجازی کے ثبوت مین
مولوی محمد حسین صاحب نے ایک بہت عمدہ نقل لکھی ہے شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب سے
غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیئ عین ما ظھر ولا یعرف کما رایت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وقد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدھما فی الاخر فلم نر الا
واحدا وھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذہ غایۃ الوصلۃ وھو المعبر عنہ
بالاتحاد - ولنعم ما قیل - جذبہ شوق بجد لیست میان من وتو + کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو +
آگے رہا شبہ کہ جب ہر ایک شئے مین یہ وصف مشترک ہے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے
کیا فضیلت ہوئی تو اسکا جواب مکرر سہ کرر گذر چکا یاد کر دکلی مشکک کو - اور بحیثیت بقول آپکے سیاق
وسیاق کلام مرزا صاحب کا وحدۃ الوجود کے مسئلہ کو رد کرتا ہے تو اب تزاع ہی کیا رہا - اور جبکہ وحدۃ الوجود
کا مسئلہ میری اور آپکی سمجھ سے باہر ہے تو پھر مین اسکا کیونکر قائل ہو سکتا ہون لا یکلف اللہ
نفسا الا وسعھا - آپ مجھکو بلا وجہ الزام دیتے ہین +

اعتراض ششم - آپ کا یہ ہے کہ ضمیر صورتہ مین راجع طرف قریب کے ہونی چاہئے بعید کی
طرف کیون پھیرتے ہو -

الجواب - جو آپ نے معنے حدیث کے سمجھے ہین وہ بھی صحیح ہین - اور جو احتمال اس ہیچمدان نے لکھا تھا وہ
بھی درست ہے کیونکہ اسکو ترجیح اسوجہ سے ہے کہ مرجع ضمیر کا اس مین عمدہ ہوتا ہے - بخلاف آپکے احتمال
کے کہ اس مین مرجع ضمیر کا فضلہ ہوتا ہے متعلقات فعل مین ضمیر کا رجوع عمدہ کیطرف مناسب ہے -
نہ فضلہ کی طرف - این ہم فیصلہ شد +

اعتراض ہفتم آپکا یہ ہے - ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست - پھر اس وصف مظہریت سے حضرت صلعم کو
کونسی فضیلت حاصل ہوئی -

الجواب - یہ وصف بھی بدرجہ اکمل جس سے فوق متصور نہین - حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مین

پایا جاتا ہے دوسرے مین نہین پایا جاتا۔ وہی کلی مشکک کا حال اور علاقہ ابنیت جو بطور استعارہ حضرت مسیح یا مثیل مسیح وغیرہ کو حاصل ہے وہ بدرجہا کم ہے اس وصف وحدت تامہ سے جس کی تفصیل ذہن کی الحاصل واسطے سمجھنے کے آپ ان مراتب ثلثہ قرب الٰہیہ کو بطور استعارہ وتمثیل کے یون سمجھ لیجئے کہ ایک طرح کے مقربین کو ایسا قرب الٰہی بالتشبیہ حاصل ہے جیسا کہ خادم خاص فرمانبردار کو اپنے مخدوم کے ساتھ زیادتی درجہ قرب کا ہے جو فی نفسہ وہ بھی بہت بڑا ہے کہ اُس کی نسبت وارد ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ دوسرا مرتبہ قرب کا بلا تشبیہ ایسا ہے جیسا کہ خلف الرشید پسر کو اپنے والد ماجد سے جس کی طرف اشارہ ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔ تیسرا مرتبہ قرب کا کہ سب سے بڑھکر ہے اُس کی تمثیل بطور استعارہ کے ایسی ہے کہ کسی شخص کی تصویر جو آئینہ مین دکھائی دیتی ہو کہ اس مین تمام صفات ذی الصورت کے موجود ہونگے۔ ان تینون مراتب مین جو فرق ہے وہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہین ہے اور یہی خلاصہ اور حاصل ہے حضرت مجدد صاحب کی کلام کا جو توضیح المرام مین مذکور ہے۔

اعتراض ہشتم آپ کا یہ ہے کہ اتحاد سے مراد اگر اتحاد مجازی ہے تو کچھ موجب فضیلت نہین اور اگر اتحاد حقیقی مراد ہے تو کفر ہے۔

الجواب۔ جواب اسکا گذر چکا کہ قول اتحاد حقیقی کا بلاشبہ کفر ہے اور اتحاد مجازی مجھکو اور آپ کو دونوں کو مسلم ہے جسکے مدارج بطور کلی مشکک کے مختلف ہین۔ سب سے اوپر کے مرتبہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ اس مقام تک کوئی نہین پہنچ سکتا ادم ومن دونہ تحت لوائی۔

اعتراض نہم۔ اس محاورہ اور طرز استعمال مین کوئی خدشہ نہین۔

الجواب۔ پھر مرزا صاحب پر آپ کیون خدشہ کرتے ہین جو خدشہ آپکا مرزا صاحب پر ہے وہی بعینہ امام شافعی وابن تیمیہ وغیرہ پر وارد ہوتا ہے۔ قال الشافعی ان کان رفضًا حب ال محمد + فلیشہد الثقلان انی رافض۔ وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ ان کان نصبا حب صحب محمد + فلیشہد الثقلان انی ناصب۔ وقال ابن قیم۔ فان کان تجسیما ثبوت صفاتہ۔ لا یلم فانی الیوم عبد مجسم۔ ما ھو جوابکم من ھذہ الا کابر فھو الجواب من المجدد۔ اے میرے مخدوم۔ ذرہ میرے حال پر عنایت فرماکر خط حال اور خط سابقہ کو غور سے پڑھو ورنہ پھر مین بھی یہ مصرعہ پڑھے دیتا ہون وہ یار نہ میاد کس را مخدوم بے عنایت

اعتراض دہم - کتاب منصب امامت پر چلنے کی کیون ہدایت ہے آیت مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج - کیا منسوخ ہوگئی - آخر خط تک -

الجواب - گستاخی معاف تقویۃ الایمان پر چلنے کی کیون ہدایت ہے کیا آیہ مذکورہ منسوخ ہوگئی جو تقویۃ الایمان وغیرہ پر چلنے کی ہدایت ہوتی ہے - ما هو جوابکم فهو جوابنا - علاوہ یہ کہ تقویت الایمان کو منصب امامت وغیرہ پر کیا ترجیح ہے جو انہین کا چھوڑ کر اسپر چلین بلکہ منصب امامت اور صراط مستقیم کو تقویت الایمان پر ضرور بالضرور ترجیح حاصل ہے - کیونکہ یہ دونون کتابین آخری تصنیف ہین اور قول آخر قول سابق کا ناسخ ہوا کرتا ہے اور پھر یہ عرض ہے کہ ہین نے آپکو منصب امامت پر چلنے کی کب ہدایت کی ہے خود آپنے خط اول مین لکھا تھا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید و مجدد نے ایسے مضامین کی جو توضیح المرام مین لکھے ہین - تقویت الایمان مین مذمت کی ہے مین نے آپکے جواب مین الزاما لکھا کہ خود حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نے ایسے مضامین کو منصب امامت صراط مستقیم مین صحیح فرمایا ہے اب فرمائیے کہ مولانا اسمٰعیل مجدد صاحب کی کتاب پر چلنے کا ذکر اولا آپنے کیا یا مین نے - اور پھر یہ عرض ہے کہ تقویت الایمان اور منصب امامت وغیرہ مین کوئی تناقض بھی نہین ہے جو تقویت الایمان پر چلنے سے منصب امامت وغیرہ ہاتھ سے جاتی رہے یا منصب امامت وغیرہ پر چلنے سے تقویت الایمان فوت ہوجاوے - کیونکہ ان دونون مین کسی طرح کا تناقض اور تضاد نہین ہے مین دو جملہ عرض کرتا ہون - مثلا - زید باعتبار شبح اعتقد کے مجازا شیر ہے - اور زید باعتبار حقیقت کے ہرگز شیر نہین ہے - ان دونون مین کیا تناقض ہے - رسایل منطق مین آپنے دیکھا پڑھا ہوگا کہ در تناقض ہشت وحدت شرط دان . . وحدت موضوع و محمول و مکان - الی آخرہ - جو ہدایات تقویت الایمان مین ہین وہ باعتبار حقیقت کے ہین اور جو معارف و اسرار منصب امامت وغیرہ مین مذکور ہوئے ہین وہ دوسرے اعتبارات پر مسطور ہین - لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ - جو صاحب منصب امامت وغیرہ کے مضامین کا انکار کرتے ہین وہ ہمین حکمت کے باطل کررہے ہین اور پھر یہ گذارش ہے کہ یہ سب نزاع بھی جانے دیجئے آپسے ہین اور کچھ نہین کہنا آپ تقویت الایمان پر ہی عامل رہیئے لیکن حضرت حضرت مرزا صاحب کو مثل حضرت مولانا اسمٰعیل شہید و مجدد کی اور انکی کتاب توضیح المرام کو مثل کتاب منصب امامت وغیرہ کے تصور کیجئے جو حالت آخر مین حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید فی سبیل و مجدد کو حاصل ہوئی وہی

حالت ابتدا سے اس مجدد الوقت کی ہے۔ اور جیسے اسرار و معارف کتاب منصب امامت صراط مستقیم مین لکھی ہین ویسے معارف توضیح المرام وغیرہ مین لکھے ہین پس این ہم فیصلہ شد۔ اے میرے پیارے دوست پورے پورے غیر مقلد نہ آپ ہین اور نہ مین ہون۔ کسی مسئلہ کی جب ہم اور آپ تحقیق کرنے بیٹھے تو بڑا کمال ہمارا یہ ہوگا کہ تقویت الایمان مین یون لکھا ہے اور منصب امامت مین وون لکھا ہی اور جلالین مین ایسا کچھ مندرج ہے اور کمالین مین ایسا کچھ اور اگر زیادہ تر اس سے توغل علمی ہوگا تو مولوی محمد حسین کی طرح حوالے مسلم الثبوت اور مطول حمد اللہ ملا حسن ارشاد الفحول دائرۃ الوصول کے ہونے لگین گے۔ اب آپ فرمائیے یہ تقلید نہین تو کیا ہے پورا پورا غیر مقلد تو وہی شخص ہوگا جو صاحب نفس قدسیہ اور مؤید من اللہ ہو اور مرتبہ مجددیت پر اللہ تعالےٰ نے اسکو مبعوث فرمایا ہو میرے علم ناقص کے رو سے یہ منصب اس زمانہ مین سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کسی کو حاصل نہین ہے کلکتہ سے پنجاب تک اور دامن کوہ ہمالہ سے بمبئی تک اس احقر نے سفر کیا اور اکثر علماء سے ملاقاتین ہوئین لیکن جو بات باوجود نہ ہونے ملاقات کے اس مسافت بعیدہ پر مین نے مرزا صاحب مین پائی وہ کسی مین نہین پائی ورنہ یہ عاجز غیر مقلدون مین دم بھرنے والا کیونکر اول حضرت کا ارادتمند ہو جاتا۔ اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام قایل نہین ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا+ کبھی آپ نے نہ سنا ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کے یہان مسلم الثبوت کا درس ہو رہا ہے یا مطول پڑھائی جاتی ہے یا ملا حسن حمد اللہ کی تعلیم ہو رہی ہے لیکن باوجود اسکے تمام علماے ہندوستان وغیرہ کو جو اُن علوم مین نا واقف نہین اُن کے مقابلہ کے واسطے بلایا جاتا ہے کوئی عالم اُس کا مقابلہ نہین کرتا اور نہ کر سکے گا مولوی محمد حسین جو ان علوم مین ایک فاضل اجل شمار کیا جاتا ہے اس نے جو حضرت مجدد سے مقابلہ اور مباحثہ کیا آپ نے سُنا ہوگا کہ کیا نتیجہ اُس کا حاصل ہوا جو اسرار اور معارف حضرت مجدد نے اس مباحثہ مین بغیر کتاب اور سامان علم کے بیان کئے ہین وہ مصداق ما لا عین رأت ولا اذن سمعت کے ہین اور مولوی محمد حسین صاحب کی تقریر مین بجز مضامین علوم رسمیہ کے (وہ بھی صحیح طور پر نہین) کوئی دوسرا مضمون ہی نہین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین ایک پکے مقلد ہین اور حضرت ایک پکے محقق پھر کیا اہل بصیرت کے نزدیک یہی مباحثہ ایک بڑا نشان آسمانی حضرت مجدد کی مجددیت اور محدثیت کا نہین ہے اور اگر کسی صاحب کی نظر مین بعض کلام حضرت مجدد کا بظاہر خلاف معلوم ہو تو اول تو نفس الامر مین وہ خلاف اصول صحیحہ کے ہی نہین اور پھر ثانیاً کیا آپ یہ نہین جانتے کہ تمام علوم

رسمیہ مین بعض مسایل ایسے بھی ہین جو باہم مخالف ہین اور ان مین حق ایک جانب ہے۔ علم صرف سے لیکر منطق۔ معانی۔ بیان اصول۔ فقہ۔ اصول حدیث وغیرہ مین کوئی ایسا علم نہین جس کے بعض مسایل مین اختلاف نہ ہو جو کتاب ان علوم کی کھولکر دیکھو گے اُس مین پاؤ گے۔ اخفش یون کہتا ہے سیبویہ یون کہتا ہے ابن سینا کا یہ مذہب ہے فارابی کا قول اُس کے خلاف ہے امام رازی نے یون کہا ہے ابن الصلاح یون فرماتے ہین لیکن ابن تیمیہ نے اسکا خلاف کیا ہے۔ توضیح تلویح مین فلان اصل کو متاصل کہا ہے ارشاد الفحول مین اس اصل کو رد کر دیا ہے۔ کہان تک مین اس اختلاف کی شرح کرون پھر اگر حضرت مجدد کا کوئی کلام اصول فقہ یا اصول حدیث کے ظاہر مین کسی کو خلاف معلوم ہوتا ہو تو باوجود اختلاف موجودہ ان علوم کے یہ کیونکر ثابت ہو کہ حضرت مجدد غلطی پر ہین وہ تو اپنے ہر ایک مدعا پر کتاب اللہ کو جو جملہ دلایل شرعیہ سے مقدم ہے اور جملہ فرق اسلام کو مسلم ہے پیش کرتے ہین۔ اب اگر کسیکو طاقت علمی ہے تو ان کے اس مدعا کو قرآن مجید سے ہی توڑے۔ خبر حدیث سے ہی توڑے۔ خیر عقل سے ہی توڑے۔ علمائے ہندوستان جو مدعو ہوئے ہین دیکھین ان مین کون کون اس میدان مین آتا ہے اور جبکہ کتاب اللہ کی نسبت وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ وارد ہے تو کیا اس آیہ کو قرآن مجید مین اللہ تعالے کا کلام نہ کہا جاوے اور اسپر ایمان نہ لایا جاوے آگے رہا یہ امر کہ ایسا کھلا کھلا نشان بین حضرت مجدد کی مجددیت و ملہمیت و محدثیت پر ہم سب پر ظاہر ہو جاوے کہ کسی طرح کا حجاب کسی کو بھی نہ رہے تو یہ بات اللہ تعالے کی حکمت کے جو اُسنے ایمان بالغیب مین رکھی مخالف ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نبی جلیل القدر صاحب الکتاب کو بڑے بڑے معجزات دیئے گئے لیکن مخالفین کی نظرون مین ایک حجاب بھی قایم کر دیا گیا۔ ایک قبطی کو اُنکے ہاتھ سے قتل کروا دیا تاکہ مخالفین کی نظرون مین بہ فعل قتل اُن کی نبوت کا حجاب ہو جاوے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب کے نازل ہونے کی قوم مخالف کو بہ تعیین و قطع خبر دی۔ پھر اللہ تعالے نے اس عذاب کو ٹال دیا تاکہ مخالفین کی نظرون مین ایک حجاب ہو جاوے۔ خلفائے راشدین کی خلافت راشدہ مین طرح طرح کے حجاب مخالفین کیواسطے کھڑے کر دیئے حالانکہ یہ خلافت باقی نبوت اور تتمہ رسالت تھی۔ اور جیسے زور شور سے موعود کی گئی تھی۔ تاکہ روافض اور خوارج کی نظرون مین وہ حجاب خفی حجاب جلی ہو جاوین اے میرے پیارے دوستو کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے سہ درکار خانۂ عشق از کفر ناگزیر است۔ آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد۔ مولانا شاہ ولی اللہ حکیم امت فرماتے ہین کہ یہ خفا اور حجاب اسواسطے ڈالے جاتے

ہین کہ امتحان مخلصان و منافقان بمیان آید۔ الحاصل جو طعن آپ حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہین اس مین مولانا اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمتہ بھی شریک ہین۔ انا احمد بلا میم کو حدیث قرار دینا فی الحقیقت بڑا افترا اور کذب صریح ہے وہ کسی طرح پر درست نہین سُبۡحَانَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ اللہ تعالےٰ سارے جھوٹون کا مُنہ کالا کرے۔ اور پھر یہ عرض ہے کہ جملہ انا احمد بلا میم مین کوئی سرف تشبیہ وغیرہ کا مذکور نہین جس سے معنے مجازی مفہوم ہون صرف معنے حقیقی متبادر ہوتے ہین اور وہ بالاتفاق باطل ہین بخلاف کلام مرزا صاحب کے کہ اس مین جا بجا الفاظ مجازا و استعارات کی تصریح ہے جس سے سوا اتحاد مجازی کے اتحاد حقیقی مفہوم ہی نہین ہوتا جیسے کہ شعر مین بھی لفظ آنچنان کا موجود ہے سہ آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم + لفظ چنان کا محض تمثیل کے واسطے آتا ہے معنے حقیقی یہان پر مراد ہوہی نہین سکتے لا تطرونی - کے معنے پر ہمارا ایمان ہے اور جو اطرا مذہب نصاریٰ کا ہے وہ بالکل شرک اور کفر ہے اس کی نسبت مرزا صاحب فرما چکے ہین کہ ان کی طبیعتین بسبب اس شرک کے ناپاک ہوگئی ہین وغیرہ وغیرہ مگر اس حدیث مین وہی اطرا منع ہے جو نصاریٰ کا سا ہو نہ وہ اطرا جو قرآن مجید اور سنت سے ثابت ہے اور جو اولیائے امت نے قرآن و حدیث سے آپکی مدح مین اطرا کیا۔ وہ کہان ممنوع ہے لفظ حدیث کے لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ سے ہے نہ مطلق لا تطرونی۔ جناب من تقویت الایمان کو لا الہ الا اللہ کی شرح اور تفسیر سمجھئے اور منصب امامت یا صراط مستقیم یا توضیح المرام کے مضامین محمد الرسول اللہ کی تفسیر تصور کیجیئے۔ ان مین وہ اطرا نہین ہے جو یہود و نصاریٰ نے کیا ہے۔ والسلام خیر الختام۔ مورخہ دوازدہم ستمبر سنہ ۹۱ء مطابق نہم صفر سنہ ۱۳۰۹ھ +

خاکسار

محمد احسن مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔

نام کتاب	زبان	قیمت
حجۃ اللہ - ردّ شیعہ وغیرہ	عربی مترجم اُردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور مقصود حیات انسانی و حقیقت اسلام و حیوان سے انسان بننے اور انسان سے با اخلاق بننے اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بننے کی تفصیل و تفسیر چند آیات	اُردو	۳ر
فیصلہ آسمانی - دعا کے ذریعہ مخالفین سے فیصلہ کرنے کی تفصیل	"	۴ر
دافع البلاء - طاعون سے بچنے کا طریق و جواب بعض اعتراضات	"	۱ر
ضیاء الحق - ردّ عیسائی و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبداللہ آتھم	"	۲ر
نشان آسمانی گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے	"	۲ر
سر الخلافہ - ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن - حضرت اقدس کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ردّ عیسائی	"	۲ر
ضرورۃ الامام - امام کی ضرورۃ اپنا ثبوت مع تقریر	"	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ ممانعت جہاد پر	"	۱ر
راز حقیقت ثبوت قبر حضرت عیسٰی سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں	"	۱ر
ست بچن و آریہ دھرم - ردّ آریہ و سکھ	"	۱۴ر
مواہب الرحمن - نشانات صداقت حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا	عربی مترجم فارسی	۶ر
اعجاز احمدی - مباحثہ موضع مد کا ذکر اور مولوی ثناء اللہ کو تحدی	اُردو و عربی مترجم اُردو	۳ر
کشتی نوح - طاعون سے بچنے کا طریق اور احمدی تعلیم کی تفصیل	اُردو	۲ر
خطبہ الہامیہ - قربانی کی اصل حقیقت و ثبوت دعویٰ خود و تفسیر چند آیات	عربی مترجم فارسی و اُردو	عہ

نام کتاب	زبان	قیمت
تحفہ گولڑویہ - مفتری و صادق میں مابہ الامتیاز	اُردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ - جواب اشتہار مولوی عبدالحق غزنوی	"	۳ر
تحفہ ندوہ - ندوۃ العلماء کو تبلیغ	"	۰ر
الہدیٰ - اخبار المنار کا جواب اور اُسکو تحدی	عربی مترجم اُردو	۶ر
تریاق القلوب - چند پیشگوئیوں کے پورا ہونیکی تفصیل	اُردو	۱۲ر
جنگ مقدس - مباحثہ حضرت اقدس ع ہمراہ عبداللہ آتھم عیسائی - ردّ عیسائی	"	۶ر
الحق بحث لدھیانہ - مابین حضرت اقدس ع و مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں	"	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی علامات المقربین	اردو عربی	۵ر
تذکرۃ الشہادتین - اپنی جماعت کو دونوں شہیدوں کے ایمان نمونہ کیطرف تحریص و ترغیب	فارسی	۳ر
کشف الغطاء - اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اُردو	۲ر
لیکچر لاہور - اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونے کا	"	۲ر
لیکچر سیالکوٹ - جسمیں حضرت اقدس نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے	"	۱۰ر
حضرت اقدس کی تقریروں کا مجموعہ	"	۳ر
الحق مباحثہ حضرت اقدس ع ہمراہ مولوی محمد بشیر بمقام دہلی	"	۸ر
مسیح ہندوستان میں - ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اُردو	
منن الرحمن - تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے	"	
	"	
البلاغ جسکا دوسرا نام فریاد درد ہے	"	
ترغیب المؤمنین	عربی مترجم اُردو	
الفرقان - ردّ شیعہ	اُردو	

کتاب	زبان	قیمت
نزول المسیح جسمیں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے۔	اردو	
لجۃ النور۔ عربی مترجم اردو۔ در ردّ شیخین اشعار	عربی مترجم اردو	
نجم الہدیٰ۔ چار زبان عربی اردو۔ فارسی انگریزی		
مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب		
ردّ تناسخ۔ ردّ آریہ۔ ردّ نسخ۔ ردّ شیعہ	اردو	۲/ ۲/
فصل الخطاب و ابطال الوہیت مسیح ردّ عیسائی	〃	۱/
تفسیر سورہ جمعہ جو کسی موقع پر مولوی صاحب نے لیکچر دیا تھا	〃	۴/
مصنفہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب		
لیکچر برگناہ۔ سیرۃ مسیح۔ دعوۃ الندوہ	اردو	۱۰/
خلافت راشدہ۔ ردّ شیعہ قرآن مجید سے	〃	۸/
مصنفہ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب		
اعلام الناس حصہ دوم۔	اردو	۴/
شمس بازغہ۔ ردّ کتاب گولڑوی۔	〃	۶/
فک الشک۔ چند اعتراضوں کا جواب۔	〃	۱/
تحذیر المومنین۔ احسن الکلام	〃	۴/
سواء السبیل۔ صیانۃ الناس	〃	۱/ ۱/
مسک العارف چہل حدیث۔ تصدیق دعویٰ حضرت	〃	۱۰/
آیات الرحمٰن۔ ردّ عصائے موسیٰ	〃	۸/
صیانۃ القرآن۔ رد مولوی چکڑالوی	〃	۳/
مصنفہ میر حامد شاہ صاحب		
مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا۔	اردو	۱/
پنج ارکان اسلام و سخن معقول	نظم 〃	۱/
دعوت و رکی و لیکچر اسلام۔		۱/
غسل مصفّٰی۔ مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب	اردو	۸/
دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو چھپ گئی ہیں		
وفات نامہ مسیح مع پیشگوئی لیکھرام و آتھم	نظم پنجابی	۴/
پیغام حق یعنی سچے دا سدا۔		—

کتاب	زبان	قیمت
وفات مسیح۔ پسندیدہ حضرت اقدس (پنج حقیقت)	نظم پنجابی	۱۰/ ۱۲/
کامن احمدی۔ عورتوں کے لئے مفید۔	〃	۱/
عاقبۃ المکذبین۔ چمکار حق۔ کاج بی بی	〃	۱/
پنج بیان حصہ اوّل و دوم	〃	۳/
حقیقت نزول مسیح۔	〃	۶/
جام شہادت۔ مرثیہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید	نظم اردو	۰/
دعوۃ الحق۔ ردّ عیسائی۔ اردو۔	اردو و عربی	[illegible]
قاعدہ یسرنا القرآن۔ اس سے بچہ چار ماہ تک قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔	عربی و اردو	[illegible]
واقعات صحیحہ مع ضمیمہ متعلق فرار پیر گولڑوی	اردو	۲/
عربی بول چال۔ عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت عمدہ ہے	〃	۹/
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور	〃	۸/
رسالہ فضل حق۔ تائید حق۔	〃	[illegible]
دعوۃ الحق مع ضمیمہ منظوم تبلیغ	〃	۱/
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی	۲/
سیرۃ النبی رسول اللہ صلعم کے اخلاق میں	عربی مترجم اردو	۰/
سلاسل فضائل۔ رسول صلعم کے فضائل میں	〃	۳/
حمائلیں و قرآن مجید مترجم و غیر مترجم	۱/ ۱۳/	تا [illegible]
مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب		
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اوّل۔	اردو	۶/
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عمّ۔	〃	۲/
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲	〃	۴/
ذکر الحکیم نمبر ۱	〃	۲/
مفتاح القرآن۔	〃	۴/
تشخیص الامراض۔	〃	[illegible]